انوار احمدیہ پریس دارالامان قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے طبع ہوا - قیمت فی جلد عصہ/

دار الامان قادیان

دنیا میں صداقت اور حق پرستی کی تعلیم کی اشاعت کرنا۔ اور گورنمنٹ کی سچی اطاعت اور بنی نوع انسان میں باہمی ہمدردی کا پھیلانا اس اخبار کا خاص منشا ہے۔

چونکہ ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے دنیا میں اس وقت جناب میرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہم کے سلسلہ سے بڑھ کر اور کوئی سلسلہ نہیں اس لئے علی الخصوص حضرت اقدس کے سلسلہ کے خادم ہونے کا فخر الحکم کو حاصل ہے جس میں اسلام کے مقدس اصولوں پر بحث کی جاتی ہے چونکہ اخبار الحکم کا موضوع اسلام ہے اس لئے اس لئے اسلام کے متعلق ضروری مضامین درج ہوتے ہیں جناب مرزا صاحب کے سلسلہ کے حالات اور آپ کی تقریریں اور کلمات طیبات بھی حسب موقع شائع ہوتے ہیں۔ قیمت عام سے بدر پیشگی معہ محصولڈاک ھ اور ھ سے زائد آمدنی والوں سے عـ۸ سالانہ۔ تمام خط وکتابت شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و پروپرائٹر الحکم قادیان ضلع گورداسپور کے نام حسب قواعد ڈاک خانہ ہونی چاہیے۔

رسالہ شمس بازغہ کے بعض اغلاط کی صحت

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٣	٢١		عدید	٢٢	٦٠	٨	الہیہ	الیہ
٢	٣	٨	٠	ؤۃ	٢٥	٦١	٥	اعظم	اعظم
٣	٤	٢١	٠	بیان	٢٦	،،	١٨	ہکے	کے
٤	١٤	٣	موافق	مؤید	٢٧	٦٤	١٣	میں	اس
٥	١٦	١٨	جبس	جن	٢٨	،،	٢٢	قضیوں	قضوں
					٢٩	٦٩	٧	امین	اس
٧	٢٠	٢١	بحرت	+	٣٠	٧٠	٢٣	مورد	موجود
٨	٢١	٢٢	+	من ربک	٣١	حاشیہ	٣	رد و مردود	رد مردود
٩	،،	،،	فا	وا	٣٢	٧٥	٦	نا لوا	نالو
١٠	٢٦	١	نغد	تغدد	٣٣	،،	٧	النصرک	لنصرک
١١	٤٠	٣	کو	سے	٣٤	٨٣	١٣	ہفتیں	ہنیں
١٢	٤٥	٢٣	و	،،	٣٥	٨٤	١٨	ہوگی	ہوگی
١٣	٤٦	١	٨	،،	٣٦	٨٦	٢	میں	+
١٤	،،	٩	ترتیب	تربیت	٣٧	٨٨	٢٠	شانا	شان
١٥	٤٧	١	ہم	ہذا	٣٨	٩٧	٨	گے	گے
١٦	،،	١	سات	بینات	٣٩	٩٨	١٠	نقاجتہم	نقاجنبہم
١٧	،،	٩	ہوئی ہیں	ہوا ہے	٤٠	٩٩	١١	نفرد	تفرد
١٨	،،	١١	،،	،،	٤١	١٠٥	١٦	عنہ	عنہ کا
١٩	،،	١٦	لعب	لعنت	٤٢	١٠٧	١٣	لندن	لندن تک
٢٠	٤٧	١٧	+	اسکو ایکہزار روپیہ ملے	٤٣	١٠٨	٩	+	انکار
٢١	٥٢	٣	یعمل	نعمل	٤٤	١٠٩	١٤	فرمارین	فرمادیا
٢٢	٥٤	٨	شخص	لشخص محرم	٤٥	حاشیہ	٢	ہیں	بھی
٢٣	٥٨	٤	کلمہ	کلمۃ	٤٦	٦	١٣	آیت	آیت دول

حمد و نعت و تمہید کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہد اللہ لم یزل ازلا
ثم الملائکہ بذا شہدت
و اولو العلم کلہم شہدوا
ثم قال الرسول قولوا معی
خیر ما قلتہ و قال بہ
ما عدا الانس کلہم شہدوا

انہ لا الٰہ الا ہو
انہ لا الہ الا ہو
انہ لا الہ الا ہو
انہ لا الہ الا ہو
قبلنا لا الہ الا ہو
انہ لا الہ الا ہو

و اشہد ان محمدا خاتم النبیین لا نبی بعدہ وصلی اللہ علیہ و علی الہ و علی من نصرہ و ایدہ من الخلفاء الراشدین المہدیین و مجددی دینہ المتین و الملہمین المحدثین اما بعد ناظرین اوراق ہذا پر واضح ہو کہ حضرت خاتم النبیین مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مصداق ہیں علمت علم الاولین والاخرین کے ان تمام امور مہمہ دینیہ اور اخبار مستقبلہ یقینیہ کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیشین گوئی کے بیان فرما دیا ہے کما فی الصحیحین چنانچہ اس مدت تیرہ سو برس میں صدہا امور جو احادیث

+ چونکہ مؤلف نے کلمۂ توحید پر چند اعتراض کیے ہیں بلکہ اکابر متکلمین اور صوفیہ پر بھی اسی کلمہ توحید کے معنوں میں حملہ کیا ہے لہذا خطبہ رسالہ ہذا کو اس کلمہ طیبہ کے ساتھ آغاز کرنا مناسب معلوم ہوا - منہ

مندرج تھے واقع ہو کر وقتاً فوقتاً منکرین نبوت و رسالت پر بطور دلائل نبوت و شواہد رسالت کے حجت قاطع و برہان ساطع ہوئے۔ شعر

فـفی کل وقت لہ اٰیۃٌ تدل علی انہ مرسلٌ

مگر چونکہ لکل فن رجال قضیہ مسلمہ ہے فلہذا جو بعض علمار مفسرین و فضلار محدثین علوم جغرافیہ اور تاریخ دنیا وغیرہ سے بخوبی واقف نہ تھے اُن کو وقوع بعض اُن پیشین گوئیوں کا جو واقع ہوئیں مشتبہ رہا اور اُن کے وقوع کے منتظر رہ کر دنیا سے سدھارے اور جو بعض اہل اسلام فنون جغرافیہ و تواریخ عالم کے عالم ہوئے وہ اخبار مستقبلہ مندرجہ احادیث سے بسبب نہ ہونے کمال علم حدیث کے اُن کے وقوع سے بے خبر رہے اُن کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ واقعہ بطور پیشین گوئی کے حضرت خاتم النبیین مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم پہلے سے فرما گئے ہیں ان وجوہ سے وقوع اکثر پیشین گوئیوں مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی شہرت تامہ نہ ہوئی انھیں علمار کو ایسی پیشین گوئیاں معلوم رہیں جو محقق علوم دینی و فنون دنیوی کے تھے معہذا صدہا اخبار مستقبلہ سعی و کوشش علمار محققین معلوم و مشہور بھی ہوتی رہیں اور بطور دلائل نبوت اور شواہد رسالت کے کتب سیر میں مندرج ہوتی گئیں - یہ زمانہ تو وہ تھا جس میں بعض پیشین گوئیاں جو واقع ہوئیں اُن کی شہرت کمال درجہ کو نہیں پہونچی لیکن اس چودھویں صدی نے (جو زمانہ مسیح موعود و مہدی مسعود کا ہے) عجیب وہ شرف پایا ہے کہ سابق کسی صدی کو حاصل نہیں ہوا تھا علم جغرافیہ علم تاریخ دیگر علوم جدیدہ وفنون و صنائع طبع و ریلوے اور تار برقی وغیرہ وغیرہ نے وہ ترقی پائی کہ کوئی ہی قریہ آباد باقی رہا ہو جس کا احوال مجملاً معلوم نہ ہوا ہو یا کوئی واقعہ دنیا میں واقع ہو اور کسی ملک کے رہنے والوں کو معلوم نہ ہو یہ امر بہت ہی بعید ہے بلکہ وہ واقعہ ایک

ظہور تتمہ بیان پیشین گوئیاں مخبر صادق

ساعت میں تمام دنیا میں شہرت پا جاتا ہے کیونکہ ہر شہر میں تار برقی کا دفتر کھلا ہوا ہے اور یہ اُسی پیشین گوئی کا وقوع ہے جو اناجیل میں بھی لکھا ہوا ہے کہ مسیح کا آنا ایسا ہوگا کہ برق کی طرح تمام دنیا میں چمک جاوے گا۔ اور اسی زمانہ مسیح موعود کو وہ شرف حاصل ہے جو آیت لیظهرهٗ علی الدّین کلّه وکفیٰ باللّٰہ شہیدًا میں مذکور ہے۔ پس اب کیونکر ہو سکتا ہے کہ مثلاً یاجوج و ماجوج کے متعلق جو پیشین گوئیاں کتاب و سنت میں یا کتب سابقہ میں مندرج ہیں اُن میں سے کوئی پیشین گوئی واقع ہو اور ہر کہ ومہ کو واضح نہ ہو جاوے بلکہ اس زمانہ میں تو علم تواریخ دہور خالیہ اور اعصار ماضیہ کی تحقیق و تنقیح بھی کمال درجہ کو پہونچی ہوئی ہے جس سے پہلی پیشین گوئیاں بھی جو واقع ہو چکی ہیں محققین علماء کو معلوم و مشتہر ہوتی جاتی ہیں مگر چونکہ یہ گذشتہ واقعات ہیں ہم ان سے قطع نظر کر کر اپنے زمانہ کے واقعات روزانہ پر جو دنیا میں واقع ہو رہے ہیں جب نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جب کوئی واقعہ مندرجہ احادیث حادث ہوتا ہے تو تمام دنیا میں بذریعہ تار برقی و اخبارات روزانہ کے اُس کا شور و غل ایسا برپا ہو جاتا ہے کہ کوئی منکر اُس کو مخفی کر ہی نہیں سکتا اور اس طرح پر وہ پیشین گوئی تمام عالم پر اثبات نبوت خاتم النبیین کے واسطے ایک حجت قاطع ہو جاتی ہے فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔ صدق اللّٰہ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدّین کلّه وکفیٰ باللّٰہ شہیدا ؛ مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی اسلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جب کہ ١٣١١ ہجری میں واقع ہوا تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اُس کا شہرہ ہو گیا تھا ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی اُس کو

ظہور تمہید بیان پیشین گوئیاں گزشتہ نمبر ٣

شائع کردیا تھا اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جسمیں
اُس کی چرچا واقع نہ ہوئی ہو۔ اب کس کی مجال ہے کہ اُس کو مخفی کرسکے
یا مثلاً حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا بذریعہ ہزار ہا رسائل و
اشتہارات کے ایک عالم میں شائع ہوچکا حتی کہ فوٹو گرافروں نے
اُس کا عکس کھینچ کر ایک دنیا میں شائع کردیا اب یہ حلیہ کوئی
پوشیدہ کرسکتا ہے ہرگز نہیں - اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم
جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کیئے دیتے
ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہی
حرمت لذاتہ نہیں ہے جیسا کہ بت خانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام
ہے بت پرست جو بت خانہ میں بت پرستی کے لئے جاتا ہے اُسکو
بت خانہ میں جانا بھی حرام ہے لیکن بت شکن کو بھی بت خانہ میں
جانے کی ضرورت پڑتی ہے مگر اُس کو بت خانہ میں جانا بڑا ثواب ہے
ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ◆ ولنعم ماقیل
احمد و بوجہل در بت خانہ رفت * درمیان این و آن فرقیست زفت
یا مثلاً قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہم نے
ثابت کردیا ہے وہ تمام نقشجات میں لکھا ہوا ہے کیا اب اس کو کوئی
رد کرسکتا ہے کلّا و حاشا وغیرہ وغیرہ الحاصل یہ زمانہ مسیح موعود کا اب وہ
زمانہ برکات ہے جس میں ہرطرح سے دین اسلام کا غلبہ تمام ادیان باطلہ
پر ہوکر رہے گا اور کسی کی تکذیب اب ہرگز پیش نہ جاوے گی اور جو
مخالفین ان پیشین گوئیوں کی تکذیب میں کوشش کررہے ہیں جو دنیا میں
واقع ہورہی ہیں اور جن کو مخبر صادق نے تیرہ سو برس پیشتر آج سے
فرما دیا تھا ان کی تکذیب اب پیش نہیں جاسکے گی بلکہ اُن مکذبین کی مثل
ایسی ہے جیسا مکھی یا مچھر اپنے پروں سے آفتاب کو چھپانا چاہے
آفتاب تو اُس کے پروں سے ہرگز نہیں چھپ سکتا ہاں اُس پر صرف

اسباب شہرت و وقوع پیشین گوئی مخبر صادق و حرمت لغیرہ تصویر کی۔

قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا و اسباب شہرت و وقوع پیشین گوئی۔

پوشیدہ ہو جاوے تو ہو جاوے ۔ و لنعم ما قیل۔ شعر

و اذا رأمت الذبابة للشمس غطاءً مدت علیها جناحا

پھر معہذا ان منکرین کے لئے کوئی دلیل تکذیب و انکار کی بھی نہیں مل سکتی صرف یہ بہانہ ہے کہ مجاز و تشبیہ و استعارہ کو ہم نہیں مانتے اور اُس کو فقط ظاہری پر محمول کرنا چاہتے ہیں مگر یہ طریقہ انکار انھوں نے ایسا قبیح اختیار کیا ہے کہ مخالف ہے تمام محاورات کتب آسمانی اور محاورات قرآن مجید و سنن صحیحہ کے بلکہ محاورات کل السنہ مروجہ دنیا کے بھی خلاف ہے اس طریق انکار کے اختیار کرنے سے مخالفین بہت ذلیل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور انشاء اللہ تعالی آیندہ کو بہت ذلیل و پریشان ہوویں گے ہم اُن سے صرف یہی دریافت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات جو کتب سابقہ میں مندرج تھیں اور اب تک موجود ہیں کیا وہ سب اپنے ظاہری پر محمول ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں اندریں صورت جو بشارات محمدیہ و اوصاف احمدیہ بطور مجاز یا استعارہ یا تشبیہ کے کتب سابقہ میں مندرج ہیں اور ہمیشہ سے از عہد نبوت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم علماء اسلام و فضلاء کرام اُن بشارات کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گردانتے چلے آئے ہیں کیا وہ غلطی پر تھے و نعوذ باللہ منہا پھر اس صورت تکذیب یا اثبات نبوت کے دروازوں میں سے ایک عظیم الشان دروازہ کا بند کر دینا ہے جو تمام سلف کے خلاف اجماع ہے ۔ ایدھر جو پیشین گوئیاں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ آیندہ کے لئے تھیں اُن کو بھی بہ بہانہ انکار مجاز وغیرہ کے تکذیب کرنا دوسرے دروازہ اثبات نبوت پر قفل لگا دینا ہے جو خلاف طریقہ سلف صالح کے ہے دیکھو شواہد عشرہ وغیرہ مندرجہ اعلام الناس کو کہ سلف صالح نے اُن میں تاویلات کر کر کیا [illegible]

و تسلیم کیا ہے پھر اس مسیح موعود کی پیشین گوئیاں جو بہ طفیل اُمتی ہونے اُس خاتم النبین کے صدہا واقع ہو چکی ہیں مخالفین بیرونی یا مخالفین اندرونی کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں کہ یہاں تو معاصرت ٹھیری جو بحکم المعاصرۃ اصل المنافرۃ کے موجب مخالفت ہو رہی ہے پس یہ تیسرا دروازہ اثبات نبوت کا جس میں تازہ بتازہ و نو بہ نو دلائل اور شواہد نبوۃ صدہا مل سکتے تھے اُس کو بند کر دیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لہذا مجھکو خوف ہے کہ کہیں ایسے مخالفین اپنے ہاتھ اسلام سے نہ دھو بیٹھیں ثم انا للہ وانا الیہ راجعون شعر

این ہم رفت و آن ہم رفت ✤ درپئے باطل جاں ہم رفت

ہماری جماعت اور مخالفین میں ایک بڑا تفاوت یہی ہے کہ ہم تو مثل سلف صالح کے پیشین گوئیوں مخبر صادق کو کہیں اپنی صراحت اور حقیقت پر محمول کرتے ہیں اور کسی جگہ پر مجاز یا استعارہ یا تشبیہ حسب ہدایات علم معانی و بیان کے سمجھ لیتے ہیں اور نبوت و رسالت سید المرسلین صلعم پر تازہ بہ تازہ و نو بہ نو حجت قائم کرتے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے مخالف اندرونی کسی پیشین گوئی کا صادق ہونا ہرگز نہیں چاہتے بلکہ ہمیشہ درپئے تکذیب کھڑے ہو جاتے ہیں و نعوذ باللہ من ھذا العناد و الفساد۔ طریقہ سلف صالح کا یہی تھا کہ جو پیشین گوئی جس طرح پر صادق آجاوے اُسی طرز کو اختیار کر لیتے تھے کیونکہ کشوف و رویا میں استعارہ و مجاز و تشبیہ غالب ہوا ہی کرتا ہے اور کشوف و رویا کا لغت ہی جداگانہ ہے دیکھو کتب تعبیر رویا کو جو علماء سلف مثل ابن سیرین وغیرہ کی مولفہ ہیں اور پھر افسوس کہ مخالفین تو اُس پیشین گوئی کو بھی جو اپنے ظاہر پر واقع ہو تکذیب ہی کرتے رہتے ہیں۔ شعر

سارت مشرقۃ و سرت مغربا ✤ شتان بین مشرق و مغرب

مگر یہ تمام تکذیب و انکار مخالفین کا اس زمانہ شیوع علوم و فنون میں کسی طرح بر مانع ظہور حق کا نہیں ہو سکتا اور وقتاً فوقتاً تمام دنیا پر صداقت امور حقہ کی واضح اور منکشف ہوتی چلی جاتی ہے وانکان علی رغم المخالفین یابی الفتی الا اتباع الھوی ومنھج الحق لہ واضح

اسی واسطے ہم نے چند عرصہ سے اپنے وقت کو رد و جواب مکذبین پیشین گوئیوں میں صرف کرنا تضیع اوقات سمجھ رکھا تھا مگر جب کہ یہ خاکسار وطن امروہہ سے اواخر مئی ۱۹۰۰ء میں بمقام قادیان پہنچا تو بعض اُن احباب کی زبانی جو حضرت مہر علی شاہ صاحب سے عقد دوستی کو توڑ کر داخل سلسلہ الٰہیہ مسیح موعود و مہدی مسعود ہوئے ہیں سنا کہ ایک رسالہ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح تالیف ہوا ہے اور پنجاب میں اُس کا بڑا شور و غل ہو رہا ہے۔ جب دریافت کیا کہ وہ رسالہ کہاں ہے تو قادیان میں کہیں اُس کا پتہ نہ ملا اور کیونکر مل سکتا کہ یہاں پر تو وہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے جس کے سامنے نام کے نہ کام کے تمام آفتاب کسوف میں آ گئے ہیں یہ تو نام کا ہی شمس ہے نہ کام کا پھر قادیان میں کیونکر طلوع ہو سکتا ہے

شعر

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

مگر یہ تعجب ہوا کہ جب حضرت مسیح موعود کے رد و جواب میں وہ رسالہ لکھا گیا ہے تو اس کی کیا وجہ کہ مؤلف صاحب نے حضرت اقدس کے پاس ذریعہ ڈاک و رجسٹری کے روانہ نہیں کیا جیسا کہ ادھر سے اکثر رسائل و اشتہارات اُن کی خدمت میں روانہ کئے جاتے ہیں بالآخر بعد جستجوئے بسیار کسی کو احباب میں سے قیمتاً وہ رسالہ دستیاب ہوا جب میں نے اُس کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو مخالفین نے مدت نو دس سال میں جان توڑ کوششیں کر کر علم نکتہ چینی اور مخالفت مسیح موعود کا بلند کیا ہے جس کے جوابات کافی و شافی ہم دے چکے ہیں مؤلف صاحب نے بھی اُنھیں کے جھنڈے

کے تیچھے ہو کر انکی کاسہ لیسی اختیار کی ہے اتنا فرق ہے کہ مخالفین
سابقین نے تھوڑی مدت میں رسائل مخالفہ تالیف کئے ہیں اور مؤلف
صاحب نے آٹھ نو برس تک محنت کر کر کچھ لکھا ہے ہاں اس قدر
اور مزید کیا ہے کہ کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر کہیں اعتراض
کیا ہے اور کہیں اکابر متکلمین مثل علامہ تفتازانی اور اکابر صوفیہ مثل
حضرت شیخ اکبر قدس سرہ پر اسی کلمہ کے معنوں میں حملہ کیا ہے اور مثل
ادنی درجہ کے طلبہ قطبی میر و مختصر معانی پڑھنے والوں کی کچھ
اصطلاحات منطقیہ و نحویہ کا لباس اپنی عبارات کو پہرانا چاہا ہے مگر تمام
عبارات ایسی بے محاورہ کہ کوئی اردو خواں بھی اس کو پسند نہ کرے
چہ جائیکہ اردو دان کی اور مؤلف کسی اپنے مدعا کو اچھی طرح بیان
نہیں کر سکا چونکہ ہمارے رسائل مؤلفہ سابقہ میں مؤلف کے تمام شبہات
و شکوک کا جواب شافی و کافی دیا جا چکا ہے لہذا اس کا جواب جداگانہ
لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں تھی مگر بفرمایش بعض ان احباب کے جو سابق
میں حضرت مہر علی شاہ صاحب سے محبت رکھتے تھے اور اب اس سلسلہ
الہیہ مسیح موعود میں داخل ہو گئے ہیں ایک مختصر سا جواب اکثر تو بطور معارضہ
بالقلب وغیرہ کے اندر میعاد بارہ تیرہ روز کے تحریر کیا گیا اور طریق معارضہ
بالقلب وغیرہ کا بچند وجوہ اختیار کیا گیا اولاً آنکہ مؤلف کو فرار کی گنجایش باقی
نہ رہے اور اپنے ہی مسلمات سے سب مسائل متنازعہ فیہا کو حل کر لیوے
ثانیاً آنکہ ہمارا جواب کل رسالہ مؤلف کا گویا حامل بھی ہو جاوے گا ثالثاً
آنکہ ادلہ جدیدہ کے پیش کرنے میں جو طول بحث ہو جاتا ہے اُس طول
میں ہم کو پڑنا نہ پڑے گا اور بڑی قال اقول جدید بھی تصنیف کرنی
نہ پڑے گی کیونکہ اب ہمارے جملہ مسائل مختارہ قد تبین الرشد
من الغی کا مصداق ہو گئی ہیں حاجت اطالت بحث کی اب باقی
نہیں رہی۔ ہاں اگر ہدیۃ الرسول جس پر مؤلف کو بڑا فخر اور ناز ہے

کسی وقت فارسی زبان میں شائع ہوگا تو حسب مقتضای وقت انشاء اللہ تعالی جواب مفصل ترکی بہ ترکی لکھا جاوے گا و سمیتہ بالشمس البازغۃ فی المناظرۃ بالمعارضۃ۔ شعر

افلت شموس الاولین وشمسنا   ابدا علی افق العلی لاتغرب

وھا انا اشرع فی المقصود و اقلب علیہ کلامہ المعھود لئلا یبقی لہ مجالٌ للانکار و الجحود و نستعین باللہ العزیز الودود۔ شعر

شکوت و ما شکوی لمثلی عادۃ   ولکن تفیض الکاس عند امتلائہا

حسب اقرار مؤلف صاحب

بیان ضرورت مجدد

ہرچہ بر آدمی رسد ز زیاں   ہمہ از آفت زباں باشد

و المرء یوخذ بافتراہ لان عارضتہ مختارہ اما بعد حضرات ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آج کل مواد فطرت انسانی تعصب کی ہواؤں اور جہالت کے بخارات سے متعفن اور گندے ہو رہے ہیں اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آگیا (پھر آپ کا شمس الہدایت کیونکر اب طلوع ہو سکتا ہے مگر جب سورج ہدایت کا غروب ہو جاتا ہے تو پھر بعد انقضای لیل بدعت کے شمس مجدد کا طلوع کیا کرتا ہے) استوا کا زمانہ جس سے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم حکایت ہے دور رہ گیا ہمیں (وجہ علماء ظواہر کا وہ حال کہ حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے شر من تحت السماء کے مصداق اور منتحلین باہل تصوف کی یہ صورت کہ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی ہوس بازی اور فتنہ پردازی اور کبر و غرور گدی نشینی کے اور کچھ نہیں۔ بسبب فقدان تقوی کے نہ تو اشراق نوری اور انشراح صدری ہے تاکہ وعدہ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کا تحقق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو اور نہ لیاقت علمی جس

جواب صفحہ

ہم بیان کرتے ہیں

کے ذریعہ سے مراد شارع کو سمجھ کر عمل بھی نہ سہی اعتقاد تو مطابق ما
انا علیہ واصحابی کے درست رکھیں سادہ پنی اور راستی سے جو
منجملہ شعائر اسلام و اوضاع صحابہ کرام ہیں نفرت تصنع اور گدی نشینی
اور ناراستی اور ہوس بازی سے جو از قبیل کمالات تعلیم غولرہ ہیں محبت
(علاوہ یہ کہ تیرھویں صدی میں اسلام اور اہل اسلام پر وہ آفات روحانی
اور جسمانی وارد ہوئیں کہ اواخر صدی سیزدہم میں مسلماناں درگور و
مسلمانی در کتاب کا مضمون واقع ہوا اور چودھویں صدی میں سے سترہ
برس بھی گذر گئے تو ایہا الناظرون کیا اب تک بھی ضرورت کسی مجدد
کی نہیں ہے اور کیا اب تک کوئی مجدد مبعوث نہیں ہوا جس کی بعثت
کو اس مخبر صادق نے بایں تاکید اکید ارشاد فرمایا ہے کہ ان اللہ یبعث
لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا
رواہ الحاکم و ابوداؤد۔

بیان اشد ضرورت بعثت مجدد کا

خصوصاً ایسے زمانہ میں کہ کوئی مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ظاہری
معنی بھی نہیں جانتا بلکہ خود مؤلف بھی کلمہ طیبہ کو نہیں سمجھتا دیکھو صفحہ
سطر ۲۰ طالب عرفان کو خصوصیت چہا و چہا سے کیا غرض حصول مطلب چاہیے
جس سے ہو آپ ہی معنی کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان و عرفان کا ہے فقط ظاہری
طور پر فرما دیویں انتہی اور یہاں تک جہالت کی حالت پہونچی ہے کہ جو علمار
متکلمین مثل علامہ تفتازانی وغیرہ اور صوفیار محققین مثل شیخ اکبر وغیرہ کے
اس کے معنی کی تحقیق لکھ گئے ہیں اس سے بھی مؤلف کا اعتراض و
اشکال حل نہیں ہو سکتا دیکھو صفحہ ۱۷ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ
علمار کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں افسوس یہ نتیجہ اس کا ہے کہ چند
الفاظ مصطلحہ کلام و منطق کے آپ نے یاد کر لئے ہیں ولنعم ما قیل شعر

فما العلم الا فی کتاب وسنۃ   وما الجہل الا فی کلام و منطق

جواب ۲

اگر حضرت انشاء اللہ تعالیٰ جو جو شکوک و شبہات نسبت اس کلمہ طیبہ کے آپ کے دل میں ہیں حل کئے جاویں گے مگر اس مقام پر یہ تو فرمائیے کہ کیا اب بھی ضرورت ایسے مجدد کی نہیں ہے کہ واسطے اصلاح مواد فطرۃ انسانی کے تعصب کی ہواؤں سے اور دفع کرنے بخارات منعفنہ جہالت کے حسب وعدہ الٰہیہ مندرجہ قرآن و حدیث کے کوئی مجدد اسداللہ سر صدی پر مبعوث ہو کر اس کلمہ توحید کو جاری کرے اور عیسائیوں کے شرکیہ عقائد سے جو بہ نسبت مسیح بن مریم کے رکھتے ہیں مسلمانوں کو بچاوے اور مشککین کے ابنیہ شکوک و شبہات کا قلع و قمع کرے ہاں البتہ سخت ضرورت ہے

شعر

للہ اسا دلکل کی یہتہ نزلت بدین اللہ و الاخیار

اور اگر ضرورت نہیں تو پھر کہاں ہے وہ ایفاء وعدۂ الٰہی جو انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون وغیرہ میں فرمایا گیا ہے اور کدھر ہے وہ تجدید دین اسلام کی جو حدیث مذکور میں مخبر صادق نے بطور پیشین گوئی کے بتاکید تمام فرمائی ہے اور لفظ تجدید ایک ایسا لفظ ہے کہ تمہارے تمام خلافیات کا فیصلہ کرتا ہے یعنی اگر وہ تجدید اُس کی ابناء زمان کے ہمؤں کے موافق ہو تو اصلاح اور تجدید کب ہوئی وہ تو ہمان آش در کاسہ کے مصداق رہی پس بنظر فرض منصبی مجدد کے اور بلحاظ اُس کی مجددیت کے اُس کو ضروری ہوا کہ ہر دو فن مذکور الصدر یعنی اشراق نوری اور فوقیات علمی میں بھی یکتاء زمانہ و متفرد و یگانہ ہو اور مکاشفات انبیاء عظام صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین میں جو ابناء زمان نے غلطی فی التعبیر کی ہے یا رواۃ کے واسطے سے غلطی فی متن الکشف واقع ہو گئی ہے جس سے ابناء زمان نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے اور مصداق فیلج اعوج کے حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے ہو گئی ہیں اون اغلاط کو وہ مجدد رفع کرے تاکہ امت مرحومہ [illegible]

اسلام میں ابھی ضرورت مجدد

فرض منصبی مجدد کا

لست منہم کی ترہیب سے مصئون و محفوظ رہے اور اُس کی مکاشفات و معائنات جو متحدیانہ ہیں ایسے محکم ہوں کہ اُس کے غیر کو خلاف مراد اُس کی تاویل کرنا جائز نہ ہو بلکہ کسی کو اُس کی مجال بھی نہ ہو کہ ایسے مسائل میں جن کا فیصلہ متحدیانہ اُس نے کیا ہے کوئی مخالفت کر سکے ورنہ پھر اُس کی بعثت سے کیا فائدہ ہوگا کہ الشئ اذا خلا عن مقصودہ لغی مثل مشہور ہے ایسا ہی علماء سلف شکر اللہ سعیہم کے اجتہادات اس مجدد پر کیونکر حجت ہو سکیں گے وہ تو دوسرے مجتہد پر بھی حجت نہیں ہو سکتے ہیں دیکھو کتب اصول کو باقی رہے امت مرحومہ کے خیالات کسی پیشین گوئی مخبر صادق کی نسبت جس کو نادانوں نے اجماع سمجھ رکھا ہے حالانکہ کسی پیشین گوئی کی نسبت قبل اُس کے وقوع کے اُس کی حقیقت تفصیلی اور واقعی پر اجماع ممکن ہی نہیں ہے اور نہ آج تک کسی پیشین گوئی پر اجماع اس طرح پر منقول ہوا تو اُن خیالات کی نسبت بمقابلہ اُس کے تجدید کے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ خیالات لن تجتمع امتی علی الضلالۃ کے مصداق ہیں ورنہ مؤلف ثابت کرے کہ حضرت عیسی کی حیات جسمانی پر صحابہ کرام یا مجتہدین امت نے کب اور کس زمانہ میں اجماع کیا ہے بلکہ صحابہ کا اجماع و اتفاق تو وفات پر ثابت ہوتا ہے دیکھو القسطاس المستقیم کو پھر اکابرین مفسرین نے تفسیر آیات متنازعہ فیہا میں اقوال مختلفہ نقل کئے ہیں تو اجماع کدھر ہوا پھر یہ اقوال مختلفہ جو مصداق ہیں شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا کے اُس مجدد کی رائے اور استنباط پر کیونکر منطبق نہ کئے جاویں گے کیونکہ وہ تو ایسی ہی اصلاح امت کے لئے آیا ہے اللہم اصلح امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جب کہ مؤلف رسالہ ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراق نوری کے حسب اقرار خود قابل اس امر کے نہ تھا کہ علماء زمان کی

حوالہ حصہ ۲ و ۳

درخواست کو قبول کر سکے تو اپنے اس رسالہ کا نام شمس الہدایت رکھنا برعکس نہند نام زنگی کا فور کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔ شعر

کبھیمۃ عمیاء قاد زمامہا اعمی علی عوج الطریق الجائر

معہذا اُس عقیدۂ باطلہ کا احقاق جو یوماً فیوماً مضمحل ہوتا چلا جاتا ہے اس رسالہ میں درج کر کر ضلوا فاضلوا کا مصداق کیوں ہوا اور اپنی مسلم پیشین گوئی مخبر صادق کو کیوں نہیں یاد رکھا فاذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لذاب حتی یہلک ص۲ س۱۳ ایحضرت اب تو یہ عقیدہ باطلہ وقتاً فوقتاً حسب اسی پیشین گوئی مخبر صادق کے مضمحل ہی ہوتا چلا جاوے گا پھر احقاق باطل سے آپ کا فائدہ ہی کیا ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ محرک اس کا اور کچھ نہیں صرف عناد ہی عناد ہے یا حسد یا بغض کسی بھائی مسلمان سے اندریںصورت بڑا ہی نادان ہے وہ شخص کہ مؤلف کے اس رسالہ سے اُس کو یہ جرأت ہو کہ معانی مرادہ آیات اور احادیث سے اعراض کرے اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو باستشہاد خیالات وظنون اور اوہام باطلہ کے مؤلف نے اس رسالہ میں مذکور کئے ہیں خوف کھا کر اور عقیدہ حقہ اہل اسلام سے انحراف کر کر منہج اعوج میں داخل رہے شعر

وما کل الظنون تکون حقا وما کل الصواب علی القیاس

کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا قضیہ مسلمہ ہے۔ ہاں البتہ بعض نادانوں سے خوف ہے کہ آیت اور احادیث کو کچھ اور ہی سمجھ لیں کیونکہ مؤلف نے ایسے اصول علی شفا جرف ہار اختراع کئے ہیں جن سے باقی آیات اور احادیث صحیحہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تحریف معنوی کی جا سکتی ہے اور جن سے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ نعوذ باللہ کاذب ہوا جاتا ہے اور توحید پر تقریب تام باقی نہیں رہتی پھر آج کل کے عوام و خواص اہل اسلام کی رجوعات

جواب ۳

آپ جیسے گدی نشینوں کی طرف کیونکر ہو کہ کلمۂ توحید کو کاذب ٹھہرا کر حضرت عیسیٰ کے لئے وہ صفات ثابت کی جاتی ہیں جو عیسائیوں کی عقائد باطلہ کے موافق ہیں حالانکہ وہ صفات مختص بذات وحدہ لاشریک لہ ہیں کما سیجئی ایہا الناظرون ادھر تو کلمہ توحید پر اعتراض اور ادھر حضرت عیسیٰ کے لئے صفات مختصہ الوہیت کا اثبات پھر بھی مجدد کی ضرورت نہ ہو ان ھذا لشئ عجاب کاش اگر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے معنی ہی آپ سمجھے اور سلجھائے ہوئے ہوتے تو آج کل کے اردو خواں اور زعمی مولوی فاضل ہی آپ سے محبت رکھ سکتے مگر جبکہ آپ کو معنی کلمہ توحید کے بھی حاصل نہیں تو پھر آپ جیسے سے کسی کو کیا امید ہوسکتی ہے شعر عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر ہا جز آہ نارسا کوئی سامان ہی نہیں ہا اور اس پر علاوہ یہ کہ جب ادلہ قاہرہ مسئلہ متنازعہ فیہا کے ان کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں تو آپ مثل مبہوت کے ہوکر جواب تو ندارد انھیں کو پھر تکرار کرنے لگتے ہیں تاکہ مریدوں کو یہ دھوکا ہو کہ پیر صاحب کو ان سب ادلہ کا جواب معلوم ہوگا جب ہی تو ان کا تکرار فرمار ہے ہیں مگر حضرت یہاں پر تو بحکم اذا تکرر تقرر کے وہ ادلہ کاملہ سویدار قلوب میں بعض آپ کے احباب کے ایسے جاگزیں ہوتے چلے جاتے ہیں کہ عقیدہ باطلہ کا ابطال ہوتا چلا جاتا ہے مثلاً جب کہا جاوے بتاؤ میاں گدی نشینو آیت یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ اور ایسے ہی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم جس قرآن کے ساتھ تمھارا ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں اور لفظ توفی کا تئیس جگہ قرآن کریم میں معنی قبض روح میں مستعمل ہوا ہے۔ اور افقہ الناس عبداللہ بن عباس نے بھی یہی معنی لئے ہیں بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو جب قولہ تعالےٰ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ کے وعدہ وفات

جواب صہ

جواب صہ ۳۰-۳۲

جواب

اور بمقتضاے فلما توفیتنی الخ کے تحقق وعدہ یعنی موت طبعی عیسی
بن مریم اور رفع روحانی کا ہوچکا اور آیت قیل ادخل الجنۃ
اور ایسے ہی فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی اور ایسے ہی
احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہے ہیں کہ ارواح مقربین بعد الوفات
جنت میں داخل ہو جاتی ہیں اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اُس سے
بحکم آیت و ما ھم منہا بمخرجین کے ناممکن اور مستلزم ہے وقوع کذب
کو آیت مذکورہ میں ایک فلما توفیتنی کیا بلکہ آیت قد خلت
من قبلہ الرسل اور انک میت و انہم میتون اور اموات
غیر احیاء بتمامہا اور وخاتم النبیین اور من نعمرہ ننکسہ
فی الخلق اور الیوم اکملت لکم دینکم اور فیہا تحیون و
فیہا تموتون اور ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین
اور کانا یاکلان الطعام اور اوصانی بالصلوۃ و الزکوۃ ما
دمت حیا اور قل سبحن ربی ہل کنت الا بشرا رسولا
اور ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام و
الملئکۃ و قضی الامر اور ھل ینظرون الا ان تاتیہم
الملئکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض ایات ربک یوم
یاتی بعض ایات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت
من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا - وقالوا لولا انزل علیہ
ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ولو جعلنا
ملکا لجعلناہ رجلا و للبسنا علیہم ما یلبسون اور حدیث صحیح
کما قال العبد الصالح اور حدیث لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض
نفس منفوسۃ الیوم یہ سب آیات اور احادیث صحیحہ بآواز بلند موت
ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام سے خبر دے رہی ہیں علاوہ
اس کے عقل انسانی اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود

و نزول مسیح سے بعینہٖ و بجسدہ العنصری منکر ہیں اور یہ احادیث نزول ابن
مریم اور خروج دجال وغیرہ منجملہ رویا اور مکاشفات نبویہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کے ہیں جن میں بعض کشف اجمالی ہیں مثل دیکھنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرد اگرد مدینہ
طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ جو ہمارے رسائل میں بشرح و بسط
تمام مندرج ہیں اور اکثر ایسے کشوف و رویا تعبیر طلب ہوتے ہیں
چنانچہ ظاہر ہے کہ حالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں
کچھ اور ہوتا ہے دیکھو قرآن مجید میں سورہ یوسف وغیرہ کو اور پھر دیکھو
تعطیر الانام وغیرہ کتب رویا کو جیسا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے اُس عورت کو دیکھا اور تعبیر اُس کی وبار مدینہ سے زادہا اللہ شرفاً
فرمائی معہذا حسب ارشاد خداوندی سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا
انک انت العلیم الحکیم کے تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے جیسا
کہ خواب میں آپ نے سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ کو زادہا اللہ تکریماً جانا ہوگا
اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں تخصیص
امسال کی غلطی ہوئی الغرض آیات اور احادیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید
تاول ٹھہرانے پر بعض احادیث نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے۔
واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ مؤلف رسالہ نے ہماری اُن براہین ساطعہ
اور ادلہ قاہرہ کو جس کا جواب آج تک کسی مخالف سے نہیں ہو سکا ایک
نہایت اجمال اور اختصار کے ساتھ ایسے طرز بیان سے نقل کیا ہے کہ
شاید اُن ادلہ کی تحقیر اور توہین کسی سادہ لوح کے دل میں پیدا ہو جاوے
اور سفہا کی نظروں میں وہ ادلہ قاہرہ ہلکے اور ہیچ نظر آویں چونکہ وہ سب
ادلہ ایسے ہیں کہ شرح اور بیان کرنے استدلال کی بھی اُن میں کچھ ضرورۃ
نہیں لہذا اس جگہ پر ہم نے بھی اول اُن سب ادلہ کو صرف بعبارت
مؤلف بلا شرح استدلال کے نقل کر دیا ہے تاکہ بحکم اذا تکرر تقرر کے اہل عقل

با انصاف کے دل میں اُن کی عظمت بدستور ثابت اور قائم رہے اور
ہمارا معارضہ بالقلب جو اس جواب میں اکثر اختیار کیا گیا ہے مؤلف پر بھی
حجت باہرہ ہو جاوے۔ خصوصاً جب کہ مؤلف رسالہ بجائے لفظ نزول
کے لفظ خروج و لفظ بعث احادیث مسلمہ میں تسلیم کر چکا ہے دیکھو صفحہ ۱
سطر ۴-۶-۹-۱۸- وغیرہ کو اور بھی لفظ خروج کا دجال کے لئے بھی احادیث
مسلمہ رسالہ میں وارد ہے دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۱۶ و صفحہ ۴۴ سطر ۵ وغیرہ کو اور بجائے
لفظ نزول کے لفظ بعث بھی آیا ہے دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۲۳ وغیرہ کو پس جب کہ
حضرت عیسی کے لئے لفظ نزول و خروج ہر دو اور اُس کے مشتقات
احادیث مسلمہ میں وارد ہوئے ہیں جیسا کہ دجال کے لئے تو کیا دجال
بھی آپ کے نزدیک پوتھے ہی آسمان سے نازل ہوگا یا جس طرح پر
حضرت عیسی آپ کے نزدیک نازل ہو دیں گے اُسی طرح پر جملہ مجددین
اُمت آسمانوں سے نازل ہوئے ہیں کیونکہ لفظ بعث کا جیسا کہ حضرت عیسی
کے لئے وارد ہوا اُسی طرح پر مجددوں کے لئے بھی فرمایا گیا ہے ہاں ہم
تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح پر دیگر مجددین کا نزول آسمان سے ہوا ہی
اُسی طرح پر یہ مجدد بھی اپنی عظمت شان کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا
ہے مگر کوئی مجدد یا رسول و نبی بجسدہ العنصری آسمان سے نازل نہیں ہوا
ومن ادعی فعلیہ الدلیل۔ **شعر**

ومن طلب الطریق بلا دلیل — الی لقد طلب المحالا
ومن قصد السراب یرید ماء — یری عین الحیاۃ به زلالا

پھر کیونکر احادیث نزول سے بعثت و ظہور اُس شخص کا مراد نہ ہو جو مماثل ہو
ابن مریم کا جب کہ وفات اُس کی قطعیات سے ثابت ہو چکی کما سیجئ۔
پس یہ نزول ویسا ہی ہے جیسا کہ مراد ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثل
ایلیا یعنی ظہور یحیی کا بشہادت مسیح ابن مریم کے تھا اور یہ نظیر اس واسطے
پیش کی جاتی ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون
وارد ہے اور جب کہ ایسے ادلہ قاہرہ مسئلہ ما نحن فیہ کے ثبوت کے لئے

موجود ہیں اور الہام متحدیانہ بھی اُسی کا مؤید ہے پھر کیونکر وہ الہام متحدیانہ منجملہ براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے نہ ہوگا دیکھو حجیت الہام کو رسائل مؤلفہ میں ورنہ فتوحات مکیہ اور میزان عبدالوہاب شعرانی وغیرہ کو دیکھو پھر بعد استماع اس کے خواہ کوئی مسلمان اردو خواں اور نام کا مولوی ہو یا کوئی گدی نشین تقریر مذکور جس کی بنا کی تشئید اور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً و کرہاً کس طرح مسلم اور قبول نکریگا قبول نکریگا تو کیا کرے قرآن اور حدیث سے کیونکر منکر ہو۔ ناظرین انصاف فرماویں کہ مؤلف رسالہ نے ہمارے ادلہ قاہرہ کو کیسی توہین اور تحقیر سے بیان کیا ہے تاکہ سفہا کو یہ فریب دیوے کہ یہ ادلہ کچھ حقیقت نہیں رکھتیں حالانکہ یہ وہ ادلہ ہیں کہ مخالفین سے آج تک جواب اُن کا نہیں ہو سکا اور سب مخالف ترھقھم ذلة کے مصداق ہو رہے ہیں پس ایسی دھوکا دہی سے مذہب حق کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا و لنعم ما قیل۔ شعر

فی زخرف القول تزئین لباطله والحق قد یعتریه سوء تعبیر

اور یہ خزف ریزہ چند بمقابلہ نصوص قطعیہ کے کوئی عقلمند کیونکر قبول کر سکتا ہے اور اُسی پیٹے پائے ہوئے راستہ کو جس پر فیج اعوج چلتی رہی اور مخبر صادق نے اُس کی نسبت یہ ارشاد فرمایا ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولست منہم کیونکر اُس کو صراط مستقیم قرار دیا جاوے جو کتاب و سنت کے محض خلاف ہے رسول مقبول نے تو یہ وصیت فرمائی ہے کہ لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بامرین کتاب اللہ و سنت نبیہ موطا امام مالک اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ مجھ کو حضرت مہرشاہ صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رد و جواب کا نہیں ہوا ہے بالتخصیص اگرچہ مولف رسالہ نے بڑی بڑے اکابر متکلمین و محققین صوفیہ کی نسبت جن کے ساتھ یہ خاکسار بھی الحب فی اللہ کا تعلق رکھتا ہے باآواز بلند اپنی اس تالیف میں پکار کر کہدیا کہ کلمہ

جواب صفحہ ۵

توحید کے معنی بھی یہ اکابر نہیں جانتے تھے اس وجہ سے جناب موصوف
کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اس جرأت کے محل شکایت اور
موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا علی الخصوص جب کہ قطع نظر مجددیت
و مہدویت حضرت اقدس مرزا صاحب کے کاش مؤلف رسالہ یہی خیال و
لحاظ کرتا کہ الحمدللہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعدائی دین
ہنود اور نصاری کے کھڑا ہوا ہے اور تمام مخالفین اسلام کے مقابلہ
میں للکار رہا ہے کہ

چہ ہیبتہا بدادند ایں جواں را | کہ ناید کس بمیدان محمد
الا ای دشمن نادان و بے راہ | بترس از تیغ بران محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است | بیا بنگر زغلمان محمد

ای حضرت مؤلف صاحب اس مقدس شخص کے وجود سے تمام مخالفین
اسلام پر حجت پوری ہوگئی ہے اور اس مؤید اسلام نے تمام دنیا میں
اعلان دے دیا ہے کہ آسمانی نشان اور برکات الہیہ صرف اسی دین
اسلام میں پائے جاتے ہیں اور اب دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں
ہے کہ ان برکات اور نشانوں میں اسلام کا مقابل ہو سکے تمام مخالفین
عیسائی ہوں یا آریہ یا اور کوئی کائنامن کان اس کے مقابل میں ملزم
اور لاجواب ہیں سکھوں پر وہ حجت قائم کی ہے کہ بغیر قبول کرنے
اسلام کے اب ان کو سر اٹھانے کی جگہ باقی نہیں رہی اسلام کیلئے ایک
عجیب موسم بہار آگیا ہے اور تمام مذاہب پر ایک بڑی خزاں آتی
چلی جاتی ہے اگر آپ کے دل میں اسلام کی محبت تھوڑی سی بھی
ہوتی تو ایسے مؤید اسلام کو ایسے سخت الفاظ ذیل کنایۃً بھی ہرگز نہ
لکھتے کہ ان کے پاس بغیر ظاہر پرستی سخن سازی ہوس بازی فتنہ پردازی
وغیرہ کے اور کچھ نہیں اور ان کے مواد فطرت انسانی تعصب کی
ہواؤں سے اور جہالت کے بخارات سے متعفن اور گندی ہو رہے
ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر باوجود نہ ہونے اشراق نوری اور لیاقت علمی کے آپ نے

اس کوچہ میں داخل ہو کر کیا فائدہ حاصل کیا بقول شخصے شعر
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند تو بروں در چہ کردی کہ درون در آئی
اور یہ خاموشی آپ کی اس وجہ سے نہ تھی کہ اُس کے سننے کو آپ مکروہ
اور موذی سمجھتے تھے بلکہ موجب اُس کا حسب الحکم عصمت بی بی از بیچاری
کے تھا نہ اتباع مشائخ عظام جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین
و الآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کا مہتلا ایسے مؤید اسلام کی نسبت یہ حملے
کئے جو مذکور ہوے واہ حضرت مہر شاہ صاحب آپ نے سلطان المشائخ
رضی اللہ تعالے عنہ وعن سائر المشائخ کے مقولہ پر خوب عمل کیا ہے شعر
آنہا کہ بجائی من بد بیہا کردند گر دست رسد بجز نکوئی نہ کنم
اور جب کہ حسب اقرار آپ کے آپ کو اور دیگر ابناء زمان کو نہ اشراق
نوری حاصل ہے اور نہ لیاقت علمی تو آپ کے شمس الہدایت میں
پھر اشراق کہاں سے آوے گا اور بموجب آپ کے ہی قول کے یہ خزف
ریزہائے چند اگر اردو میں ہیں تو شمس الہدایت کیونکر ہو سکتے ہیں
اب تو یہ شمس آپ کا ایسے کسوف میں آگیا ہے کہ قیامت تک اُس کو
اس انکساف سے نجات نہ ملے گی اور اُس کو اب اس انکساف سے
انکشاف حاصل نہ ہوگا اور اگر اُن کو لباس فارسی کا پہرایا جاوے تو
ہدیۃ الرسول نہیں ہو سکتے ۔ شعر
جوہر جام جم از طینت کان دگر است تو توقع زگل کوزہ گران میداری
اور مجدد مامور من اللہ جس کی بعثت خاص اللہ کی طرف سے ہوتی
ہے اور تمام دنیا کی اصلاح کے لیئے آتا ہے وہ تو بامر اللہ سب
کچھ کہہ سکتا ہے دیکھو حرف تاکید بحرف ان کو اور اسناد بعثت کی
جو اللہ کی طرف ہے اور ان اللہ یبعث میں موجود ہے ۔ اور آپ
نے جو عبارت ایام الصلح کی صفحہ ۱۳۲ سے نقل کی ہے اُس میں کونسا
بڑا دعوی ہے کیونکہ جو شخص مبعوث من اللہ ہوگا اُس کے مقابلہ میں
تو کوئی محدث یا مفسر چشتی ہو یا قادری نقشبندی ہو یا سہروردی ٹھہرہی

جواب صفحہ

نہیں سکتا آپ کے مسلم اہل اللہ کا مقولہ ہے کہ دبہتمام عالم یک انا
گوئی است کہ انا نیست او از ہمہ جا جلوہ گر ہست ہماں یک ذات ہست
کہ اولا تجلی علمی نمودہ بار دیگر بصورت علمہای جہاں شد صلہ آپ میں
اور آپ کے ابنائے زمان میں تو بہ سبب فقدان تقوی کے اب نہ تو اشراق
نوری رہا ہے اور نہ انشراح صدری تاکہ وعدہ ان تتقوا اللہ یجعل
لکم فرقانا متحقق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو اور نہ لیاقت
علمی ہے جس کے ذریعہ سے مراد شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو
تو مطابق ما انا علیہ واصحابی کے درست رکھیں آخر عبارت
تک پھر معہذا آپ ایسے ناامید کیوں ہو گئے ان لربکم فی ایام دھرکم
نفحات الا فتعرضوا لھا بھی تو وارد ہے اس میں نذیر کیا ہو
اگر اُس کی پیشی میں حاضر نہ ہوے تھے تو ادنی درجہ یہ تھا کہ مخالفت
ہی نہ کی ہوتی۔ پھر اگر حضرت اقدس مرزا صاحب اس صدی کے مجدد نہیں
تو پھر آپ ہی بتلاویں کہ اس صدی میں کون شخص ایسا ہے جو فرض
منصب مجددیت کو جس کی ضرورت سخت اسلام کو اس قرن میں واقع
ہے ادا کر رہا ہو ہم تو چار طرف سے بڑے بڑے مدعیوں کے یہاں یہ
مضمون دیکھ رہے ہیں۔ ع

والی الغناء فکالحمیر تناھقوا　　　واللہ ما رقصوا لاجل اللہ
دف ومزمار ونغمۃ شادن　　　ارایت قط عبادۃ بملاھی

الحضرت شاہ صاحب ایسے دعوی حقہ کو لاف نہیں کہتے بلکہ یہ تو تعمیل
ہے اُن احکام الٰہی کی جو مذکور ہیں آیات ذیل میں قال اللہ تعالیٰ
فاصدع بما تؤمر و اما بنعمۃ ربک فحدث۔ بلغ ما انزل
الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ کیا ایسے زمانہ
میں بھی جس کے اوصاف فقدان تقوی اور عدم اشراق نوری وانشراح
صدری آپ بیان کر چکے ہیں آپ کی توجہ فوق کل ذی علم علیم
اور بلی عندنا حضر کی طرف کیوں نہیں ہوتی ضرور ہونی چاہیے شعر

فدع صاحب المزمار والدف والغنا ٭ وما اختاره من طاعة الله مذهبا
ويعلم ما قد كان فيه حياته ٭ اذا حصلت اعماله كلها هبا

ایحضرت کسی قدر اس شعر کا بھی تو خیال رہے۔ **شعر**

خاکساران جہان را بحقارت منگر ۔ توچہ دانی کہ دریں گرد سواری باشد

اور آپ نے کون کون سے گروہ اہل اللہ مشاہیر یا مستورین کو دیکھا ہے جن کے کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوس مطہرہ سے صبغۃ اللہ کی رنگت اور کنت سمعہ بی یسمع بصرہ بی یبصر دکھلا رہی تھی اُن کے نامہاے گرامی سے اطلاع فرمائی جاوے کہ وہ کس جگہ پر ہیں یا آپ کے عصر میں کس وقت میں تھے ہم کو اُن کی بڑی تلاش ہے ہم نے توجس گدی نشین کو دیکھا شرک و بدعت ومحرمات ومنہیات شرعیہ میں مبتلا پایا ہی سو نعوذ باللہ من اناس ٭ تشیخوا قبل ان یشیخوا
اخشوشنوا وحدودبوا ریاء ٭ فاحذرهم انهم فخوخ

اور پھر یہ گذارش ہے کہ آپ کے زمانہ میں جب کہ اشراق نوری و انشراح صدری ہی گم ہوگیا ہو حتیٰ کہ لیاقت علمی کا یہ حال ہوا ہو کہ الفاظ حدیث مشہورہ کنت سمعہ کی بھی صحت لفظی نہیں کرسکے تو پھر آپ نے گروہ اہل اللہ ملہمین ومحدثین کو کہاں سے دیکھ لیا۔ سلمنا کہ آپ نے گروہ اہل اللہ کو بھی دیکھا ہے مگر مہدی معہود اور مسیح موعود امام آخر الزمان کو تو نہیں دیکھا تھا جسکی شان کی عظمت احادیث صحیحہ میں بڑی اہتمام سے بیان کی گئی ہے اور اب آسمان وزمین اُس کی بعثت من اللہ ہونے پر شہادت دے رہے ہیں یاد کرو اجتماع کسوف و خسوف کو جو ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا* اور اسکا چرچا تمام دنیا میں مشتہر ہوا اور نیز یاد کرو الہام در بارہ لیکھرام جس کا ذکر حدیثوں میں بھی موجود ہے** وغیرہ وغیرہ اور مستورین یا مستورات کا ذکر ایسے مبحث میں بالکل بے محل ہے یہاں پر اُس شخص کا ذکر کرنا چاہیئے

* دیکھو رسالہ نورالابصار اور القول المعروف کو منہ ** دیکھو رسالہ مسلک العارف کو منہ

بحث لا اله الا الله

جو مصداق ہو پیشین گوئی مندرجہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا
جس کی ایک شان خاص علی منہاج النبوۃ واقع ہوئی ہے وشتان
بینہما و لنعم ماقیل۔ شعر

گفت آن گلیم خویش بدر میبرد زموج وایں جہد میکند کہ بگیرد غریق را

اب بسم اللہ آپ تشریف لاویں اور بیعت اس امام الزمان میں داخل ہوں
معارف و اسرار کلمہ طیبہ کے یہ امام الزمان آپ کو ضرور تلقین فرما دیں گے
اورظاہری طور پر علوم الیہ سے آپ کے شکوک و شبہات کا ازالہ بحولہ
و قوتہ اختصار کے ساتھ ہم کئے دیتے ہیں وہو ہذا واضح و لائح ہو کہ
محاورہ قرآن مجید میں بلحاظ تخصیص عقلی اور شرعی کے لفظ الہ سے مراد
وہ معبود حقیقی ہے جو واجب الوجود لذاتہ ہے اور منزہ ہے اس سے
کہ حوادث اُس میں حلول کریں یا وہ حوادث میں حلول کرے اور نہ وہ
حوادث کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے اور یہ مفہوم اگرچہ کلی ہے مگر منحصر
فرد واحد میں و لا تعدد فیہ اصلا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ الہ وہی ہے جس کو
غایت الکمال حاصل ہو یعنی جس کے اوپر کوئی اور ترقی کمال کی متصور
نہ ہو ورنہ ہرایک عالی سافل کے لئے الہ ہوجاوے ہذا خلف۔ الاہ
اگر واجب الوجود لذاتہ نہ ہو تو وہ ناقص ہوا کیونکہ جو واجب الوجود نہیں
وہ اپنے مرتبہ ذات میں عدم ہے جو نہایت درجہ کا نقصان ہے و
الالٰہ من لہ غایت الکمال۔ اور حلول حوادث کا اُس میں
موجب ہے تغیر و تبدل کو ذات الہ میں کیونکہ یہ تغیر اگر غایت کمال سے
طرف غائت کمال کے ہے تو یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ متساویین کا ایک دوسرے
پر عالی ہونا ہو ہی نہیں سکتا لاہتمامتساویان پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسی
ایک کو غایت العلو ہو دوسرے پر اسی واسطے غایت الکمال میں تعدد
نہیں ہو سکتا پس اس لئے الہ میں تعدد ممکن نہیں ہے اور اگر یہ تغیر نقص
سے غایت الکمال کی طرف ہو۔ تو لازم آتا ہے کہ قبل غایت الکمال کے
حالت نقص میں اُس کو الوہیت ثابت نہ ہو وہو خلاف المفروض اوراگر

یہ تغیر غایت الکمال سے نقص کی طرف ہو تو اس تغیر کے بعد الوہیت
اُس کی جاتی رہے اذ الالہ من لہ غایت الکمال آگے رہا حلول اگر وہ حلول
مظروف کا سا ہے ظرف میں تو لازم آوے گا کہ وہ الہ محاط ہو جاوے
اور یہ بھی نقص ہے جو غایت الکمال کے مخالف ہے اور اگر یہ حلول عرض
اور صورۃ کا سا حلول ہے محل میں تو لازم آتی ہے احتیاج طرف محل حادث
کے اور یہ احتیاج افتقار الی القدیم سے بھی زیادہ تر ناقص ہے۔ اب
باقی رہا اتحاد حوادث کے ساتھ سو اس اتحاد کی صورت میں اگر دونو میں
سے ایک حادث باقی نہ رہے تو اتحاد موجود کا معدوم کے ساتھ ہوا جا
تا ہے وھو باطل اور اگر دونو باقی نہ رہیں تو فنا قدیم کی لازم آتی ہے
وھو محال پس ثابت ہوا کہ تعدد الہ باطل ہے۔ دلیل نقلی اس تخصیص کی
کہ مراد الٰہ سے قرآن مجید میں وہی ذات واجب الوجود لذاتہ ہے جو مذکور
ہوا یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وما من الہ الا اللہ ایضاً قال تعالیٰ
انما اللہ الہ واحد۔ وما من الہ الا الہ واحد۔ فیہ بیان
التوحید ای لیس فی الوجود الہ ولا ثانی لہ ولا شریک لہ
ولا ولد لہ ولا صاحبۃ لہ الا اللہ سبحانہ و لفظۃ من
لتاکید الاستغراق المستفاد من النفی قالہ الزمخشری ایضا
قال تعالیٰ فقالوا ربنا رب السموات والارض لن ندعو من
دونہ الٰہا لقد قلنا اذا شططا وغیرہ وغیرہ پس ہرگاہ کہ کوئی الہ سوا
الہ واحد کے موجود ہی نہیں جیسا کہ بحث قصر سے جو آیات مذکورہ میں موجود
ہے ثابت ہوتا ہے خواہ آپ قصر افراد لیویں یا قصر تعیین ہم کو اس میں کچھ
بحث نہیں تو مؤلف کا یہ دعویٰ کہ وقت استغراق اور جمعیت کے اور ایسا
ہی وقت اضافت کے مشرکین کی طرف مراد الہ سے معبودات ممکنہ مثل
اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں غیر مسلم ہے اور کوئی دلیل اُس پر قائم نہیں
کی اور زعم مشرکین ہم پر حجت نہیں ہے مع ان شریک الباری ممتنع لا ممکن
پس معنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے واضح اور صاف ہیں یعنی نہیں ہے

جواب ہوئی کی شق الاالا سے

کوئی معبود حقیقی موجود سوا اللہ کے پس اسمیں کذب کہاں ہے بلکہ
معترض خود محض کاذب ہے اور آیت لو کان فیہما الہۃ الا اللہ
لفسدتا بھی تعدد آلہہ کے بطلان کے لئے دلیل قطعی ہے جس کو دوسرے
مقام پر خود جناب باری تعالی نے مفصل طور پر بیان فرمایا ہے کما قال
اللہ تعالے ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ
اذا لذھب کل الہ بما خلق و لعلے بعضہم علی بعض
سبحن اللہ عما یصفون حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ
تعالی کے لئے ولد متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ ولد کے لئے ضروری ہے
کہ اپنے والد کے اخص اوصاف میں مثلاً جیسا کہ یہاں پر وجوب الوجود
ہی مشارک ہو ورنہ وہ ولد کیا ہوا لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود
ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی کیونکہ ولد تو والد سے مؤخر ہوتا ہے فاین
وجوب الوجود۔ اور نہ کوئی دوسرا الہ وجوب وجود میں اُس کے
ساتھ معیت رکھتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں
کہ اُن دونو الہ کا تمھارے نزدیک متخالف بالذات ہونا واجب ہی
یا نہیں بشق ثانی دونو آلہہ بالضرور کسی ذاتی میں مشترک ہوں گے
اور دوسری ذاتی میں متخالف ہوں گے پس ترکیب لازم آئی اندریںصورت
دونو کی احتیاج اپنے اجزائے ذاتیہ کی طرف لازم آوے گی وھو
مناف لوجوب الوجود۔ اور بشق اول متخالفان بالذات کے افعال
کا متخالف ہونا بھی ضروری ہوگا اور اُس کا اقل درجہ یہ ہے کہ عالم کا
فساد لازم آوے گا اور نظام و ارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جاوے
گا لیکن ہم دیکھتے ہیں اور عالمان علوم طبعیات بخوبی جانتے ہیں کہ
ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسرے اشیاء عالم کے ساتھ منضبط ہے
اور تمام اشیاء عالم باہم منتظم و مرتبط ہیں پس انتفای تالی مستلزم ہے
انتفاء مقدم کو وھو المطلوب۔ اور یہی حاصل مطلب ہے آیت
وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق کا۔

اور دوسری دلیل ابطال تعدد الہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک الہ
دوسرے الہ پر علو کامل چاہے گا اذ الالہ من لہ غایت الکمال
ولا یکون علو الالہیۃ الا بالعلو الکامل - اور دوسرا الہ
اسی طرح پر علو کامل من کل الوجوہ کا مقتضی ہو گا لیکن ہر ایک الہ کا علو
کامل دوسرے الہ پر محال ہے اور یہی معنے ہیں لعلی بعضہم علی
بعض کے بس اُس کی طرف نسبت ولد اور شریک کی ہرگز جائز نہیں اور
اُس کی ذات پاک ہے ان دونو بہتانوں سے اور یہی معنی ہیں سبحٰن
اللہ عما یصفون کے فبطل التعدد و ثبت التوحید بنار
علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے
عنوان ✱ موضوعی یا محمولی سے لیا جاوے تو مستلزم لفسدتا کو ضرور

✱ حاشیہ واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا
ایسا تعاقب کیا ہے کہ جدھر کو مؤلف گیا ہے اُدھر ہی کو ہم بھی اُس کے
ساتھ ساتھ گئے ہیں تاکہ الفاظ کی تغلیط میں نزاع لفظی نہ ہو جاوے
اور اتمام حجت پورے طور پر ہو اسی تعاقب کی وجہ سے ہم نے اس
جگہ پر لفظ عنوان موضوعی اور محمولی کا لکھدیا ہے حالانکہ اس محل پر لفظ
عنوان موضوعی اور محمولی کا لکھنا سرتاپا غلط ہے کیونکہ اگر اس عبارت کا
تعلق کلمہ لا الہ الا اللہ سے ہے تو یہ عبارت ذیل غلط ہوئی جاتی
ہے (مستلزم لما کانتا یا لفسدتا کو نہیں ہو سکتا) کیونکہ لا الہ
الا اللہ میں لما کانتا اور لفسدتا کہاں ہے اور اگر اس عبارت کا
تعلق لو کان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا سے ہے تو
یہاں پر عنوان موضوعی اور محمولی نہیں ہے بلکہ مقدم اور تالی ہیں
فہذہ العبارۃ غلط صریح علی کلا التقدیرین
اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مؤلف اصطلاحات منطقیہ سے
محض ناآشنا ہے چند حرف اصطلاحی بعض فنون کے یاد کر لیئے ہیں

ہو گا کما مر استدلالہ تفصیلاً اور مؤلف نے جو استبلاء صفاتی بعضہا علی بعض کا ذکر اس جگہ پر کیا ہے وہ بالکل بے محل ہے یہاں پر تو استیلاء ذوات وجبا بعضہا علی بعض میں گفتگو ہے جس کو باطل کیا گیا اور توحید الہ ثابت ہوئی پس مؤلف پر ضروری ہے کہ صفات احدیت وصمدیت میں مسئلہ مجعولہ خود یعنی استیلاء صفاتی بعضہا علی بعض کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اول ثابت کرے کہ صفات احدیت وصمدیت میں استیلاء بعضہا علی بعض واقع ہے تب ہم بھی اس مسئلہ استیلاء صفاتی بعضہا علی بعض میں گفتگو کریں گے اور سوا اس کے مؤلف جس مسئلہ صفات باری میں ہم سے گفتگو کرے گا تب اُس مسئلہ صفات کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ حل کیا جاوے گا اور سلمنا کہ ازلیت امکان مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض الالہ موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کا یعنی لا الہ موجود بالضرورۃ کا اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اس کا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وارد کیا جاتا ہے اگر کلمہ توحید کو موجہات کا لباس پہرا کر سمجھتا ہے تو یوں کہیئے کہ لا الہ غیر اللہ موجود بالضرورۃ کیونکہ یہاں پر حرف اِلّا موجود ہے جو بمعنی غیر ہے اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے۔ اب دیکھو یہ ضروریہ سالبہ کلیہ صادق ہے پس اس کا نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ کاذب ہوگا یعنی بعض الالہ غیر اللہ موجود بالامکان العام پس اس کے کذب میں مؤلف کو کیا شک ہے۔ الغرض ہم کو کوئی امر مانع نہیں اس سے کہ تقدیر ممکن یا موجود کے قائل ہوں کیونکہ درصورت ارادہ استحقاق واقعی کے آیت تمانع میں تقریب تام بخوبی حاصل ہے کما بینا۔ اور آیت لو کان ھولاء الھۃ ما وردوھا وغیرہ میں جو مؤلف کہتا ہے کہ مراد اُس سے معبودات ممکنہ ہیں ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس میں بھی نفی الوہیت مستحقہ ہی کی فرمائی گئی ہے نہ ثبوت الوہیت مستحقہ کا آگے رہی یہ بات کہ کفار مشرکین کی طرف سے

جواب صد

نقل کیا گیا ہے کہ اجعل الالہۃ الٰہا واحدا سو یہ قول مشرکین کا
ہم پر حجت نہیں ہو سکتا جب کہ اُس کی تردید خود کلام الٰہی میں موجود ہے
کہ لوکان ہؤلاء الہۃ ما وردوھا کیونکہ یہاں پر ان کے اصنام سے
نفی الوہیت مستحقہ کی فرمائی گئی ہے نہ ثبوت الوہیت مستحقہ کا اب مؤلف
بیان کرے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنوں میں کیا شک باقی ہے
الحضرت اب بھی کلمہ توحید کے معنی آپ پر حل ہوے یا نہیں اگر ابھی تک
کوئی شبہ باقی ہے تو اور سہی لیجیے ای مؤلف صاحب اگر ہم دو الہ فرض کریں
تو ضرور ہے کہ ہر ایک ان دونو میں سے جمیع مقدورات پر قادر ہوگا
بالکل وجوہ اذ الالہ من لہ غایۃ الکمال پس اس سے لازم آوے
گا وقوع مقدور معین کا قادرین مستقلین سے بوجہ واحد لیکن یہ محال ہے
کیونکہ استناد فعل کا فاعل کی طرف جو اُس کے امکان کی وجہ سے ہے ہر ایک الہ
کیطرف ہوگا اور ہر ایک الہ ان دونو میں سے مستقل بالایجاد ہو تو اس وجہ سے کہ فعل جو ایک الہ
کی طرف مستند ہے واجب الوقوع ہوگا اور دوسرے سے مستغنی اور
جب دوسرے کی طرف اُس کی استناد کا لحاظ کیا جاوے تو اُس کے ساتھ
بھی واجب الوقوع ہوگا اور پہلے سے مستغنی پس لازم آوے گی استغنا
اُس کی اُن دونو سے معا اور نیز لازم آوے گی احتیاج طرف اُن دونو کے
معًا وذلک محال باطل بالبداھۃ۔ پھر ہم اسی استدلال کو دوسرے
پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ الوہیت مستلزم ہے قدرت مطلقہ تامہ کاملہ
کو ہر ایک الہ کے لئے پس بقا اور وجود آسمان و زمین کا جس شان سے
کہ ہے یا تو ہر ایک الہ کی تاثیر سے ہوگا اور یا کسی ایک کی تاثیر سے ان
دونو میں سے۔ شق اول میں وقوع معلول معین کا علل مستقلہ متعددہ
کے ساتھ لازم آوے گا جو باطل ہے بہ تقریر مذکورہ وجہ سابقہ کے اور
یا دونو میں سے کسی ایک کی تاثیر سے ہوگا پس باقی کی الوہیت منتفی
ہوگی قطعًا پس بالآخر یہ عرض ہے کہ آیت مذکورہ میں انتفار تالی سے
انتفار مقدم کا ضروری ہوا وہو المطلوب۔ ایک اور وجہ سے ہم آیت کی

بیان کلمہ لا الا الا الہ بسر جواب صحیح

تفسیر کرتے ہیں کہ اگر آلہہ متعدد ہوں تو یا سب کے سب اپنے ارادوں میں
متوافق ہوں گے تو وہی توارد قدرتوں مستقلہ کا مقدور واحد پر لازم آتا ہی
اور اگر متخالف ہوں اپنی مراد میں تو آپس میں متعاوق ہوں گے جس سے
فساد لازم آوے گا بلکہ اس صورت میں کوئی موجود جنر وجود میں بھی نہیں
آسکتا فحیث انتفی التالی تعین انتفاء المقدم اب فرمائیے کہ کلمہ
توحید کے معنی سراسر صدق ہی صدق ہیں یا اب تک آپ کے نزدیک کوئی
شائبہ کذب کا کلمہ توحید میں باقی رہ گیا - پس ہم کو اب اس بحث میں پڑنے
کی بھی کوئی ضرورت نہ رہی کہ تعاوق فیما بین الذوات اور تعاوق فیما بین
الصفات میں فرق یا عدم فرق مفید ہے یا غیر مفید اور نیز مؤلف نے ابھی
تک یہ ثابت ہی نہیں کیا کہ فیما بین صفات احدیت اور صمدیت کے تعاوق
واقع ہے جب اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرے گا تب ہم بھی انشاء
اللہ تعالےٰ اس کی طرف توجہ کریں گے - **شعر**

فان کنت ذا عقل وفہم وفطنة علمت الذی قد کنت بالامس تجہل

اور چونکہ مؤلف صاحب نے اپنے خزف ریزہائے چند کے مجیب کو شق ثانی
میں یہ اجازت دی ہے کہ فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنی کے مدعا
کو مدلل کرے جس کو علمای ثقات فصحا و بلغا قبول فرمادیں انتہی بلفظہ بدیں
لحاظ اس جواب میں حسب الاجازت یہی مسلک ثانی اختیار کیا گیا حسبنا
کتاب اللہ ہاں ان احادیث وروایات صحابہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے
جو آپ کے اس رسالہ میں مسلم اور مندرج ہیں تاکہ مؤلف صاحب کو انکار
کی گنجائش باقی نہ رہے اور بحث اسناد رجال یا توثیق و تعدیل رواۃ کی زیادہ تر
مبحوث عنہ نہو جاوے اور سامعین و ناظرین کو طوالت سے ملالت پیدا نہو
ہاں ہدیۃ الرسول کے جواب ورد میں شرح و بسط کے ساتھ بحث کی جاوے
گی انشاء اللہ تعالےٰ اور اگر اسی جواب سے سب تار و پود اس کا اکھڑ گیا
تو کچھ اس کے جواب کی ضرورت نہیں من حسن اسلام المرء ترکہ
مالا یعنیہ غرض تو صرف اس قدر ہے کہ آپ کا فخر و ناز اور سرور ان اغلوطات

پر جو آپ نے لکھے ہیں جاتا رہے۔ **شعر**

اشد الغم عندی فی سرور تیقن عنه صاحبه انتقالا

اور واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے بپاس خاطر مؤلف صاحب کے صرف استدلال بہ کتاب اللہ اختیار کیا ہے ہاں ایک مدعی کے لئے چند آیات بینات مؤید و مصدق مدعی پیش کی ہیں کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انزل الکتب مصدقا بعضہ بعضا رواہ احمد و ابن ماجۃ لہذا ہم بھی آپ کی خدمت میں یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے رسالہ کا جواب لکھنا چاہیں تو یہی مسلک مرعی رکھا جاوے اور روایات رطب و یابس جو مخالف قرآن مجید کے ہیں ان کو پیش نہ کیا جاوے قرآن مجید ایسی کتاب لاریب فیہ نہیں جو اس کے مقابلہ میں اسرائیلی روایات لائی جاویں۔ ولنعم ما قیل **شعر**

جمال شاہد قرآں نقاب آنگاہ بکشاید   که دار الملک ایماں را بیابد خالی از غوغا

قولہ کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

اقول اے ناظرین از برائے خدا بحکم الانصاف احسن الاوصاف ذرہ انصاف فرمایا جاوے جس مسئلہ کی نسبت ایک شور و غل مچ رہا تھا کہ خلاف اجماع ہے اب اس کی نسبت مؤلف رسالہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل تحقیق رفع جسم برزخی کے بھی قائل ہیں پھر مؤلف صاحب سے عرض ہے کہ ہم لوگوں کو آپ اہل تحقیق میں ہی رکھیئے اور آپ تو عوام اور کافہ اہل اسلام میں شامل ہیں۔ میں حضرت کیا ایسے ہی مسئلہ کو ثابت بالاجماع کہا جاتا ہے جس میں اہل تحقیق اس کے مخالف ہوں۔ اور پھر میں دریافت کرتا ہوں کہ نزول بجسدہ العنصری میں تو خود آپ ہی نے اتفاق نہیں کیا بلکہ احادیث صحیحہ سے بجائے نزول کہیں پر خروج لکھا ہے اور کہیں پر بعث کما مر سابقا کیا اسی کو اتفاق کہتے ہیں آپ نے اول سے اول ہی تمام تار و پود

جواب صفحہ ۷ سطر ۱۳

اپنی بحث مندرجہ رسالہ کا اُدھیڑ دیا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں
ایک فوج کثیر یعنی فیج اعوج کا اختلاف ہے اور محققین کا مذہب اُس
کے خلاف ہے اس اختلاف فیج اعوج کو اس حَکَم عدل نے رفع کر دیا
جس کا فیصلہ کرنا بحیثیت تجدید **مجدد** پر ضروری تھا پھر آپ نے زرکثیر
مریدوں سے واسطے طیاری اور طبع اس رسالہ کے لے کر کیا کام کیا۔
عقلمند مریدوں کو تو ہماری طرف بھیجدیا اور سادہ لوحوں کو اشتباہ اور تذبذب
میں ڈالدیا۔ و لنعم ما قیل۔ **قطعہ**

رق الزجاج و رقت الخمر فتشابہا و تشاکل الامر
فکانما خمر و لا قدح و کانما قدح و لا خمر

قولہ آیت کریمہ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ
نص صریح ہے رفع جسمی میں۔

اقول کلمہ بَلْ آیت مذکورہ میں جس کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے ابطال ماقبل
کے لیئے آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو باطل کرتا ہے جو عیسیٰ بن مریم
کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے جس کو ملعونیت اور عدم رفع
حسب احکام تورات و اعتقاد یہود کے لازم ہے کیونکہ ماقبل اور مابعد بل
اضرابیہ اور ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دو نو معاً متحقق نہیں ہوتے
اور مؤلف حاشیہ میں لکھتا ہے کہ کلمہ بل کا بعد نفی کے لفظی ہو یا معنوی او
ایسا ہی بعد نہی کے ابطال ہی کے لیئے ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔ محاورہ قرآن کریم
اور عرف بغیر تخصیص بلغۃ دون لغۃ اس پر شاہد ہیں وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ ولدیت اور عبودیت منافی ہیں تحقق میں
اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور ایتان بالحق
یعنی من جانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد ہیں۔ زید کو میںنے مارا
نہیں بلکہ اُس کو عزت دی عمر کو میںنے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کر کھلایا
مارنا اور عزت دینی ایسا ہی بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں بعد تمہید ہذا
آیت وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں بھی حسب مقتضا

جواب صفحہ ۹ و کتاب سطر

کلمہ بل کے مقتولیت بالصلیب جس کو حسب اعتقاد یہود اور حکم توراۃ کے ملعونیت لازم ہے اور مرفوعیت روحانی باہم متنافی اور متضاد ہیں لیکن مرفوعیت جسمانی اور ملعونیت (جو لازم مقتولیت بالصلیب کو ہے) باہم متنافی نہیں ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا مشرکین وکفار جنکی کوٹھیاں بلند پہاڑوں پر بنی ہوئی ہیں باعتبار جسم کے مرفوع ہیں اور ایسے ہی (۲۶۱۰۷) فٹ اونچا جو غبارہ جا سکتا ہے اُس میں اکثر کفار ہی مرفوع الجسم ہوتے ہیں نہ مرفوع الدرجات بلکہ عند اللہ ملعون ہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے زیر دامن کوہ موحدین مؤمنین جسمانی طور سے مخفوض ہیں لیکن عنداللہ مرفوع الدرجات ہیں تو کیا آپ کے نزدیک وہ کفار مرفوع بجسم عنصری مرفوع الدرجات یا مقبول الٰہی ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے جو مومنین موحدین سکونت پذیر ہیں کیا آپ کے عندیہ میں نعوذ باللہ مردود و ملعون ہیں کلا وحاشا پس ثابت ہوا کہ مسئلہ رفع جسمانی حضرت عیسیٰ میں یہود کو کچھ بحث ہی نہ تھی بلکہ مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے صرف یہ تھا کہ بموجب حکم توریت کے حضرت عیسیٰ کو مردود و ملعون قرار دے دیا جاوے جس یہود سے اب چاہو دریافت کرلو اب بھی یہی کہے گا اور اسی وجہ سے یعنی حکم توراۃ سے نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کا تین روز تک ملعون ہونا اعتقاد کرتے ہیں اب ظاہر ہوگیا کہ ملعون ہونے کی ضد رفع روحانی ہے نہ رفع جسمانی پس جبکہ بل کے ماقبل و مابعد میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقق ضروری ہے لہٰذا بالضرور رفع روحانی ہی قتل بالصلیب کے (جس کو ملعونیت لازم ہے) متنافی ہوا نہ رفع جسمانی کیونکہ یہود کے نزدیک جس کو قتل بالصلیب کیا جاتا ہے اُس کی روح عالم علوی کو نہیں اُٹھائی جاتی اور یہ حکم توریت میں اب تک موجود ہے لہٰذا بالضرور رفع روحانی ہی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل بالصلیب میں (جو ملزوم ملعونیت ہے) اور رفع روحانی میں تضاد اور تنافی فی التحقق ہے اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھوں مقتول ہوتا

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۱ سطر ۹

ناظرین پر یہ امر تو واضح ہوگا کہ نزول مزعوم مخالفین کا بغیر رفع کے نہیں ہو سکتا اگر نزول جسمانی ہو تو اُس کے لئے رفع جسمانی ضرور ہے اور اگر نزول روحانی اور برزخی ہو تو اُس کے لئے رفع روحانی لابد اولا متحقق ہوگا کیونکہ اوپر سے نیچے کو آنا تو تب ہی متحقق ہووے کہ اول شے نازل مرفوع ہو پس جب کہ حسب اقرار پیر صاحب کے اہل تحقیق خواہ بعض ہی ہوں جسم برزخی کے مرفوع ہونے کے قائل ہیں تو لازم آیا کہ اہل تحقیق کے نزدیک عیسی بن مریم کا نزول بھی بطور برزخی اور روحانی کے ہوگا جس کو مسئلہ بروز کہتے ہیں اور عوام کے نزدیک نزول جسمانی ہوگا جو محض خلاف نصوص ہے کیونکہ رفع جسمانی ثابت نہیں جس پر نزول جسمانی متفرع کیا جاوے اور مؤلف صاحب نے چونکہ نزول کو اپنی عبارت میں مطلق رکھا ہے تو صاف وصریح اس عبارت کا یہ مطلب ہوا کہ عوام کافۃ الناس کے نزدیک تو نزول مسیح کا جسمانی ہے اور محققین نزول روحانی کے قائل ہیں کیونکہ یہ امر ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو محققین رفع برزخی اور روحانی کے قائل ہیں وہ نزول جسمانی کے قائل ہوسکیں ورنہ ثبوت اس کا پیش کریں اگر ناظرین با انصاف پیر صاحب کے ایک اسی اقرار کو ہر جگہ یاد رکھیں تو کل رسالہ کا جواب اسی ایک اقرار سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً مخالفین کا دعوی اجماع بھی اسی اقرار سے باطل ہے کیونکہ جو محققین رفع برزخی کے قائل ہیں بالضرور وہ نزول روحانی ہی کے قائل ہوں گے جس کو بروز کہتے ہیں فاین الاجماع بلکہ اجماع ہماری ہی طرف رہا کیونکہ عوام کافۃ الناس سے تو اجماع منعقد ہو ہی نہیں سکتا اور مؤلف صاحب جو حدیث پیش کریں گے جس میں ذکر نزول کا ہو وہ بھی ہمارے مذہب کے ہی مطابق ہوگی

کیونکہ اہل تحقیق کے نزدیک نزول مندرجہ حدیث سے نزول روحانی مراد ہوگا نہ جسمانی خصوصاً جب کہ احادیث صحاح میں اُسی نزول روحانی پر دلالت بھی ہو جیسا کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمکم منکم میں بصراحت نزول روحانی ہی پر دلالت ہے لاعجز اور مخالفین جو آیت پیش کریں گے اول تو اُس کا جواب ہم یہ دیویں گے کہ کسی آیت میں قرآن مجید کی نزول جسمانی پر ہرگز کوئی دلالت خواہ تضمنی ہو یا التزامی یا مطابقی موجود ہی نہیں اور ثانیاً لو فرضنا اگر کسی آیت میں کنایۃً یا اشارۃً کوئی دلالت بھی ہو تو اُس سے مراد نزول روحانی ہے جو اہل تحقیق کا مذہب ہے نہ نزول جسمانی جو عوام کافۃ الناس مثل مہرشاہ وغیرہ جیسے قائل ہیں - اور جو اقوال آئمہ محققین کے کوئی مخالف یا مؤلف ہمارے روبرو پیش کرے گا تو اُس کا جواب بھی اسی ایک اقرار سے دیا جاوے گا کہ یہ اقوال محققین کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ کافۃ الناس عوام نے اُن کی طرف منسوب کردیئے ہیں اور اگر پیر صاحب یہ عذر بارد کریں کہ میری عبارت میں اہل تحقیق مقید بلفظ بعض کے ہے یعنی بعض اہل تحقیق رفع روحانی کے قائل ہیں اور بعض اہل تحقیق رفع جسمی کے اول تو ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ اہل تحقیق کے ایسے دو متخالف مذہب ہوں حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہے و مَا ذَا بعد الحق اِلَّا الضلال - ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب کا مذہب موت اور وفات مسیح ابن مریم کا مثلاً ہے اور آپ کے نزدیک بالضرور وہ اہل تحقیق میں سے ہوں گے کیونکہ آئمہ اربعہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اب آپ فرماویں کہ باقی تین آئمہ نے اپنے مذہب رفع جسمانی یا نزول جسمانی کی کہاں تصریح کی ہے در صورت عدم تصریح اقل درجہ اُن کی نسبت سکوت مانا

جاوے گا پھر وہی مذہب ہمارا لوٹ آیا کہ بعض اہل تحقیق نے ہمارے مذہب کی تصریح کر دی ہے اور بعض محققین نے مجملاً اس پیشین گوئی کو تسلیم کر لیا ہے اپنے وقت پر جس طرح ہو واقع ہو کہ علمہ عند اللہ اور قبل و قوع پیشین گوئی کے یہ طریقہ اختیار کرنا بھی اسلم ہے۔ ثالثاً تو فرضنا کہ بعض اہل تحقیق سے کوئی قول مؤید آپ کے مذہب کا منقول ہو تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ وہ آپ کا اجماع کہاں گیا جس کے خرق کا الزام ہم پر لگا کر تکفیر ہماری کی گئی تھی۔

اے مرید و مؤلف صاحب کے اب تو آپ کے پیر نے فیصلہ کر دیا اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دے دیا کہ بعض محققین رفع روحانی اور وفات کے قائل ہیں نہ حیات اور رفع جسمانی کے۔ کیونکہ تم اتنا تو جانتے ہو گے کہ اجماع اُس کو کہتے ہیں کہ کسی محقق عالم کا اُس میں اختلاف نہ ہو پس جب کہ بعض محققین بہ موجب اقرار آپکے پیر صاحب کے آپ کے مذہب کے مخالف ہوے تو اجماع بالکل نہ رہا اب تو تم کو ثابت ہو گیا کہ حضرت اقدس ہمارے امام الزمان اہل تحقیق میں سے ہیں اور اُنہیں کا مذہب حق ہے اور آپ کے پیر صاحب عام اور کافہ

الناس میں سے ہیں اور چونکہ یہ صداقت تو ثابت شدہ امر ہے کہ ایسے مسائل مختلفہ میں حق ایک ہی طرف ہوا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے پیر صاحب کافۃ الناس میں شریک ہوکر ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں مجھے خوب یاد آیا کہ آپ کے پیر صاحب نے حضرت اقدس عم پر اپنی دانست میں بڑا سخت یہ الزام دیا تھا کہ مرزا صاحب اجماع امت کو ایک کورانہ اجماع قرار دیتے ہیں اسے پیر کے مرید و آپ کے پیر نے تو سرے سے اجماع ہی کو اڑا دیا ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام نے تو تمہاری بڑی رعایت کی کہ ایسے خیالی اور وہمی مذہب کو اجماع کورانہ تو قرار دیا عقلمند کو تو حضرت اقدس مرزا صاحب کی تصدیق کے لئے بھی ایک فقرہ پیر صاحب کا کافی ہے۔

وَ لنعم ما قیل

شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ✦ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

الحاصل پیر صاحب کی کل کتاب کا رد بیدرمنٹ میں ہو گیا پھر بطرز دیگر ہم رد لکھتے ہیں۔کہ پیر صاحب کی کل کتاب کا دار مدار صرف آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ہی پر تھا جیساکہ فائدہ جلیلہ کے آخر میں فرماتے ہیں ھذہ الایت تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا عن کل سوال مدعا فی ھذا الرسول پس جب کہ ہم نے آیت مذکورہ کی نسبت یہ ثابت کردیا کہ مؤلف صاحب کے مدعا کو یہ آیت نفی کر رہی ہے اور اثبات کا تو ذکر ہی کیا ہے تو ثابت ہوگیا کہ مولف کے رسالہ کی بنا علی شفا جرف ھار تھی جب وہ گر گئی تو اب کچھ ان کے پاس باقی نہ رہا۔ منہ

تو ہو سکتا ہے کہ وہی جسم کسی پہاڑ پر پہنچایا جاتا اور اسی طرح پر رفع جسمی ہوتا یا کسی غبارہ کے ذریعہ جو ۱۰۰۰۴ فٹ تک اس کا اونچا جانا ثابت ہو چکا ہے حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے جاتے تو پھر اس میں تضاد کہاں ہوا جو مقتضا کلمہ بل کا ہے اور اس سے رد مدعا ہے یہود کب حاصل ہو سکتا تھا اور اگر ہم بفرض محال تسلیم بھی کر لیویں کہ مسیح بجسدہ العنصری حفظ وامان کے ساتھ کسی عالی مکان یا کسی پہاڑ پر یا سماہی پر اٹھائے گئے اور یہود کے ہاتھوں سے مقتول نہیں ہوئے مگر کلام الٰہی میں اس طویل بحث کے چھیڑنے سے کونسا رفع اختلاف کیا گیا اور یہود پر کیا اتمام حجت کیا گیا اور پھر ہم کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوا حالانکہ قرآن مجید ایسے ہی مسائل اختلافیہ میں حکم اور فیصلہ کرنے والا ہے کما قال تعالیٰ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۴-۳ اور یہود کا تو یہ شیوہ اور عادت قدیمہ تھی کہ انبیاء کو قتل کرتے رہتے تھے متعدد جگہ قرآن مجید میں موجود ہے وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ پھر ان آیات زیر بحث میں اس طوالت کے ساتھ عدم قتل کے لئے کیوں زور دیا گیا اولاً فرمایا گیا کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ پھر ثانیاً فرمایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ پھر اسی کی مانند ثالثاً ارشاد فرمایا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ایضا رابعًا ارشاد کیا گیا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ پھر مکرر خامسًا فرمایا گیا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا یہ اس قدر طوالت پر ملالت کس اختلاف کے رفع کرنے کے لئے کی گئی قتل اور رسالت باہم متنافی نہیں تھی جو اس قدر زور دیا گیا۔ خود حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا گیا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ

لَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡئًا وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ پس اس طوالت
بحث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صرف قتل اور عدم قتل میں بحث ہی
نہیں تھی بلکہ اُس قتل میں بحث تھی جو صلیب سے واقع ہو کہ وہ حسب
احکام توریت اور اعتقاد یہود کے موجب لعنت کا تھا اُسی موجب لعنت
کو اللہ تعالیٰ نفی فرما کر ضد لعنت یعنی رفع کو لفظ بل کے ساتھ ثابت
فرماتا ہے اور اُس کے دلائل اُن عموم آیات میں مذکور فرمائے گئے
ہیں جو اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ کے بعد میں
مذکور ہوئے ہیں کما سیجئ * پس مؤلف رسالہ نے جو بتقلید بعض
مفسرین فیج اعوج کے سخت غلطی کی ہے لہذا وہ نفس قتل اور رفع
جسمی کی بحث کو چھیڑ کر کلام الٰہی کی تحریف معنوی کا مرتکب ہوا ہے
اور ہم نے یہ بھی لحاظ کر لیا ہے کہ رَفَعَهُ اللّٰهُ میں رفع جو صیغہ
ماضی کا ہے اُس کی ماضویت کس کی نسبت ہے اُس کا ماضی ہونا
بہ نسبت ماقبل بل کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا ہے فَلَوۡهُمۡ
اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں دیکھو بَلۡ جَآءَهُمۡ
بِالۡحَقِّ لانا آیات قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا بعد ازاں نسبت جنون
کی کفار نے آپ کی طرف کی اب بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے ثابت ہوا کہ تحقق
رفع درجات قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے بھی واقع ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ
قبل از قتل صلیبی کے درجات نبوت پر ممتاز و سرفراز ہو چکے تھے یہ
نہیں کہ صرف بعد قتل صلیبی کے درجات عالیہ نبوت اُن کو ملے ہوں

* ہم یہاں پر بحث نحوی متعلقہ کلمہ بل اور نیز اُن اغلاط کو جو مؤلف سے اسجگہ پر صادر
ہوئی ہیں تعرض نہیں کرتے کیونکہ پھر بحث بہت طویل ہو جاوے گی اور ہمکو
احباب کیطرف سے یہ بڑی تاکید ہو کہ یہ رسالہ عام فہم ہو اور مختصر۔ بلکہ صرف اسی قدر نحوی معانی
اور منطق وغیرہ کی بحث سے جو مجبوراً اسجگہ پر کی گئی ہے ہمارے بعض احباب بہت ناراض ہوئے
ہیں لہذا بسبب طوالت پر ملالت کے ہم نے صرف قواعد مسلمہ مؤلف کو اُسی پر لوٹا دیا ہے اور
کوئی جرح قدح نہیں کیا تا کہ رسالہ ہمارا عام فہم رہے اور طوالت نہ ہو۔ منہ

قولہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ پر کرنا بیجا ہے کیونکہ اُس میں خطاب نفس کی طرف ہے نہ جسم مع الروح کو بخلاف بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے۔ کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا یعنی رفعہ میں جو ضمیر ہے وہی مرجع ہے جو ماقبل اس کے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح۔

اقول العجب کل العجب مؤلف کہتا ہے کہ رفعہ کی ضمیر جسم مع الروح کی طرف راجع ہے مؤلف بتاوے کہ جسم مع الروح کا ذکر اس رکوع بلکہ اس کل سورہ میں بلکہ کل قرآن میں کس جگہ آیا ہے ہاں البتہ مسیح عیسیٰ بن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے سو اُسی کا رفع درجات ذکر فرمایا گیا جیساکہ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ایضًا قال تعالےٰ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ایضًا قال تعالےٰ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ایضًا وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ایضًا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وغیرہ وغیرہ ان آیات میں جس قسم کا رفع ہے وہی رفع حضرت عیسیٰ کے لئے تسلیم کرنا پڑے گا۔ ہاں یہ آپ کا اختیار ہے کہ اس رفع روحانی کے ساتھ اجسام ثلثہ میں سے جسم مثالی یعنی برزخی یا حشری کو بھی ملحوظ کر لیویں کیونکہ کل رفع روحانی میں کسی جسم کو بھی کسی قدر شرکت ہوتی ہے اس لئے ہم کو اس میں کچھ انکار یا بحث نہیں کیونکہ روح بغیر جسم کے کوئی انتفاع حاصل نہیں کرسکتی عالم شہادت میں روح بجسم عینی مقترن ہوتی ہے اور عالم مثال میں بجسم مثالی اُس کو تصرف ہوگا اور عالم برزخ میں بجسم برزخی اقتران ہوگا اور عالم حشر میں بجسم حشری اتصال ہوگا اور یہی خلق جدید ہے جسکو فرمایا گیا کہ بل هم فی لبس من خلق جدید پس ثابت ہوا کہ یہ رفع وہی رفع ہے جو آیت یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ میں مذکور ہے اسی واسطے محققین

لغت مثل مصنف مفردات راغب اصفہانی وغیرہ نے معنی رفع کے التقریب کے لکھے ہیں* اور یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اُس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے کلام کی حقیقت یا مجاز ہونے میں ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنی مراد میں جب اصل واقعہ اعتقادا یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھیرایا جاوے اور اُسی کلام کو بعینہ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جاوے مثلاً انبت الربیع البقل یعنی موسم ربیع نے ترکاری اگائی جس حالت میں کہ قائل اُس کا مؤمن ہو مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما ہو لہ عند المتکلم اور یہی قول حقیقت کے امثلہ میں شمار کیا جاوے گا جب کہ قائل اُس کا جاہل ہو یعنی وہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اگانے والی موسم ربیع ہے کیونکہ حسب اعتقاد اُس کے اسناد فعل کی الی ما ہو لہ عند المتکلم اس کلام میں واقع ہے اقسام اس بحث کے بہت ہیں ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کی جاتی ہے ایسا ہی کشف فلان عن ساقہ فلانے نے پنڈلی اپنی سے پردہ اُٹھایا جس حالت میں کہ فلانے نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا اور کسی تقریب سے برہنہ کیا ہو یہ کلام حقیقت ہوگی یعنی لفظ کشف

---

* ہم اس مقام کو دوسری طرح پر بھی رد کر سکتے تھے مگر چونکہ خصم پر مسلمات سے بخوبی وجہ حجت قائم ہو جاتی تھی لہٰذا یہی طریق معارضہ ہم نے یہاں پر اختیار کیا ہے بعض قواعد مخترعہ مؤلف کے جو اس جگہ یا کسی دوسرے مقام پر ناظرین ملاحظہ فرماویں تو ہیں خاکسار پر کوئی جرح قدح نہ فرماویں کیونکہ مجھکو مقصود صرف مؤلف کا افحام و اسکات ہے لا غیر اور یہ اسکات مسلمات سے بخوبی ہو سکتا ہے بس ہاں البتہ رد تفصیلی ہدیۃ الرسول کا اس طرح پر کیا جاوے گا انشاء اللہ تعالےٰ کہ

اور ساق اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہوں گے اور در حالتیکہ فلانے
نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا بلکہ کسی کام کی طیاری میں مصروف ہوتا
ہے اُس وقت یہی کلام کشف فلان عن ساقہ کنایہ ہوگی مستعد
ہونے سے اُس کام پر اب اگر کوئی ظاہر بین اردو خواں نام کا مولوی
کسی کتاب میں دوسرے معنی کو جو حسب محاورہ ہے معنی کنائی اور
کلام مذکور کو کنایہ لکھا ہوا دیکھکر منحصر ہونا اس کلام کا معنی استعداد
ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشا اُس کا بجز از جہالت اور
کیا ہے لفظ رفع کو بھی مخالفین نے جو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں رفع
جسمانی سمجھ رکھا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں یعنی یہ
بڑی جہالت ہے کہ جو بعض جگہ پر معنی رفع کے رفع جسمی لئے گئے
ہیں تو اُن کو علت موجبہ اس بات کا قرار دینا کہ رفعه الله الیه
میں بھی رفع جسمی ہی مراد ہے جیساکہ **حدیث شریف** میں بھی یہی
محاورہ ہے کہ فرفعه الی یدیه ای رفعه الی غایة طول یده
لیراه الناس فیفطرون موجود ہے مجمع البحار ایسا ہی یرفع *
الحدیث الی عثمان اور یرافعه الی النبی صلی الله علیه
وسلم وغیرہ اور ایسا ہی یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار
ای الی خزائنه لیضبط الی یوم الجزاء مجمع البحار میں ایسے
محاورات سے یہ استدلال ذیل کرنا کہ ان سب میں یہی محاورہ بمعنی اٹھانی
چیز میں بعینہ جو ہر ہو یا عرض مدخول الی کی طرف مستعمل ہے بغیر
ارادہ رفع مرتبہ کے محض غلط یا دھوکا ہی ہے کیونکہ ایسے معنی کرنے
میں نہ اصل واقعہ کو خیال کیا گیا ہے نہ ما بہ النزاع کا لحاظ ہوا ہے اگر

---

* یہ سب محاورات جو مؤلف نے اس جگہ پر ذکر کئے ہیں کسی
میں رفع جسمی نہیں ہے بلکہ رفع روحانی ہی ہے فهذه المحاورات
دَلِیْلٌ لَّنَا لَا لَکُمْ وَ عَلَیْکُمْ لَا عَلَیْنَا۔ منه

یہ رفع الی اللہ کی طرف التفات کیا گیا ہے کہ وہ تو جسمانی ہو ہی نہیں سکتا اور نہ اس میں طول کلام کی طرف توجہ کی گئی ہے کہ یہ طوالت کیوں ہے جو مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے شروع ہو کر وَيَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا پر اس کی بحث ختم ہوئی وتعالی کلامہ تعالی عن ذلك علوا كبيرا۔ کیونکہ اسقدر اطناب اور طوالت مخالف فصاحت اور بلاغت کے ہے پس مانحن فیہ میں سیاق اور سباق آیات کا اور اصل واقعہ اور ما بہ النزاع اور صلہ رفع الی اللہ وغیرہ کا لحاظ و خیال قطع واجب کے طور پر حکم دے رہا ہے کہ بل رفعه الله الی الله میں مراد الٰہی فقط رفع درجات روحانی ہے تو پھر اثر ابن عباس وغیرہ در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے جو روایات اسرائیلیات سے ہے بمقابلہ ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے یہ تو اور خطا در خطا ہے۔ افسوس کہ صاحب صراح وغیرہ کی غرض بھی آپ نے نہیں سمجھی صاحب صراح نے جو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الی الله یا الی السلطان کے معنی رفع منزلت اور علو قدر میں ذکر کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ لفظ رفع کا ایسی حالت کذائی میں معنی مذکور میں استعمال ہوتا ہے یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنی کے وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم یہ کب کہتے ہیں کہ جہاں پر رفع کا صلہ الیٰ ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہو گا اگرچہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنی رفع جسمی کا بعبارت مذکورہ بھی ہو۔ کشف عن الساق کو جو کنایہ بحسب محاورہ طیار ہونے سے ٹھیراتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہو گا۔ الغرض صلہ الی اللہ مع اوصاف مذکورہ اور ادلہ مزبورہ کے قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے ہے اور اوصاف مذکورہ جس جگہ پر جمع ہوں علت موجبہ ہیں واسطے ارادہ معنی رفع منزلت کے پس اس عرفیہ عامہ کو آپ مطلقہ عامہ کیونکر

مولوی محمد بشیر صاحب

بنا سکتے ہیں کیونکہ یہ قضیہ کہ (جس جگہ پر رفع اسے الله مع اوصاف مذکورہ کے ہو اُس جگہ معنی رفع منزلت کے ہی ہوگی بالدوام) قضیہ عرفیہ عامہ ہی ہے نہ مطلقہ عامہ - اسے قطبی پڑھنے والے طلبہ دیکھو حضرت پیر صاحب کا منطق کہ اس جگہ پر مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ میں تقابل سمجھ رکھا ہے کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا اور نیز بالعکس اگر یوں کہہ بیٹھتے کہ مطلقہ عامہ کو دائمہ مطلقہ سمجھ لیا ہے یا محصورہ جزئیہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا ہے تو بھی کسی قدر عذر صحت کا کر سکتے تھے واہ پیر صاحب اس جگہ پر تو بحث موجہات کو بھی آپ نے نسیاً منسیاً کر دیا پھر اس نسیان پر آپ کے کون سے مذہب کو ہم موجہ مان سکتے ہیں۔ اور مؤلف رسالہ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی کی سمجھ لی ہے حالانکہ ان دونوں میں اگر ہم رعایت مؤلف کی کریں تو عام خاص من وجہ کی نسبت ان میں مان سکتے ہیں مگر یہاں پر تو بوجوہ مذکورہ سوا رفع بحسب القدر کے رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح پر مؤلف رسالہ اور اُس کے ہم مسلکوں کا دھوکا کھانا یا مغالطہ دینا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اب چاہیئے کہ القول الجمیل کے ص ۵۹ اور ص ۶۰ کو ملاحظہ کرو تاکہ حقیقت الحال سے آپ صاحبوں کو کشف عن الساق ہو جاوے۔

قولہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا اُس کی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے عباد مکرمین کا قرارگاہ ان کی بنائی جاوے الی قولہ پس رفع الی الله اور رفع علی السماء ایسا ہی رجوع الی الرب اور صعود علی السماء متساوق فی المعنی ہیں۔

اقول صفحہ ۹ اور سطر ۱۲ میں آپ لکھ چکے ہیں کہ بل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس یَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي

بحث رفع الی اللہ جواب ص ۱۲

اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً پر کرنا بیجا ہے اوراب ان دونو
کو متساوق فی المعنیٰ فرماتے ہیں ھذا شئ عجیب و لنعم ما قیل
دروغ گورا حافظہ نباشد۔ مؤلف کو یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ رفع
جسمی کو رفع الی اللہ سمجھ لیا ہے اور پھر دیکھو اللہ تعالے ایک بت
پرست کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظن بد رکھتا ہے فرماتا ہے
کہ مَنْ کَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ فَلْیَمْدُدْ
بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ ھَلْ یُذْھِبَنَّ کَیْدُہٗ
مَا یَغِیْظُ اس آیت میں لفظ الی السماء کا موجود ہے تو وہ کافر سوء
ظن اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھنے والا اس وجہ سے کہ سما کی طرف بحکم
فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ مرفوع ہو آپ کے نزدیک کیا مرفوع
الدرجات ہو سکتا ہے کلا و حاشا تقرب الٰہی اور رفع بحسب الدرجات
کوئی جسمانی تحت و فوق نہیں ہے بلکہ وہ تو آسمان و زمین دونوسے
ایک علحدہ امر ہے بلکہ صعود علی السماء و نیز نزول آسمان سے قرآن مجید
میں فی محل الذم بیان فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالے و من یرد
ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء
کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون ایضا قال تعالیٰ
و من یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر
او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق۔ اگر الی اللہ کو الی السماء
بھی آپ کی خاطر سے مان لیا جاوے تو اس تحریف سے رفع بحسب الدرجات
کب حاصل ہو سکتا ہے کما مر لہذا آیت مذکورہ یعنی بَلْ رَّفَعَہُ
اللّٰہُ اِلَیْہِ جیسا کہ ابطال مقصود یہود یعنی نفی ملعونیت مسیح بن مریم
فرما رہی ہے اسی طرح پر تردید عقیدہ نصاری جو باتباع یہود رکھتے ہیں
فرما رہی ہے اور خیالات المخالفین اندرونی اسلام کو بھی رد کر رہی ہے جو نسبت
رفع جسمی مسیح بن مریم کے رکھتے ہیں بشرطیکہ لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل
نہ ہو اور شہادت سیاق و سباق لی جاوے اور لحاظ ما بہ النزاع و اصل واقعہ

جواب صفحہ ۱۴ ۔ صعود علی السماء و نزول من السماء کی مذمت

کا کیا جاوے اور پھر اُس کے مؤید وہ احادیث ثابتہ و آثار صحیحہ
ہیں جو اوپر گذر چکی باقی رہی وہ آثار و احادیث جن سے مخالفین تمسک
کر رہے ہیں سو وہ اول تو بحکم قواعد تعادل اور ترجیح ادلہ کے جو علم
اصول میں مذکور ہیں مرجوح ہیں خواہ مرجوح فی الثبوت ہوں یا
مرجوح فی الدلالت یا وہ خود باہم متعارض ہوں کہ اُن پر قاعدہ اذا
تعارضا تساقطا کا جاری ہو گا یا معارض قرآن کریم کے ہوں کہ اس
صورت میں محققین اصولیین کا مذہب تقدیم کتاب علی السنتہ ہے
نہ بالعکس دیکھو کتب اصول کو۔ تمھیں بتاؤ کہ اللہ تعالے کا کلام پاک
مقدم ہے یا بندہ کا جس مسلمان کا ایمان ذلك الكتب لاریب
فیہ پر ہے وہ تو یہی بول اُٹھے گا کہ خدا کے کلام اور بندہ کے
کلام میں اتنا فرق ہے جس قدر دو نو متکلموں کا آپس میں یعنی خدای
عزوجل اور بندہ میں خدا خدا اور بندہ بندہ۔ اگر یہ سوال ہمارا تقدیم و
تاخیر من حیث العظمت و المنزلتہ سے ہے تو سب اہل اسلام کلام
الٰہی کو زائد العظمت مانتے ہیں یہیں وجہ نماز کا رکن کلام الٰہی ہوسکتی ہے
نہ حدیث اور اگر یہ سوال من حیث التفصیل و البیان ہے تو جو
حدیث کلام الٰہی کی مبین اور مفسر اور مفصل ہو اُس کے ماننے میں کسر
کو کلام ہے کیونکہ سنت کے برابر بیان و تفصیل کلام الٰہی کی اور کون
کرسکتا ہے اذا جاء نھر الله بطل نھر معقل مشہور ہے جیسا
کہ مانحن فیہ میں از روئے احادیث اصح الکتب بعد کتب الله
صحیح البخاری کے معنی توفی کے خود آنحضرت صلی الله علیه
وسلم نے بیان فرما دئے دیکھو فاقول کما قال العبد الصالح
وغیرہ کو اب اگر کوئی اثر یا حدیث کلام الٰہی کے معارض پائی جاوے
تو پھر تمھیں انصاف کرو کہ وہ مفسر اور مبین کلام الٰہی کے کب ہوئی
مبین اور مفسر تو وہی اثر یا حدیث ہوسکتی ہے جب مطابق اور موافق

مضمون کلام باری کے ہوتی پھر بھی ہمارے نزدیک اس صورت کی
دو شقیں ہیں یا تو اُس کے معنی برعایت قواعد عربیہ و اصول ادبیہ
مطابق کلام الٰہی کے ہو سکتی ہیں اس صورت میں وہ حدیث بھی
ہم کو مسلم ہے اور یا کلام الٰہی سے اُس کا مضمون کسی طرح مطابق
نہیں ہو سکتا اس صورت میں، آپ ہی فرماویں کہ کلام الٰہی کو جس کی شان
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ہی ہم کیونکر ترک
کردیویں بنبوالحق من کتب الاصول توجروا من اللہ و الرسول
اور یہ ہمارا مسلک اس واسطے ہے کہ اُس رحمۃ للعالمین خاتم النبیین
صلے اللہ علیہ و سلم کو حکیم مطلق لا تدرکہ الابصار نے اسی لئے برزخ
مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات
برزخ ہی کے منہ مبارک سے معہ تشریح سُن لیویں کما قال اللہ تعالیٰ
أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا قَيِّمًا جب کہ وہ کتاب
لاریب فیہ قیم ہے اور اُس میں کسی طرح کی کجی نہیں ہے اور جن الفاظ
سے وہ نازل ہوئی تھی اُسی طرح پر اب تک مصئون و محفوظ ہے تو
پھر ایسی کتاب تنزیل من حکیم حمید کو وقت تعارض کسی ایسی حدیث
کے جو زمانہ رسالت سے ایک مدت کے بعد لکھی گئی ہے اور پھر درمیان
میں وسائط بشریہ بھی پڑ گئے ہیں اور اُس میں روایت بالمعنی کا بھی
احتمال ہے وغیرہ وغیرہ کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ ایضاً قال تعالیٰ إِنَّا أَنزَلْنَا
إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن
لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا جب کہ یہ کتاب حق کے ساتھ اُسی تبارک و تعالیٰ
نے اُتاری اور اُسی نے اُس کا بیان زبانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ
و سلم کے حسب الحکم بما اراک اللہ کیا تو پھر یہ کتاب اور بیان رسول
مقبول صلے اللہ علیہ و سلم آپس میں کیونکر متعارض ہو سکتے ہیں۔
در صورت تعارض کے جو قواعد تعادل اور ترجیح کے کتب اصول میں

نکتہ دوم رفع تعارض کتاب و سنت

جواب صفحہ ۱۲

منضبط ہیں وہی جاری کیے جاویں گے لاغیر ایضاً قال تعالیٰ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ پھر جو حدیث معارض قرآن مجید کی ہو وہ تحت لتبین کے کیونکر آ سکتی ہے ایضاً قال تعالیٰ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ تفکر کے لئے اسی واسطے حکم ہوا ہے کہ اس حدیث کا مبین ہونا بخوبی سمجھ لیویں اگر وہ مبین نہیں بلکہ معارض ہے تو حسبنا کتاب اللہ اصول عمریہ رضی اللہ عنہ موجود ہے اور حدیث شریف الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ یعنی السنۃ اسی کی طرف ناظر ہے کیونکہ اگر اس تیرہ سو برس کی مدت کے بعد کوئی حدیث ایسی پائی جاوے جو کلام الٰہی کے معارض ہو اور کسی طرح سے مطابقت نہ ہو سکے تو وہ مثل قرآن کے ہوئی ہمارے اور کتاب اللہ کے درمیان وہی حدیث معتبر برزخ ہو سکتی ہے جو مبین اور مطابق کلام الٰہی کے ہو کیونکہ جو حفاظت کلام الٰہی کی ہوئی ہے ویسی حفاظت حدیث کی کب ہوئی ہے خصوصاً وہ احادیث جو احکام سے متعلق نہیں صرف پیشین گوئی ہے یا قصص ماضیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور آیت إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ بھی اسی طرف دعوت کر رہی ہے یعنی جب دنیا میں ایسی گڑبڑ واقع ہوگی تو واسطے رفع اس اختلاف کے ہر ایک صدی پر ایک **مجدد** اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا رہے گا جو اس اختلاف اور گڑبڑ کو رفع کر کر بیان مراد کلام الٰہی کرے گا فسبحٰن من خلقہ و اجملہ و اکملہ وادبہ فاحسن تادیبہ ثم اید دینہ بعد وفاتہ باستخلاف خلفائہ الراشدین المہدیین وجدد دینہ ببعثۃ المجددین والمحدثین الی یوم القیمۃ ویوم الدین

جواب صفحہ ۳

جواب حاشیہ صفحہ ۱۰۹

حاشیہ صفحہ ۱۰۹ **قولہ** اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ کے لئے سوائے نبوت کے۔

اقول بقرینہ مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ کے مراد قتل سے قتل بالصلیب ہے جو تم کو بھی مسلم ہے اور حسب احکام توراۃ اور زعم یہود موجب لعنت ہے کما مر۔ پس ملعونیت اور مرفوعیت بحسب الدرجات آپس میں متضاد ہیں جیسا کہ ثابت کیا گیا۔

تحقیق رفع درجات قبل وفات

قولہ اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہو گا بقرینہ وعدہ توفی۔ یعنی یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ فقط لفظ مُتَوَفِّیْکَ اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے۔ لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔ اس تقریر پر اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر بلحاظ اس کے کہ ماضویت توفی اور رفع کی بل توفہ اللہ ورفعہ اللہ الیہ میں بہ نسبت ماقبل کلمۂ بل کے ہوتی ہے۔ چاہیے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از وقوع قتل و صلب زعمی متحقق ہو۔ الخ

اقول نبی کا رفع بہ حسب الدرجات اُسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے بلکہ اُس کی یوم ولادت سے ہی کمالات و درجات کی ترقی شروع ہو جاتی ہے اس رفع کا زمانہ الیٰ یوم الحشر ممتد ہوتا ہے لہذا ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل کلمۂ بل کے بخوبی ثابت ہے کیونکہ کوئی عالم علماء اسلام سے یا غیر اسلام میں سے اس بات کا قائل نہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وفات کے مرفوع الدرجات نہیں ہوتے ہاں بالضرور بعد وفات کے چونکہ انبیاء کل کام بعثت اور نبوت کا انجام کو پہنچا دیتے ہیں

بحث رفع درجات انبیاء علیہم السلام

لہذا بعد وفات ایک خاص قسم کا رفع ان کو حاصل ہوا کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ قبل وفات کے کسی قسم کا رفع ان کا نہیں ہوتا ہو۔ تعجب ہے کہ حضرت مؤلف صاحب ہمارے مقابلہ میں تو حضرت عیسیٰ کے کمالات اور معجزات بڑے زور و شور سے سب کچھ بیان کرتے ہیں لیکن اس مقام میں تمام رفع درجات عیسوی کو جو وقت ولادت سے بہ تدریج تا آخر عمر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں سب نسیاً منسیاً کردیے مثلاً اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ کَهْلًا۔ وَ اِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ۔ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ وَ اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وغیرہ وغیرہ کیا یہ امور نتائج رفع درجات عیسوی کی مؤلف کے نزدیک نہیں ہیں ایضاً حضرت عیسیٰ ہی کی نسبت فرمایا گیا ہے وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا اور حضرت یحییٰ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ اور دیکھو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے بارہ میں یوم ولادت سے ہی ترقی درجات و کمالات کو کس ترتیب اور تدریج سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّةً اُخْرٰۤى اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّکَ مَا یُوْحٰۤى اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْۤ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُکَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰى مَنْ یَّکْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰکَ

إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي - ایضًا قال فی حق یوسف علیہ السلام وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ - لفظ رب آیت ہذا میں جو لایا گیا اسی واسطے کہ اُس میں از روے محاورات لغت عرب ترتیب وتکمیل بہ تدریج ماخوذ ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت یوسف کا اجتبا اور تعلیم اور نیز اتمام نعمت وقتاً فوقتاً ہمیشہ ہوتا رہا ہے یہ نہیں کہ بعد وفات کے ہی رفع درجات ہوتا ہو جیسا کہ مؤلف کو دھوکا ہوا ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسی کا رفع درجات قبل قَتَلُوهُ کے بھی واقع تھا اور بعد وفات کے بھی رفع روحانی ہوا - آگے رہا اثر ابن عباس سو چونکہ وہ معارض ہے کلام الٰہی کے مضمون مراد سے لہذا حسب الحکم قواعد تعدیل و ترجیح ادلہ کے قابل قبول نہیں علاوہ یہ کہ اُس کے متن میں بھی خود ایک قسم کا اضطراب ہے کما سیجئی لہذا وہ ساقط الاعتبار ہے اس کی تفصیل آگے آوے گی انشاء اللہ تعالے اور نیز معارض ہے خود ابن عباس کے اُس اثر کے جو صحیح البخاری میں ہے جس میں مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيتُكَ لکھے ہیں اور نیز مخالف ہے اُن احادیث صحیح بخاری کے جن میں كما قال العبد الصالح فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل آیندہ انشاء اللہ تعالے آوے گی پس بمقابل ان اربعہ متناسبہ کے اثر ابن عباس کا مؤلف کو کیونکر مفید ہو سکتا ہے -

شعر

وھذا الحق لیس بہ خفاء فدعنی عن سات الطریق

اب کہاں ہے فقدان محکی عنہا کا جس کو مستلزم و قوع کذب کا آیۃ میں آپ نے فرمایا تھا والعیاذ باللہ منہ بس مؤلف نے اس حاشیہ میں جس قدر بنا۔ فاسد علی الفاسد کیا تھا اُس کا سب تارو پود اُکھڑ گیا جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اور جب کہ آیت مذکورہ سے منصوبہ یہود کا باطل ہوا اور رفع جسمی مسیح بھی ہباءً منثورًا ہوگیا تو آیت مُتَوَفِّيْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ بلا تقدیم و تاخیر کے جو ایک قسم کی تحریف ہے اپنے اُسی اصلی معنی پر بحال رہی جو حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری میں مروی ہوئی ہیں اور جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسی صحیح البخاری میں حدیث کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ کے سیاق میں مروی ہیں الحمد للہ مخالفین کی تحریف سے کلام اللہ محفوظ و مصئون رہا صدق اللہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ پس ہماری طرف سے جو اشتہار ایک ہزار روپیہ کا مدت دس سال سے اس بارہ میں شائع ہو رہا تھا کہ جو کوئی مخالف معنی توفاہ اللہ کے سوا قبض اللہ روحہ کے کتاب و سنت محاورہ عرب لغات امثال عرب سے نکال دیوے سو اب تک تمام مخالفین اس کارروائی میں ناکام اور عاجز ہیں و الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

قولہ فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہود اور نصاریٰ کی طرح معتقد ہیں فقط صلیب پر مرجانے میں باہم مختلف۔ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اتار کر بعد ستاسی سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح ص۱۱۲۔ اس کا بطلان رفعہ اللہ کی ماضویت سے جو بہ نسبت

ماقبل بل یعنی مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ کے ثابت کی گئی ہے اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہوں. بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں

اقول شعر

ہرچہ بر آدمی رسد از زباں — ہمہ از آفت زباں باشد

اصل کتاب میں بل کی نسبت جو آپ نے قواعد نحویہ کو بیان فرمایا اُنھیں قواعد سے مقتضائے بل نے اس رفع مسیح کے مسئلہ کی تمام کجیوں اور بلوں کو سیدھا کر دیا اور بیشک حضرت مسیح جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو قتل بالصلیب سے نجات دی اور عمر طبعی کو پہونچ کر بعد سیر و سیاحت کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کیے گئے دیکھو راز حقیقت و ایام الصلح وغیرہ کو اور رفعہ اللہ کی ماضویت جو بہ نسبت ماقبل بل یعنی مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ کے مقتضای کلمہ بل کا تھا وہ بھی ثابت ہو گیا اب فائدہ ذلیلہ جو آپ نے لکھا ہے اُس کا جواب درد بھی سنیئے شاید کہ حق و باطل میں اب تمیز ہو جاوے کیونکہ اب طلوع شمس بھی ہو چکا ہے اور صبح صادق نمودار ہو گئی ہے۔ شعر

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

فائدہ جلیلہ بمقابلہ فائدہ ذلیلہ۔ شعر

ھذی علوم من تحقق کشفھا — یھدی القلوب الی السبیل الاقوم

فالحمد للہ الذی انا جامع — لعلومھا و لعلم ما لم نعلم

فوائد نمبر ۱۰ جواب فائدہ نمبر ۱۰

وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمہ بل کا مفہوم میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت

عنہ کر دے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو بر
حال خود رکھے گا اور ضد اُس حکم کی مابعد کے لئے ثابت کرے گا
قام زید بل عمر لیقم بکر بل خالد لم اکن فی ربیع
بل تیہما لا تضرب زیدا بل عمرا اور جس صورت میں مابعد
بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولی اور اثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا
قولہ تعالی بل عباد مکرمون یا انتقال من غرض الی غرض
آخر پر دال ہوگا قولہ تعالی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا
یہ بھی معلوم ہو کہ بل دو نو صورتوں یعنی مفرد و جملہ میں عطف کے
لئے ہوتا ہے بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اُس
کا مختص بالمفرد ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اُس کے مفرد واقع
ہو اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا بنا بر مشہور بل مشترک ٹھیرا
عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم
اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے فقط بودے لوگ
سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اُس کے افراد میں نہیں کر
سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے
ہیں تو اُن کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ
جاتا ہے بلکہ فرد معین ہی کو بہ لحاظ کثرت استعمال کے موضوع
لہ سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ رفع میں دھوکا
لگا ہوا ہے بیان اُس کا عنقریب آوے گا - کلمہ بل کا موضوع
لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اُس کی علی ہذا
القیاس ابطال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع
ہیں اعراض کے لئے جو معنی وضعی ہے ۱۲ بحر العلوم مسلم الثبوت
الغرض کلمہ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف ٹھیرا
ابطال جملہ اولی یعنی قتلوہ کے لئے جو صلیب سے واقع ہو -
کما قال تعالی فی سیاق الآیۃ ما قتلوہ و ما صلبوہ ہیں قرآن مجید

سے ہی ثابت ہوا کہ یہود حضرت عیسیٰ کے قتل بالصلیب ہی کے قائل تھے ورنہ کلمہ مَا صَلَبُوْهُ بالکل حشو ولغو ہوا جاتا ہے اس کے علاوہ مؤلف خود حسب قول یہود قتل بالصلیب کا قائل ہے پس اگر ماتحن فیہ میں ایک ذرہ بھر بھی غور کرتا تو مقصود ہمارا مندرجہ آیت اُس کے پاس موجود تھا اور مقتضائی کلمہ بل جس کو مؤلف نے بقواعد نحویہ ثابت کیا ہے اُس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے لاغیر

ولنعم ما قیل شعر

قد یرحل المرء لمطلوبه والسبب المطلوب فی الراحل

اب یہ بات کہ یہود قتل بالصلیب کے کیوں قائل ہوے تھے سو اب تک توراۃ میں موجود ہے کہ جو شخص سولی سے قتل کیا جاوے وہ ملعون ہوتا ہے اور چونکہ نصاری بھی توراۃ کے احکام کی تصدیق کرتے ہیں اور توراۃ پر اعتقاد رکھتے ہیں لہذا باتباع یہود وہ بھی اس غلطی میں پڑ گئے اور حضرت عیسیٰ کو مقتول بالصلیب غلطی سے سمجھ کر تین روز تک اُن کو ملعون قرار دیا ونعوذ باللہ منہ پس مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے حضرت عیسیٰ کی ملعونیت ثابت کرنی ہے لاغیر پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول کی جاتی ہی اسی طرح پر حضرت عیسیٰ کی ملعونیت کو جو معلول قتل بالصلیب کے ہے نفی علت کر کر جو قتل بالصلیب ہے نفی فرمایا اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت او المنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطا والصواب کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطا واقع ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ ماتحن فیہ میں یہود کا افترا دو وجہ سے تھا ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اُس مقتولیت کو محقق بولنا یعنی اِنَّا قَتَلْنَا سے بتعبیر تاکیدی کرنی ان دو نو وجہوں کو

متکلم بلیغ نے کئی طرح سے رد کیا **تنبیہ** چونکہ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مؤلف ہی کی عبارت اور اُس کے مسلمات سے اُس کا تعاقب کرکر ردّ کرتے ہیں اور اکثر بالمعارضہ جواب دیتے ہیں اور اُسی کی عبارت کا رنگ ہماری عبارت میں کلون الماء فی الاناء ہو جاتا ہے خواہ مؤلف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ اور غیر لائقہ ہی ہوں ہم بھی وہی الفاظ و عبارات نقل کر دیتے ہیں تاکہ طریق معارضہ بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے مؤلف پر حجت ہو جاوے چنانچہ اس جگہ پر ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ لفظ متکلم بلیغ کا شان میں اللہ تعالیٰ کے کیسا ایک لفظ رکیک اور گستاخانہ ہے علیٰ ہذا القیاس اکثر عبارات بالکل بے محاورہ اور قواعد زبان اُردو کے محض خلاف ہیں ہم کہاں تک اُس کی اصلاح کرتے کتاب و سُنّت میں اللہ تعالیٰ کے لیئے متکلم بلیغ کا اطلاق کہیں نہیں آیا۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے کہ اولاً فرمایا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ کے صلیب پر تو چڑھائے ہی گئے تھے پھر مَا صَلَبُوْهُ کہنا کیونکر درست ہوا کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا اُن کا ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے ہاں ان لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا تنہ ہو صلیب پر چڑھائی گئی تھی نہ حضرت عیسیٰ چونکہ قرآن مجید واسطے رفع اختلاف بین الیہود و النصاریٰ و نیز بنا برفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الی یوم القیامۃ نازل ہوا ہے لہٰذا اس اختلاف کو بھی کلام الٰہی نے خود ہی رفع فرمایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ظاہر ہے کہ حرف لاکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے

دفع کرنے اُس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے قاموس
میں لکھا ہے ولکن ساکنۃ النون ضربان مخففۃ من الثقیلۃ و
ھی حرف ابتداء لا یعمل خلافا للاخفش و یونس فان ولیہا
کلام فہی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک و
لیست عاطفہ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے
کیا وہم پیدا ہوا جس کو لاکن کے ساتھہ دفع کیا گیا جب ہم کلام
سابق پر نظر کرتے ہیں تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس
کے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے ضرور قتل کئے گئے تھے کیونکہ یہود و
نصاریٰ ابتدا سے لے کر آج تک اسی امر پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ
سولی پر قتل کئے گئے اب اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام
سابق مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے پیدا ہوا بحرف استدراک
لاکن کے دفع کیا گیا کہ ہاں حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے
تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی
واسطے بحرف لاکن فرمایا گیا یعنی ولاکن حضرت عیسیٰ مشابہ بالمشبہ
مقتول بالصلیب یہود کے لئے کئے گئے اور جیساکہ مخالفین کہتے
ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی شبیہ سولی پر قتل کی گئی تھی لہذا یہ وہم پیدا
ہوا کہ خود حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہوے ہوں مگر اس
صورت میں استدراک جو مقتضا حرف لاکن کا ہے کب ٹھیک
ہوتا ہے کیونکہ لاکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ
کی شبیہ مقتول بالصلیب ہوئی جس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ خود
حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہو گئے ہوں پھر لاکن کے ساتھہ
کونسا وہم ناشی عن الکلام السابق دفع کیا گیا معہذا منشاء وہم
کو تو پھر لاکن کے بعد بھی ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو
گیا اندریں صورت حرف لاکن جو دفع وہم ناشی عن الکلام السابق
کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا جاتا ہے و تعالی کلامہ

مقتضاے حرف لاکن [illegible]

تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن قتلوا وصلبوا شبیہ عیسی فلھذا شبہ لھم واین ھذا من ذالک ہاں جو معنی آیت کے ہم لیتے ہیں اُس میں یہ سب امور یعنی ابتدا کی اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اُس کا لاکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہوجاتے ہیں یعنی مَا صَلَبُوْہُ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسی کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاری کا آج تک اتفاقی مسئلہ ہے پھر مَا صَلَبُوْہُ کیونکر درست ہوسکتا ہے جواب دیا گیا وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ یعنی ولیکن حضرت عیسیٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ اور مشابہ کئے گئے یعنی صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر جلد تر زندہ اُتار لئے گئے اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہوچکے جیساکہ ہمارے رسائل مؤلفہ میں مفصلاً لکھا ہوا ہے کہ یوم السبت کی شروع لیل سے یہود کے یہاں کوئی مجرم سولی پر لٹکا نہ رہتا تھا چنانچہ مؤلف کے نزدیک بھی یہ واقعہ فی آخر یوم الجمعہ مسلمہ ہے دیکھو صنکہ سطر ۵ وکان ذلک یوم الجمعۃ بعد العصر لیلۃ السبت ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی شُبِّہَ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہوگئی اور مرجع * ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسی مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ وصلبوہ بھی مذکور ہے الحمد للہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہوگیا اور جو فرض منصب قرآن مجید کا رفع اختلاف واقعہ بین الیہود والنصاری بل بین المسلمین تھا قرآن مجید اُس پر قائم رہا اور جو اختلاف تھا وہ بھی رفع دفع ہوا قال اللہ تعالیٰ

* برخلاف تفسیر خیالی مخالفین کے کہ مرجع ضمیر شبہ کا اُس میں کہیں پتہ اور نشان نہیں ۔ ۱۲ ۔ منہ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ وَ اِنَّہٗ لَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۲/۲ ۔

سوال حل طلب

وہ شخص کہ جس پر حضرت عیسیٰ کی شبیہ ڈالی گئی کون تھا اُس کے ماباپ کا نام کیا تھا اُس کا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں بشق اول جب کہ وہ شخص قتل بالصلیب کیا گیا اُس کے ماباپ یا اعزہ اور اقارب نے کچھ ماتم اُس کا کیا یا نہیں یا کچھ جستجو بھی اُس کی کی گئی یا نہیں بصورت ثانی نہایت بعید از عقل ہے کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی دیا جاوے اور اُس بلدہ میں کسی طرح کا شور و غل اُس کے اعزہ اور اقارب کی طرف سے برپا نہ ہو اور کوئی تاریخی واقعہ ایسے مخلص حواری کا نہ انجیل میں لکھا جاوے اور نہ کسی تاریخی کتاب میں اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَاب حالانکہ حضرت مریم نے تو سولی کے نیچے بیٹھ کر بڑا ماتم کیا دیکھو صفحہ ۲ سطر ۲۲ حق ذکرہ ان مریم جلست تحت ذلك المصلوب و بکت ویقال انہ خاطبہا واللہ اعلم پھر گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ تو سب کچھ ہو کہ اُس کوٹھڑی کی چھت کو جھٹ پٹ پھاڑ دیا اور ایک کھڑکی بنادی اور حضرت عیسیٰ کو معہ جسم کے آسمان پر اُٹھا لیا اور حضرت عیسیٰ کی شبیہ بھی ایک شخص پر ڈالدی وغیرہ وغیرہ لیکن اس قدر نہ ہو سکا کہ صرف مضمون جملہ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ کا حسب تفسیر ابن عباس کے اُن کی ماکو الہاماً سمجھا دیتا اچھا یہ سب کچھ بھی جانے دیجیے حضرت مریم کو اتنا بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسیٰ نے حالت طفولیت میں اُن کو پڑھا دیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اُمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا پھر دوبارہ

افسوس ہے کہ اس قدر بھی نہ ہوسکا کہ جن حواریوں نے بچشم خود دیکھا تھا کہ حضرت عیسی کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی گئی ہے باوجودیکہ اُن کی تعداد ۱۲ و یا ۱۳ و یا ۱۷ نفر تھی دیکھو صنہ سطر ۲۰ کو وکان فی جماعة من اصحابه اثنا عشر او ثلاثة عشر و قیل سبعة عشر نفرا پھر نظر ثانی کرو اس عبارت پر ما عدا من کان فی البیت مع المسیح فانہم شاھدوا رفعہ اب یہ گذارش ہے کہ ان حواریوں میں سے بھی کسی نے حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا او نہ سمجھایا کہ اے مریم تم کیوں روتی ہو حضرت عیسی کے واسطے تو اللہ تعالی نے چھت کو بھی پھاڑ دیا اور اُس میں ایک کشادہ کھڑکی بھی کردی اور اُن کو آسمان پر چڑھا دیا اور سولی سے قتل اور شخص کیا گیا ہے جس پر اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی شبیہ ڈال دی تھی۔ کاش اگر حضرت مریم کے کان میں بطور سرگوشی کے بھی حواری یہ کہہ دیتے تو وہ تسلیم کرلیتیں کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اللہ تعالی کی باتیں تو ادنیٰ درجہ کا مؤمن بھی قبول کرلیتا ہے۔ پھر اس صورت میں وہ اس قدر ماتم سولی کے نیچے بیٹھ کر کیوں کرتیں باوجودیکہ حضرت موسی کی والدہ کو اللہ تعالی نے الہام کی رو سے سب طرح کی تسلی دے دی تھی اور تشفی کردی تھی کما قال اللہ تعالی لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ لیکن حضرت مریم کے واسطے دروازہ تسلی کا ایسا بند ہوا کہ نہ تو الہاماً اُن کی تسکین کی گئی حتی کہ جو حضرت عیسیٰ نے اُن کو حالت طفولیت میں تعلیم کیا تھا وہ بھی بھلا دیا اور نہ حضرت ابن عباس کے اثر کے بموجب وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر اُن کو بتائی گئی یہاں تک کہ جن حواریوں نے حضرت عیسیٰ کا رفع جسمی وغیرہ دیکھا تھا اُنھوں نے بطور سرگوشی کے بھی اُن سے نہ کہا۔ اگر کاش اسی قدر مریم کو الہام یا افہام ہوجاتا جس قدر مؤلف صاحب اور

ان کے ہم مسلکوں کو ہوا ہے تو پھر اس قدر ماتم صلیب کے نیچے بیٹھ کر کیوں کرتیں۔ اور بشق ثانی کیا آپ کے نزدیک یہ شخص حد درجہ کا مخلص جس پر شبیہ حضرت عیسی کی ڈالی گئی اس کے ما باپ کا نشان اور اس کے اعزہ و اقارب کا کہیں پتہ نہیں ملتا تو وہ کیا خدا کا بیٹا تھا جو ایسا مجہول النسب رہا اندریںصورت یک لشد دو شد کی مثل صادق آئی بلکہ یہ شخص تو حضرت عیسی سے بھی بڑھ گیا کیونکہ حضرت عیسی کے اگر باپ نہیں تھے تو والدہ تو موجود تھیں لیکن شبیہ عیسی کے نہ ماتھی نہ باپ ان ھذا لشئ عجاب اور ایک اور تماشائے عجیب اس اثر ابن عباس میں موجود ہے کہ عیسائی تو حضرت عیسی کو مقتول بالصلیب گردان کر ان کو تمام عیسائیوں کے لئے کفارہ قرار دیتے ہیں اور حضرت مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب اس شخص کو جس پر شبیہ حضرت عیسی کی ڈالی گئی تھی کفارہ مسیح کا کہتے ہیں ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو صادق کہیں اور کس کو کاذب مصرعہ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ اور اگر مؤلف صاحب کہیں کہ روایت ماتم کرنے مریم کی صلیب کے نیچے روایت اسرائیلی ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس بارہ میں جو دیگر روایات آپ نے یہاں لکھی ہیں بجز چند روایات کے وہ کونسی کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں درج ہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ تو ان اکثر روایات کو رد کر رہی ہے انھیں روایات اسرائیلی نے تو ایک عظیم گروہ اہل اسلام کو بموجب پیشین گوئی مخبر صادق کے بیخ اعوج میں داخل کر دیا ہے جس کی اصلاح کے لئے مسیح موعود نازل ہوا ہے۔ اور اگر آپ کے نزدیک یہ روایت غلط تھی تو آپ نے یا مفسروں نے اس کی تغلیط کیوں تحریر نہیں کی وھذا لیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام انا للہ وانا

تفسیر آیت و لکن شبہ لہم

اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اب وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ کی تائید میں فرمایا جاتا ہی کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو واقعہ مختلف فیہ ہو اول تو وہ مشکوک ہو جاتا ہے ثانیاً جب کہ اُس واقعہ کا علم یقینی نہ ہو بلکہ صرف اتباع ظن ہی سے وقوع مانا گیا ہو تو اُس کی نسبت قول یقینی اور محقق نہیں کہا جا سکتا ہے دیکھو صفحہ ۴۵ سطر ۱۲ کو جتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا انتہی پس یہ قول یہود کا کہ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ الآیہ ایسے امر مشکوک مختلف فیہ غیر معلوم بالیقین کے لئے ہرگز درست نہیں چہ جائیکہ اُس پر اور عقائد یقینیہ بطور نتائج کے متفرع کئے جاویں یعنی یہ کہ جب حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہوے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ بالضرور ملعون ہو گئے ونعوذ باللہ منہ اور نبی نہ رہے یا مسئلہ کفارہ جو غلط در غلط ہے اُس سے ثابت کیا جاوے کہ یہ سب تفریعات بنار فاسد علی الفاسد ہے علی ہذا القیاس اہل اسلام کیلئے بھی یہ آیات بینات ہدایات روشن ہیں کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا رفع جسمی آسمان پر ثابت ہی نہیں تو پھر مسئلہ نزول کو اُس پر متفرع کرنا کس قدر اٹکلوں سے کام لینا ہے قال اللہ تعا قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوے ہیں اب ہم پھر اصل کلام کیطرف رجوع کرتے ہیں کہ اگر بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ سے رفع جسمی مراد لیا جاوے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد بل کے معنی رفع جسمی اور ماقبل اُسکا یعنی ملعونیت مجتمع نہوں حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کافر بلند پہاڑ و نیز رہنے والا یا غباروں کے ذریعہ جیسا کہ اخبار ومنین لکھا ہے ۲۶۱۰۷ فٹ اونچا آسمان پر جانیوالا لیسب اپنے کفر و شرک کے ملعون ہو سکتا ہے اور اسجگہ پر رفع جسمی اور ملعونیت ہر دو مجتمع ہو جاتے ہیں جو مقتضا کلمہ بل کے بالکل مخالف ہے قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں مگر امر الوصفین کا بلزوم

نہ ہونا دوسرے وصف کے لئے نہایت ہی ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو و لکن ھھنا یجتمع الرفع الجسمی و الملعونیۃ کلاھما فاین ھذا من ذالک لانہ مخالف لمقتضای کلمہ بل اور حضرت مرزا صاحب کے نزدیک رفع بمعنی موت کے ہرگز نہیں ہے ہاں چونکہ توفی کے بعد بھی انبیا کا ایک اعلی درجہ کا رفع ہوتا ہے تو یہی رفع بعد التوفی مراد ہے حضرت مرزا صاحب کے کلام سے ورنہ رفع کو بمعنی موت کے حضرت اقدس نے کہیں نہیں لکھا۔ اور اگر آیت مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنے وہ ہوتے جو مخالفین کا خیال ہے تو عبارت کلام الٰہی یوں ہونی چاہیئے تھی کہ ما قتلوہ یقیناً بل قتلوا شبہہ و رفعہ اللہ الی السماء بجسدہ العنصری ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلی وجوہ اعجاز سے اُس کا ہونا ضروری ہے خلل واقع ہوتا ہے کہ ایک مقتضائے کلمہ بل بھی اُس کی عبارت میں موجود نہیں متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جسکا معنی بحسب الثنا در مخالف ہوں معنی مراد سے اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے تحقق رفع درجات در وقت واقعہ صلیب وہم قبل اُس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ میں جو بعد ام یقولون افتراہ کے واقع ہے اور پھر گذارش ہے کہ ارادہ کرنا معنی رفع درجات کا بل رفعہ اللہ الیہ سے بسبب وجود محکی عنہ کے جو قبل از واقعہ صلیب بھی متحقق ہے عین حق اور صدق ہے کمامر۔ پس بعد از قطع احتمال رفع جسمی کے آیت بل رفعہ اللہ الیہ محکم ٹھیری رفع درجات میں لہذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ جو قرآن و حدیث کے لغوی ہیں مثل حضرت ابن عباس کے

اور سلف سے مثل امام بخاری وغیرہ کے رضوان اللہ علیہم اجمعین رفع درجات کو اس آیت سے لیے سمجھے ہوئے تھے کہ ان محققین میں سے کسی سے آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنوں میں اصح طور پر کوئی اختلاف مروی نہیں ہے ولا اعتبار بالآثار المرجوحة والاحادیث الضعیفة المضطربة والمعارضة لهذا المعنی کما تقتضیه قواعد التعدیل واصول الترجیح التی حررت فی کتب الاصول ویجب مراعاتها لفهم کلام الله و حدیث الرسول اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ یہ آیت محکم ہے رفع درجات میں تو بالضرور مبین اور مفسر ہوگی واسطے اُن آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات طبعی مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور ما من نفس منفوسة الا وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ ہے قویہ ارادہ کرنے معنی موت کے لئے توفیتنی سے اور متوفیك سے جیساکہ تمام کتاب وسنت ولغات عرب سے ثابت ہوتے ہیں ہاں مخالفین سے جب کچھ جواب اس کا نہیں بن پڑتا تو کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں اور تقدیم و تاخیر کے بہانہ سے نظم کلام الٰہی میں اصلاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ونعوذ باللہ منہ اور یہی آیت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ میں بالفرض حیا ملحوظ نہ ہے کیونکہ فلما توفیتنی کے مقابل میں ہی اور ثانیاً نہایت درجہ بعید از عقل ہے کہ ایک زمانہ دراز آسمان پر زندہ رہنے کا ذکر بالکل متروک کیا جاوے بلکہ کسی جگہ پر قرآن مجید میں مذکور نہ ہو حالانکہ بسبب عظمت اعجازی کے ضروری البیان تھا اور علاوہ یہ کہ احادیث میں جو کہیں حضرت عیسیٰ مذکور ہوئے تو بشمول زمرۂ موتیٰ ذکر اُن کا کیا گیا دیکھو احادیث معراج کو حالانکہ آسمان پر بجسد عنصری

زندہ رہنا ایک معجزہ عظیم الشان تھا اُس کا ذکر قرآن مجید میں بالتصریح مذکور ہونا ضروری تھا کیونکہ مقاصد قرآن مجید میں سے ایک مقصد عظیم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے کے عجائبات قدرت کا مذکور بھی ضروری ہو خصوصًا ایسا عظیم الشان معجزہ جو ابتداے خلقت سے اب تک واقع نہیں ہوا اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسی و عیسی حیین الخ میں جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کے لئے۔ اور جب کہ یہ آیت حسب دلائل مذکورہ و قواعد علوم الٰہیہ احتمال رفع جسمی کو قلع قمع کرتی ہے کما مر تو وہ استبعاد عقل انسانی جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر ہے وہ بھی واجب التسلیم رہا کیونکہ عقل وہ جوہر لطیف ہے جس کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ اس آیت سے ثابت ہے کہ عقل و نقل کے نہ ماننے والے اصحاب السعیر میں داخل ہوں گے و نعوذ باللہ منہ وھذہ الآیۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا عن کل سوال تبرعا فی ھذہ الرسالۃ۔ سبحان اللہ والحمد للہ کہ ایک کلمہ بل و لاکن استدراک نے مخالفین کے تمام بل اور جملہ کجیوں کو سیدھا کردیا مگر جب کہ کسی کو قرآن مجید کے علوم آلہیہ سے ہی انکار ہو اور جس کی شان لَا رَيْبَ فِيْهِ ہے اُس کو چھوڑ کر امور مشکوکہ اور قصص مجعولہ کی طرف دوڑے تو اُس کا کیا علاج ہے۔ **شعر**

لاہور سی محبت ملتاں بتاتے ہو — کابل پڑی ہی تم کو پیش اور جاتے ہو

اب ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ جملہ مخالفین کیلئے بڑی دقت اور مصیبت پیش آرہی ہے جو مخالفین کہ مذاق علمیہ علوم آلہیہ سے نہیں رکھتے وہ تو ایک ادنی شخص کے رو برو گفتگو ان مسائل میں نہیں کرسکتے اور جو مخالفین کسی قدر مذاق علمیہ علوم آلہیہ سے رکھتے ہیں اُنکے لئے

سب سے بڑھکر یہ مصیبت پڑی ہے کہ وہ تمام علوم آلیہ ہمارے
مسلک کے مثبت اور مؤید ہیں اور مخالفین کو دھکے دے رہے
ہیں چنانچہ اس فائدہ جلیلہ اور دیگر مقامات استدلالات سے ناظرین
کو معلوم ہوا ہوگا و لنعم ما قیل۔ **شعر**

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ۔۔۔ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

تمت الفائدۃ الجلیلۃ۔

والان نشرع فی رد اصل الکتب والیہ المرجع والمآب

اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب
ہے قطع نظر منفی ہونے اُس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے
نہ محکی عنہ میں۔ اس تفسیر و تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی
جاتی ہے مضمون اناجیل سے بھی مطابقت ہوگئی پھر ہم کو اُس کی
تکذیب کیونکر جائز ہو سکتی ہے دیکھو ص۹۴ سطر ۳ اور جس مضمون کا
مصدق قرآن کریم ہو اُس کی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتضاد
جائز ہوگی جیساکہ حدیث بخاری بلغوا عنی ولو اٰیۃ وحدثوا
عن بنی اسرائیل ولا حرج اھ کے محمل کی یہی صورت ہے انتہی
ملخصًا اور حضرت اقدس نے صفحہ ۳۷۸ سے ۳۸۲ تک کہیں تحریر
نہیں فرمایا کہ معنی صلب کے ہڈی توڑنی کے ہیں صرف مضمون
ہڈی نہ توڑے جانے کا نقل کیا ہے اور ہم کو کیا ضرورت ہے کہ
معنی صلب کے ہڈی توڑنے کے لیویں کیونکہ باوجود موجود ہونے
جملہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے ہم کو کون سی ضرورت واقع ہے
کہ صلب کے معنے ہڈی توڑنے کے لغت میں ڈھونڈیں اسواسطے
کہ حاصل مطلب دونو جملوں کا قتل بالصلیب ہی ہے اور وہ حسب
عقائد اور احکام توریت کے اب تک موجب لعنت شمار کیا جاتا ہے
بس ہم نے صلیب پر چڑھائے جانے میں مسیح کے نظم قرآنی کو نہیں

چھوڑا اور آثار صحیحہ و احادیث اصح الکتب مندرجہ بخاری کو جنمیں لفظ توفی کے معنی نصاً موت کے ثابت ہوتے ہیں نہیں ترک کیا اور بعداز واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا کتب تواریخ قدیمہ و جدیدہ سے ثابت کیا ہے اور نیز وہ اناجیل جو ملک تبت سے برآمد ہوئی ہیں مسیح ابن مریم کی سیاحت تا تبت و کشمیر وغیرہ کے لیئے مؤید ہوگئیں پس بطلان مذہب مخالفین کا جو مخالف کتاب وسنت کے ہے اور یہ خیال اُن کا خانہ زاد ہے آیت ما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ سے بشہادت مقتضائے کلمہ بل وکلمہ استدراک لکن وغیرہ کے چند وجوہ سے ظاہر ہوچکا اور تواریخ محققہ سے بھی مخالفت خیال مخالفین کے ثابت ہوگئی کما ثبت فی محلہ

قولہ دوسری وجہ بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیر منصوب متصل کا الی قولہ نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح۔

اقول مؤلف اول اس کا فیصلہ کریں کہ جب مرجع ضمیر ما قتلوہ کا آپ کے نزدیک جسم مع الروح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے عندیہ میں جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہو جاتی ہے اس صورت میں ایک بڑا مسئلہ عظیم الشان اسلام کا جو آپ کو بھی مسلم ہے باطل ہوا جاتا ہے یعنی وہ تمام انبیا و شہدا اور مقربین جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقتول ہوے ہیں وہ مع روح کے قتل ہوگئے ہوں گے واللازم باطل فالملزوم مثلہ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ثانیاً مؤلف صاحب بیان فرماویں کہ ماسبق آیت وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کے جسم مع الروح کہاں مذکور ہوا ہے جس کو آپ نے مرجع ضمیرین قرار دیا ہے بینوا توجروا البتہ

دوسری وجہ

جواب سوم

مسیح عیسیٰ بن مریم تو مذکور ہوا ہے پس وہی مرجع مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کا ہے اور وہی مرجع بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کا اور ثانیاً ہم یہ امر ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا رفع بحسب الدرجات حالت حیات میں بھی ہوتا رہا اور بعد وفات کے بھی ایک خاص قسم کا رفع درجات ہوا لیکن یہ امر تو مسلم مؤلف صاحب کو بھی ہوگا کہ شہدا و مقربین بعد مقتول ہونے اپنے کے انھیں اعلام و اسما کے ساتھ مذکور کیے جاتے ہیں جو قبل مقتول ہونے کے انکے اعلام و اسما تھے ہیں شعر

آن تو ئی کہ بے بدن داری بدن ۔ پس مترس از جسم جان بیروں شدن

قال الله تعالى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وغيره ذلك من الآيات اس آیت میں بھی بل موجود ہے شاید پیر صاحب اپنے خیالی مقتضاء بل کے بموجب ان مقتولین فی سبیل اللہ کے حیات جسمانی بلکہ رفع جسمانی کے بھی قایل ہوں گے اور مثل شیعوں کے اُن کی رجعت دوبارہ یا نزول من السماء کا قول بھی کرتے ہوں گے ۔ افسوس کہ مؤلف صاحب نے ناحق اس کوچہ علمی میں قدم رکھا اور اپنے مریدوں کے روبرو اپنے فہم سقیم سے اُنکو نادم ہونا پڑا شعر

وکم من عائب قولا صحیحا ۔ وآفته من الفهم السقیم

پھر اور وجہ بطلان مذہب مخالفین کی یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالے سلک جرائم یہود میں صرف افترا اور بہتان اُن کا ذکر فرماتا ہے یعنی وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ وقتلهم نہیں فرمایا اور اُن کے اس قول کی صرف یہی وجہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کے قتل بالصلیب میں انھوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کوچہ بہ کوچہ رسوا کیا اور مار پیٹ سے

الزام خصم ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عیسیٰ

تکلیف دی بلکہ صلیب پر بھی چڑھا دیا اور ان سب جرموں کے مرتکب ہوئے اور چونکہ بہ سبب شروع ہوجانے لیل السبت کے دو تین گھنٹوں میں صلیب پر سے اُتار لیے گئے اور فی الواقع مقتول بالصلیب نہیں ہوئے بلکہ بقرینہ حرف لکن کے جو استدراک کے لئے آتا ہے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ مقتول بالصلیب کے مشابہ کئے گئے اور اس تدبیر سے اللہ تعالٰی نے حضرت مسیح کو قتل بالصلیب سے بچا لیا جس کی نسبت فرماتا ہے کہ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ یعنی یہود نے مسیح کے قتل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا حتیٰ کہ سولی پر بھی چڑھا دیا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں ہم نے اُس کو قتل بالصلیب سے بچا لیا جیسا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے تمام منصوبے کر چکے تھے لیکن معہذا اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے ان منصوبہ کے شر سے مصؤن ومحفوظ رکھا کما قال اللہ تعالٰی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ المقصہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کو اس واقعہ مسیح بن مریم سے اسی لئے خبر دی کہ جس طرح سے میںنے مسیح کو یہود کے منصوبوں قتل سے بچا لیا اُسی طرح میں تجھہ کو بھی منصوبوں قتل مشرکین مکہ سے بچا لوں گا۔ یا اس قضیہ کو منعکس بعکس لغوی کر لو کہ جس طرح پر مشرکین مکہ کے منصوبہ قتل سے تجھہ کو بچا لیا اُسی طرح مسیح کو بھی بچایا تھا اسی واسطے دونو قضیوں میں الفاظ مشترکہ اور ایک سے ہی رکھے گئے ہیں ہاں البتہ حضرت عیسٰی کے قصہ میں بصیغہ ماضی فرمایا گیا کہ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ واللہ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ کیونکہ قصہ زمانہ ماضی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بصیغہ مضارع ارشاد کیا۔

نوٹ: حاشیہ: ۱۶ جون ۱۹۵۱ء — ۲۰ جون ۱۹۵۱ء

کہ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ کیونکہ یہ قصہ زمانہ حال و استقبال کا ہے مگر الفاظ و مواد دونوں قصوں کے متحد لائے گئے ہیں کیوں متحد لائے گئے ہیں صرف اسی واسطے کہ واضح ہو جاوے کہ دونوں قصوں میں باہم مماثلت تامہ ہے مگر افسوس ہے مخالفین پر کہ باوجود اس قدر تنبیہ الٰہی کے جو قرآن مجید میں بطور اظہار مماثلت ہر دو قصوں کے متحد لاتے الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے تاہم مخالفین حضرت عیسیٰ اور آنحضرتؐ کی حفاظت وعصمت میں زمین و آسمان کا تفاوت اعتقاد کرتے ہیں یعنی آنحضرت صلعم کے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ غار ثور کے مصائب اور آفات سفر راہ مدینہ وغیرہ وغیرہ جنکا تحمل سخت دشوار تھا اُن پر اور اُن کے یار غار پر نازل فرمائیں اور بڑی تکلیفوں اور دشواریوں کے ساتھ کئی روز میں مدینہ منورہ پہونچایا اور دشمنوں کا تعاقب بھی پیچھے پیچھے چند مقاموں پر رہا اور پھر یہ احسان جتلایا کہ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اور حضرت عیسیٰ کے لئے یہ تدبیر کی کہ بلا کلفت اور مشقت کے چھت کو پھاڑ کر ایک دریچہ بھی بنادیا اور حضرت عیسیٰ کی شبیہ دوسرے شخص پر ڈالدی اور اُن کو چوتھے آسمان پر چڑھا دیا اور اب دو ہزار برس تخمیناً اُن کو آسمان پر رہتے ہوئے ہو گئے نہ اُن کو حاجت اکل و شرب کی ہے نہ اُن کے جسم میں کسی طرح کا تغیر پیدا ہوتا ہے اور نہ اُن کو کوئی مرض لاحق ہوتا ہے جو خاص صفت الحی و قیوم کی تھی یعنی لایحول و لایزول دو ہزار برس سے اُن کو دے رکھی ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا گویا مؤلف اپنی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ **شعر**

فسبحان من خص المسیح براحۃ لیغبطہ فیہا الذی ھو افضل

ہاں مجھے یاد آگیا کیونکہ یہ فرق نہ ہوتا کہاں حضرت عیسیٰ خدا کے اکلوتے بیٹے ملکی صفات بشریت سے مبرا اور کجا محمد رسول اللہ عبدہ و رسولہ

ایک خاکی نژاد انسان و نعوذ باللہ من ھذا القول مثل القول
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ
الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کلا و حاشا ای مؤلف
صاحب تم عیسائیوں کے شریک ہو کر وہ شعر پڑھے جاؤ ہم تو یہ
اشعار پڑھتے ہیں۔ **اشعار**

الا بابی من کان ملکا و سیدا ۔ و آدم بین الماء والطین واقف
فذاک الرسول الابطحی محمد ۔ له فی العلی مجد تلید و طارف

اور ہم یہاں پر ان اغلاط کا اظہار کرنا نہیں چاہتے جو مؤلف صاحب
نے اس مقام پر بسبب بے علمی کے کیں ہیں کہیں حضرت عیسی کے
لئے تشبہ بالملائکہ کا قول کیا ہے اور کہیں حضرت مریم کے گریبان میں
نفخ روح اللہ تعالے کے کلام پاک سے اپنے خیال میں مان لیا ہے
ہاں ہدیۃ الرسول کے رد میں انشاء اللہ تعالے ان اغلاط کی خبر لی جاوے
گی۔ اب ہم پھر اصل کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اس کے بعد
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا یعنی یہ خیال مت کرو کہ اللہ
تعالی مسیح کو بغیر آسمان پر اٹھالے گئے نہ بچا سکتا تھا بلکہ اس کا نام عزیز
ہے باعزت اور باغلبہ بغیر آسمان پر اٹھاسے حضرت عیسیٰ کو قتل
بالصلیب سے بچا دینا باوجود صلیب پر چڑھا دینے کے اس کے
سامنے بڑی بات نہیں ہے۔ **شعر**

اذا رام امرا لا یکون خلافہ ۔ ولیس لذاک الامر فی الکون صارف

حَكِيْمًا یعنی ہم باحکمت ہیں کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں
ہوا کرتا پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم حکمت ایمان بالغیب کو ضائع کر کر
ایسا معجزہ واقع کریں کہ ایمان لانے کی طرف مجبور کرے اور پھر اپنی
حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی کو توفیق سے کفار مکہ کے اسطرحپر
بچاویں کہ غار ثور جیسے غار میں جس میں ثوبان صدہا آفات کا تھا
انواع انواع کی بمع سب کے ساتھ چھپا دیں اور

اور تمام آفات سفر کی اُس پر اور اُس کے یار غار پر نازل کریں اور مسیح کو
جو اُن کے ایک **خادم** کی برابر ہے یہ شرف اور رتبہ دیویں کہ بلا کلفت
اور بغیر کسی محنت یا آفت کے چوتھے آسمان پر چڑھا دیں اور اُس
کی شبیہ کسی حواری پر ڈالکر شبیہ کو سولی پر قتل کرادیں ایسا فعل
ہماری حکمت کے سرتاپا خلاف ہے **تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى** اور ہم
تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ مسیح جیسا شخص اُس حبیب ازلی کی اُمت
ہی میں پیدا کردیویں اور وہ **اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ** کا مصداق
ہوکر یکسر الصلیب کرے اور بلحاظ اُس کی دعا اور الہام کے یقتل
الخنزیر بھی واقع ہو اور اُسی کے دعوی کی تصدیق کے لئے اجتماع
کسوف و خسوف رمضان ۱۳۱۱ھ ہجری میں واقع ہو جو کسی
مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے جب سے کہ آسمان و زمین کو اللہ
تعالی نے پیدا کیا ہے واقع نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ **شعر** آسمان بارد نشان
الوقت میگوید زمیں ؛ این دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند ما اور ہماری حکمت کا
مقتضا یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اُس کی کے کیا جاوے
اگر ایسا معاملہ جو بے وقوف ہماری حکمت سے مسیح کے ساتھ خیال
کرتے ہیں کسی کے ساتھ کرتے تو اپنے حبیب ازلی کے ساتھ کرتے
جس کی **امت** کے **مجدد** مسیح کی مانند ہیں

شعر

این مدد ماست دراسلام چو خورشید عیاں ؛ کہ بہر دور مسیحا نفسے مے آید

فلو ان اثبت الذی مرابینا ؛ وصفنہ بالذی و صفنا

لہذا آسمان پر چڑھا دینا مسیح کا ہر طرح سے محض خلاف حکمت ہے
یہاں تک تو حاصل مطلب اس آیت کا تھا اب مؤلف صاحب
نے جو اثر ابن عباس کا تحریر فرمایا ہے اولا مؤلف کو چاہیے کہ جو
اُس میں اضطراب اور تعارض مذکورہ اور غیر مذکورہ ساتھ واقع
ہے اُس کو دفع فرمادیں بعد اُس کے اس اثر کو ہمارے روبرو پیش
کریں مثلا اس اثر کے رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولا حضرت عیسی

کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا بعد اُس کے حضرت عیسیٰ کی شبیہ ایک
حواری پر ڈالی گئی اور پھر یہود نے پکڑ کر اُس شبیہ کو سولی دی تو
ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ بعد اُٹھائے جانے حضرت عیسیٰؑ کے
آسمان پر اب اللہ تعالیٰ کو کون سی ضرورت پیش آئی کہ دوسرے شخص
پر شبیہ عیسیٰ کی ڈالکر اُس کو سولی پر قتل کرایا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو
حکیم مطلق ہے اُس کا تو کوئی فعل خالی حکمت سے نہیں ہوتا بفرض
محال اگر اس القاء شبہ کے قصہ کو تسلیم کیا جاوے تو پھر اس سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں چڑھائے گئے
اور اسی زمین پر یہود سے پوشیدہ کردئے گئے اور یہ احتیاط کی گئی کہ
ایک حواری پر القاء شبہ کردیا گیا تاکہ یہود اُس شبیہ کو قتل بالصلیب
کرکر حضرت عیسیٰ کے قتل کا خیال چھوڑ دیویں مگر درصورتے کہ حضرت
عیسیٰؑ آسمان پر چڑھائے جاتے تو کیا مؤلف صاحب کے نزدیک
تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسمان سے آسکتے تھے بدیں خیال اللہ
تعالیٰ نے ایک حواری کو اُن کے لئے کفارہ کرکر یہود کے منصوبۂ
قتل کو دفع کیا۔ اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بعد قتل بالصلیب
ہونے اُس شبیہ کے نعش اُس کی کہاں دفن کی گئی اگر آپ کے
نزدیک اُسی قبر میں دفن کی گئی جس میں سے عیسائیوں کے نزدیک
تیسرے روز نکالی گئی تو سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع آسمان
پر اور القاء شبہ حواریوں موجودین نے بچشم خود دیکھا تھا تو باوجود
معائنہ ان تماشہائے عجیب وغریب کے پھر اُس نعش شبیہ کو کس
غرض سے قبر میں سے نکال لیا جس کا الزام یہود اب تک نصارے
کے ذمہ لگاتے ہیں پھر یہ گذارش ہے کہ اس اثر ابن عباس میں
تین مذہب لکھے ہیں اول مذہب نصاریٰ یعقوبیہ کا جو الوہیت
مسیح کے قائل ہیں دوسرا مذہب نسطوریہ کا جو ابنیت کے قائل
ہیں ان دونو مذہبوں کی رو سے گنجایش ہے کہ رفع جسمی آسمان پر

جواب صفحہ ۱۶-۱۷ بحث اثر ابن عباسؓ

ہوا ہو کیونکہ حضرت عیسی اللہ یا ابن اللہ جو ٹھیرے اور تیسرا
مذہب مسلمانوں کا یعنے حقیقی متبعین عیسائیوں کا
یہ لکھا ہے کہ وکان فینا عبد اللہ ورسولہ
ما شاء اللہ ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء المسلمون پس اس مذہب
مسلمانوں کے روسے رفع بحسب الدرجات ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ
تمام عباد مرسلین و مقربین کا رفع بحسب الدرجات ہی ہوا کرتا ہے
لاغیر جیسا کہ لفظ الیہ اس مطلب پر صریح دال ہے حتی کہ فضیلت تواضع میں بھی وارد ہے کہ من تواضع
للہ رفعہ اللہ ادعیہ ماثورہ میں وارد ہے اللھم اغفرلی
وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی وغیرہ وغیرہ پھر استفسار
یہ ہے کہ مؤلف صاحب کا مذہب مسلمانوں کا ہے یا ہم مذہب یعقوبیہ
اور نسطوریہ کے ہیں بینوا توجروا - پھر اس اثر ابن عباس میں چند تعارض
اور بھی ہیں جو سابق میں مذکور ہو چکے ہیں وہ بھی دور کیے جاویں
بعد دفع تعارضات و اضطرابات کے ہم اس اثر کا جواب شافی و
کافی دیویں گے انشاء اللہ تعالے اور باقی اقوال جو مجاہد قتادہ اور
سدی سے نقل کئے ہیں انہیں بھی اس قسم کا اضطراب و تعارض موجود
ہے اُس کو دفع کیا جاوے تب یہ اقوال پیش ہوں ورنہ یہ اقوال
جو باہم آپس میں بھی متعارض ہیں علاوہ بریں دیگر احادیث و
آثار صحیحہ کے بھی معارض پڑتے ہیں تو کیونکر قبول کئے جا سکتے ہیں
کیونکہ علم اصول فقہ اپنے اصول تعادل و ترجیح کی رو سے اُن کی
تسلیم سے آبی ہے دیکھو ابواب تعادل اور ترجیح کو اصول فقہ میں
اب ہم متوجہ ہوتے ہیں واسطے جواب اُس عربی عبارت کے
جو تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے مؤلف نے نو دس ورق میں لکھی ہے اور
تلبیسا حوالہ ابن جریر کا دیا ہے جو ہرگز مؤلف کے پاس موجود نہیں ہے
سب سے اول ناظرین پر واضح ہو کہ ہم نزول مسیح بن مریم کے
منکر نہیں ہیں اگر نزول مسیح کے منکر ہوتے تو پھر حضرت اقدس کو

مسیح موعود کیونکر مانسکتے تھے ہاں ہمارے نزدیک نزول کے وہی معنے ہیں جو خود مؤلف صاحب نے متعدد جگہ نزول کو بعث و خروج کے ساتھ تعبیر کیا ہے دیکھو ص۳۳ سطر ۲۴ اور ص۱۳۱ سطر ۴ وغیرہ کو کما مر سابقاً۔

قولہ ص۱۹ سطر ۴۔ اخرج عبد بن حمید و ابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الی قولہ امن بہ۔

اقول کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ و اتفاقیہ لکھا ہوا ہے کہ نون التاکید لا یؤکد الا مطلوباً و المطلوب لا یکون ماضیاً و لا حالاً ولا خبراً مستقبلاً۔ اور آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں نون تاکید موجود ہے پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ خبریہ نہ ہوا بلکہ جملہ انشائیہ ہوا تو پھر یہ آیت پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتی ہے کجا جملہ انشائیہ اور کجا جملہ خبریہ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا پس آپ نے جس قدر ایسے آثار یا اقوال مفسرین (جن میں اس آیت کو پیشین گوئی قرار دیا گیا ہے) یہاں پرداز کئے ہیں وہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہیں اور لیؤمنن کا جملہ انشائیہ ہونا نہ خبریہ تفاسیر ادبیہ مثل کشاف و بیضاوی وغیرہ کے بھی لکھا ہوا ہے جملہ تفاسیر ادبیہ میں جملہ قسمیہ لکھا ہے جو انشائیہ ہوتا ہے پس اگر آپ کو ان عیسی لم یمت اہ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسی سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھیرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک تو فبہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنی مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں بہرحال دو بلاؤں میں سے آپ ایک بلا میں تو ضرور مبتلا ہوں گے اگر

(سوال مولوی عبد الماجد)

آیت کو پیشین گوئی قرار دوگے تو قاعدہ نحویہ جو اتفاقیہ ہے آپ
کو چھوڑنا پڑے گا وھو خلاف مذا فلم لانکم عضضتم
علی مقتضاء کلمۃ بل بالنواجذ اور اگر قاعدہ نحویہ مسلمہ
کو مضبوطی سے پکڑو گے تو آیت مطلوبہ پیشین گوئی نہ ہے گی شعر
وفی کفتی میزاننا لک عبرۃ وانت لسان فیہ ان کنت تعقل
اذا رجحت احدٰھما طاش اخرٰھا وانت لما فیھا تمیل وتسفل

قولہ وکان من خبر الیھود علیھم لعائن اللہ الی
قولہ تحضروہ ھنالک۔

اقول یہ ہے مماثلت تامہ مسیح محمدی کی ساتھہ مسیح اسرائیلی کے
یعنی جس طرح پر علماء اہل کتاب نے مسیح اسرائیلی کی تکفیر و تکذیب
کی تھی جیسا کہ مؤلف نے تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے نقل کیا اسی
طرح پر اس مسیح محمدی کی تکفیر و تکذیب باوجود تورع صد ہا نشانات الٰہیہ
کے علماء امت کر رہی ہیں اور اگر قابو اُن کا چلتا تو قتل اور دینے
سولی میں بھی ہرگز ہرگز دریغ نہ کرتے ولکن لا یقدرون
بسبب الشوکۃ السلطنۃ البرطانیۃ والحمد للہ پس مؤلف کو
اس اپنی نقل کی ہوئی عبارت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ مبادا
اس مسیح کی تکذیب سے مخالفین کی مماثلت تامہ علماء یہود کے ساتھ
نہ ہو جاوے و نعوذ باللہ منہ فھذہ العبارۃ المنقولۃ من
التفسیر دلیل لنا لا لکم

قولہ فلما احس بھم الی قولہ واللہ اعلم از صفحہ اول
تا آخر صفحہ ۲۰ **اقول** اس قصہ کا جعلی اور مصنوعی ہونا بسبب
اس کے کہ اس کے بیان میں انواع انواع سے اضطراب ہے
سابق میں مذکور ہو چکا واسطے یاد دہانی کے کسی قدر اضطراب یہاں
پر بھی مذکور کیا جاتا ہے ھو المسک ما کررتہ یتضوع مثلاً ایک اضطراب
یہ ہے کہ جب کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے چھت کو پھاڑ کر آسمان

جواب ۱۵ ۱

پر چڑھایا تو پھر ایک حواری پر القار شبہ کی کیا ضرورت باقی رہی جو اُس کو سولی پر چڑھا کر قتل کروایا کیا یہود آپ کے نزدیک آسمان پر بھی چڑھکر حضرت عیسی کو قتل بالصلیب کراتے جو واسطے دفع اس خیال یہود کے کہ حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں اُس حواری کو قتل بالصلیب کروایا کہ یہود کو حضرت عیسی کا خیال حیات بھی نہ رہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ نہ حضرت عیسی کو ضرر پہونچتا اور نہ آپ کے اصحاب اور یاروں میں سے کسی کو مقتول بالصلیب کرایا جاتا یہ کیسی مدد الٰہی پہونچی کہ ایک مومن مخلص متبع کامل کو جس کا ایمان حضرت عیسی پر بدرجہ کامل تھا اُس کو مقتول بالصلیب کراکر ملعون کردیا اور پھر اُس پر امتنانا فرمایا گیا کہ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ہ کیا ایسے ہی قادر مطلق کو حامی اور ناصر خیر الماکرین کہا جاتا ہے کہ جو کسی کے ایسے دوست خالص کو جو اُس کا متبع اور کامل الایمان ہے سولی سے قتل کراوے بلکہ اس قصہ القار شبہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ یہود ہی خیر الماکرین تھے کہ اُن کی تدبیر حضرت عیسی پر بلکہ خدا پر غالب آگئی کیونکہ اگرچہ حضرت عیسی خود مقتول بالصلیب نہ ہوے لیکن اس کی کیا پروا ہے جب کہ اُن کا ایک محب مخلص اور متبع صادق کامل الایمان مقتول بالصلیب اور ملعون ہو گیا اور اس ذریعہ سے یہود کا مطلب یوں حاصل ہوا کہ ایک کامل الایمان متبع صادق حضرت عیسی کو مقتول بالصلیب کرا کر اُنھوں نے ملعون کردیا۔ آہ صد آہ ایسے نبی کے اتباع پر اور اُس کے اصحاب صادقین پر* کہ

*نوٹ ناظرین رسالہ کے لئے ایک ضروری التماس کہ وقت پڑھنے ہمارے رسالہ کے رسالہ مردودہ حسب نشان وہی نمبر صفحہ جو ہم نے ہر مقام پر کی ہے مطالعہ میں رکھیں تاکہ ردو مردود کا لطف اُن کو حاصل ہو کہ تعرف الاشیاء باضدادھا قضیہ مسلمہ مشہورہ ہے ورنہ صرف ہمارے رسالہ کے مطالعہ

کہ اُس کا اتباع اُن کو کچھ نفع نہ دے اور ایک مخلص مقتول بالصلیب ہو کر ملعون ہو جاوے اور آیت مُتَوَفِّيكَ وَ رَافِعُكَ إِلَيَّ آہ کو اس قصہ میں جو درج کیا گیا ہے یہ اور بنار فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ یہ آیت خود اس قصہ القار شبہ کو باطل کرتی ہے بچند وجوہ اولاً آنکہ اللہ تعالے اسی آیت میں حضرت عیسی سے وعدہ فرماتا ہے کہ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ پس ایک متبع کامل کو وقت وعدہ ہی کے سولی سے قتل کروا دینا کیسا مخالف اس وعدہ الٰہیہ کے ہے ادھر تو وعدہ فوقیت اُدھر جھٹ پٹ قتل بالصلیب جو مستلزم ملعونیت کو ہے۔ ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ثانیاً القار شبہ خود سیاق آیت کے خلاف ہے یعنی وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ اے مولف صاحب آپ کا خدا کیسا خیر الماکرین ہے کہ ایک متبع کامل الایمان محب صادق حضرت عیسی کو یہود کے ہاتھ سے مقتول بالصلیب کروا کر ملعون کئے دیتا ہے اور اپنی صفت خیر الماکرینی پر کچھ بھی خیال نہیں فرماتا پھر فرمائے کہ آپ کے اس خدا پر کوئی کیا بھروسا کرے۔ شعر

گرہمیں مکتب ست وایں ملا — کار طفلاں تمام خواہد شد

الحضرت یا تو ایسے خدا سے عاجز سے دست بردار ہوں اور یا اثر ابن عباس سے ہاتھ دھوئیں اور اُس کا نام نہ لیں کہ وہ اثر اُس قادر مطلق کی صفت خیر الماکرینی کو کھوئے دیتا ہے۔ ثالثاً کلام الٰہی جو اس قصہ مسیح کو آغاز سے بیان فرماتا ہے اُس کی نظم عبارت یہ ہے فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ اس آیت میں القار شبہ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ

اَیکم یلقی علیہ شبہی اگر القار شبہ کا قصہ صحیح ہوتا تو
کون سا امر مانع تھا کہ بجائے من انصاری الی اللہ کے ایکم
یلقی علیہ شبہی قرآن مجید میں مذکور ہوتا خصوصاً جب کہ یہ خیال
و لحاظ بھی کیا جاوے کہ ایک شخص کی شبہ کسی دوسرے
شخص پر القا کردینا ایک معجزہ عظیم الشان ہے جس کا ذکر کرنا
قرآن مجید میں ضروری البیان ہے کیونکہ قرآن مجید کے مقاصد
میں سے اظہار معجزات اور عجائبات قدرت ایک مقصد عظیم
الشان ہے۔ رابعاً حواریوں کا جواب بھی اس قصہ کی نفی کرتا ہے
اگر کاش حواری لوگ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں
بجائے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے نحن مستعدون لالقاء
شبہک علینا لئلا نقتل بالصلیب ونحن نقتل عوضک
کہہ دیتے تو بھی اس قصہ کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی
پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصۂ حضرت عیسیٰ کو آغاز سے
آخر تک بیان فرمایا اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں القاء
شبہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں بلکہ نفی القار شبہ کی ہوتی ہے
خامساً دعاے حوارین یعنی فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ بھی دلالت
کرتی ہے کہ حوارین میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب
نہیں ہوا کیونکہ جیسا کہ دعا حضرت عیسیٰ کی قبول فرمائی گئی ہے
کما قال اللہ تعالیٰ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ
وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ویسی ہی حواریوں کی دعا بھی قبول
کی گئی دیکھو وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا
اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق
مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی ملعون قرار دیا جاتا تو پھر وہ زمرۂ
شاہدین میں جنکا مقام یہاں پر نبی سے ماتحت اور کل امت سے
فوق ہے کیونکر اُس کا نام درج ہو سکتا تھا اب میں پوری آیت

کو معہ بعض جملوں تفسیری کے اس جگہ پر لکھے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کے اذہان میں بحکم اِذَا تکرر تقرر کے بخوبی یہ امر جا نشین ہوجاوے کہ قرآن کریم اس جعلی قصہ کو رد فرما رہا ہے وھی ھذہٖ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ ای ارادة قتلھم له قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ یختبر ایمان المخلصین من غیرھم فی ساعة العسرة قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ یعنی لن نالوا جهدا النصرك لان نصرك نصر الله و کیف لا ننصرالله و قد اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ و لما قصدوا قتل عیسی بالصلیب مَكَرُوْا حتی جعلوه علی الصلیب وَ مَكَرَ اللّٰهُ بانجائه و انجاء حواریین من قتل الصلیب مع انهم صلبوه مجازا ای جعلوه علی الصلیب وَ لما کان ذلك الیوم یوم الجمعة بعد العصر لیلة السبت ھکذا فی صفحة ۲۰ سطر ۸ فلھذا انزل من الصلیب تعظیما للیلة السبت حین اقبلت وکان ما کان وَ ذلك اذ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ای اغلبهم اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓی اعلاما له بمکره بالاعداء و تخلیصه عن مکرھم اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ای ممیتك حتف انفك وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ ای مقربك الی فی مقعد صدق الذی ھو عندی وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ من الحواریین وَ المسلمین فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ الحاصل اس قصہ میں جو کچھ مفسرین نے بلا تحقیق و تنقیح تفاسیر میں لکھا ہے اُس میں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں کہ ان کی شمار کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے ہم نے ناظرین کو چند مفاسد پر اطلاع دی ہے اور حضرت مریم کا ماتم کرنا صلیب کے نیچے جو آخر عبارت میں لکھا ہے وہ بھی اعجب العجاب سے ہے جس کے مفاسد پہلے

ہم درج کر چکے ہیں فلا نعیدها مرة اخری فتذکر ولا تکن من الغفلین و لعلك لا تجد هذه الدرر فی تفسیر من تفاسیر المفسرین - و هذا کله من امتحان الله عباده لماله فی ذلك من الحکمة البالغة و قد اوضح الله الامر و جلاه و بینه و اظهره فی القرآن العظیم الذی انزله علی رسوله الکریم المؤید بالمعجزات و البینت وَ الدلائل الواضحات فقال تعالی و هو اصدق القائلین و رب العلمین المطلع علی السرائر و الضمائر الذی یعلم السر فی السموات و الارض العالم بما کان و ما یکون و ما لم یکن لو کان کیف یکون وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ای شبه لهم عیسی بالمقتول بالصلیب فظنوا بل شکوا انهم قتلوه بالصلیب و لهذا قال وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ یعنی بذلك من ادعی انه قتله من الیهود و من سلمه الیهم من جهال النصاری کلهم فی شك من ذلك و حیرة و ضلال و سعر و لهذا قال وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ای و ما قتلوه متیقنین بل هم شاکون متوهمون فی ذلك بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ رفعا روحانیا و بحسب الدرجت لان رفع الانسان الی الله لا یکون الا بحسب الدرجت لا بحسب المکان وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا ای منیع الجناب لا یرام جنابه و لا یضام من لاذ ببابه حَكِیْمًا ای فی جمیع ما یقدره و یقضیه من الامور التی یخلقها و له الحکمة البالغة و الحجة الدامغة و السلطان العظیم و الامر القدیم -

قوله تعالی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الی قوله اذا نزل امنوا به اجمعون ٥

اقول ہم نے تسلیم کیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے لیکن اس آیت کا پیشین گوئی ہونا سابق میں ہم باطل کر چکے ہیں بلکہ مقصود اس آیت سے انشاء ایمان کا ہے حضرت عیسی کے مقتول بالصلیب ہونے پر بوجوہ مذکورہ ماسبق آیت کے اور آیت جملہ انشائیہ ہے نہ خبریہ ھکذا فی البیضاوی والکشاف کیونکہ اس میں نون تاکید موجود ہے و نون التاکید لا یؤکد الا مطلوبا و المطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا لہذا نون تاکید جملہ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کو جملہ خبریہ ہونے سے مانع ہے پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ تمام اہل کتاب یہود و نصاری مسیح کی موت صلیبی واقع ہونے میں شاک اور متردد چلے آتے ہیں اور اس بارہ میں اپنے شاک اور متردد ہونے پر ان کو یقین اور ایمان حاصل ہے اور بدلائل مذکورہ سیاق آیت ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اور حسن کا یہ قول کہ و اللہ انہ لحی الان عنداللہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ حیات حضرت عیسی کی جسمانی نہیں بلکہ حیات ان کی روحانی ہے جو عند اللہ ہے کیونکہ محاورہ قرآن مجید میں حیات عند اللہ سے حیات روحانی ہی مراد ہوتی ہے جو جسمانی حیات سے علاوہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ دیکھو دونو جگہ پر لفظ عند ربہم اور عند اللہ کا موجود ہے اور جب کہ اس قول سے حیات جسمانی ثابت نہ ہوئی تو نزول مسیح بھی بروزی طور پر متعین رہا کیونکہ مسیح بجسدہ العنصری زندہ ہی نہیں جو نزول بجسدہ العنصری اس پر متفرع کیا جاوے وھو المطلوب۔

قولہ و قال ابن ابی حاتم الی قولہ بدلیل۔ فتاطھر

ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

اقول اس قول میں لفظ باعثہ موجود ہے پھر نزول من السماء بجسدہ العنصری کب ثابت و قائم رہا اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے مصداق ہے پس ایسی تاویل کیونکر قبول کی جا سکتی ہے تو گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہٰذا محض باطل ہیں پس ہم ان کے نہ تسلیم کرنے میں مجبور ہیں خصوصاً جب کہ اسی لفظ نزول کی جگہ پر لفظ بعث و نیز لفظ خروج بھی وارد ہے اور خود بھی یہ اقوال باہم متعارض ہیں دیکھو اسی مقام پر اول میں لکھا ہوا ہے قال ابن جریر اختلف اھل التاویل فی معنی ذلك پھر اسی کی چند سطروں کے بعد اپنے معنی کی تائید میں تحریر کیا گیا و ھذ القول ھو الحق کما سنبینہ بدلیل قاطع اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ جب مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر کیا اپنے معنی کو قطعی الثبوت کہہ سکتا ہے یا جو معنی کسی آیت کے دلیل قاطع سے ثابت ہوں ان معنی کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اھل التاویل فی معنی ذلك بہرحال دیکھو اسی آیت مانحن فیہ میں اللہ تعالیٰ قول یہود کو جو بزعم خود انھوں نے محقق قرار دیکر قول کیا تھا کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو ثابت کرکر کیا کہ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ خلاصہ یہ ہے کہ جس امر میں محققین کا اختلاف ہو وہ امر قطعی کیونکر ہو سکتا ہے بہرحال دلیل قاطع آپ کی طرف سے جب بیان کی جاوے گی تب ہماری طرف سے بھی اس پر نظر کی جاوے گی بالفعل اسی سوال کا جواب دیا جاوے کہ نون التاکید

لا یؤکد الا مطلوباً والمطلوب لا یکون ماضیاً و لا حالاً و لا خبراً مستقبلاً اسی لئے بیضاوی و کشاف وغیرہ نے جملہ لیؤمنن بہ قبل موتہ کو جملہ انشائیہ لکھا ہے پھر پیشین گوئی کہاں رہی

قولہ قال ابن جریر القول الصحیح فی تفسیر الآیۃ الی قولہ بعد نزولہ الی الارض۔

اقول اس قول میں بھی مثل سابق کے کلام ہے۔ اور نیز اس عبارت میں یہ جملہ کہ فیقتل مسیح الضلالۃ قابل غور ہے کیونکہ مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب دجال کے شخص واحد قرار دینے میں بڑا زور لگاتے ہیں اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ دجال شخص واحد ہی ہے لیکن اُس کی جماعت اور ذریات کا کثیر ہونا منافی اُس کی وحدت شخصی کو نہیں ہے کہ کثیر ہونا اُس کا اس عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جماعت اور ذریات کسی شخص کی اُسی شخص کے حکم میں ہوتی ہے پس اُس کی جماعت اور ذریات بدیں لحاظ دجال ہی ہوئی اسی لئے دجال کو مسیح الضلالۃ کہا گیا جیسا کہ ہندوستان میں لاٹ پادری ایک ہی ہوتا ہے مگر اُس کی ذریات پادری تمام ہندوستان میں کثرت سے موجود ہیں اور یہ امر آیندہ تمھارے مسلمات سے ثابت ہو جاوے گا کہ مابین **مسیح موعود محمدی** اور **مسیح الضلالہ** کے جو لڑائی ہوگی وہ **سنانی لڑائی** نہیں ہے بلکہ لسانی جنگ ہے جو مباحثات اور مناظرات کے ساتھ ہوگی جس میں مسیح الضلالہ کو شکست فاش ہوگی اور وہی اُس کا قتل ہوتا ہے پس دجال کا مسیح الضلالہ ہونا اور مسیح موعود کے وقت میں نصاریٰ کا زمانہ ہونا ثابت ہوا کیونکہ مفسرین * نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ مراد مغضوب علیہم

* قال فی فتح الباری لا اعلم بین المفسرین فی ذلک اختلافا قالہ ابن ابی حاتم۔ منہ

سے فرقہ یہود ہے اور ضالین سے نصاریٰ پس مسیح الضلالہ نصاریٰ
پادریوں کا امام ہوا جس کو مسیح محمدی موعود شکست فاش دیوےگا
اور جملہ یکسر الصلیب بھی اسی پر دال ہے کیونکہ اس جملہ
سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں صلیب
پرستی کا غلبہ ہوگا جس کو مسیح موعود توڑے گا لیکن درصورت
ہونے دجال کے یہود میں سے یکسر الصلیب کیونکر صادق
آسکتا ہے۔ علاوہ یہ کہ فرقہ یہود تو حسب پیشین گوئی مسلمہ
فریقین کے جو کتاب و سنت میں مذکور ہے قیامت تک ذلیل
و خوار رہیں گے پھر دجال صاحب شوکت و اقبال یہود میں
کیونکر ہو سکتا ہے اور یضع الجزیہ کی یہ تفسیر کہ لا یقبل الا
الاسلام او السیف مخالف ہے نصوص قطعیہ قرآنیہ کے
کما قال اللہ تعالیٰ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ایضا قال تعالیٰ لَا
یَنْہٰکُمُ اللہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ
یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللہَ
یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ایضا قال تعالیٰ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ
یَدٍ وَّ ھُمْ صَاغِرُوْنَ ۰ وغیر ذلک من الایت الکثیرۃ
اور نیز مخالف ہے تمہارے مسلمات کے دیکھو ص۳۲ س۷
قیل یا رسول اللہ و ما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب
ابدا اور دیکھو ص۳۳ س۸ ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجہ
دونکم وان یخرج و لست فیکم فامرأ حجیج نفسہ معنی
حجیج کے باتفاق لغت حجت سے غالب آنا خصم پر ہے ان
جملوں سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دجال کا مسیح سے بحجت ہوگا
کہ اس کے شبہات و شکوک کو مسیح موعود حجت باہرہ سے نیست
و نابود کردے گا نہ بجنگ و جدال۔ ایضاً دیکھو ص۲۷ س۱۷ فاذا
راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ

لذاب حتی یہلك اس کا مفہوم یہی ہے کہ دلائل حقہ ثابتہ سے اُس کا بطلان ہووے گا اور اس منہج سے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا مضمون واقع ہو گا اگر دجال کا قتل تلوار سے ہوتا تو عبارت مذکورہ بالکل لغو ہوئی جاتی ہے ایضًا دیکھو ص ۴۳ س ۳ لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات اس جملہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسیح موعود کے کلمات حجت آیات سے اُس کے مخالف ہلاک ہوویں گے پھر فرماسئے کہ اندریںصورت جنگ و جدال سنانی کی کیا ضرورت باقی رہے گی ایضًا دیکھو ص۴۳ س۷ اذ اوحی اللہ عزوجل الی عیسیٰؑ انی قد اخرجت عبادا لا یدان لاحد بقتالہم۔ ایضًا دیکھو ص۴۳ س۸ و یبعث اللہ فی ایامہ یاجوج و ماجوج فیہلکہم اللہ تعالی ببرکۃ دعائہ اس سے ثابت ہوا کہ ہلاکت یاجوج و ماجوج کی مسیح موعود کی برکات ادعیہ سے ہوگی نہ حرب و جہاد سے

قولہ و یؤیدہ ماروی عنہ فی تفسیر وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ای نزول عیسی قبل یوم القیمۃ۔

اقول ضمیر انہ کا مرجع جو اس قول ابن عباس میں نزول عیسیٰ قرار دیا گیا ہے وہ مبنی ہے صرف اس خیال غلط پر کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے بجسدہ العنصری نازل ہوں گے ورنہ سابق میں کسی جگہ یہ مرجع نہ حکمًا مذکور ہے اور نہ حقیقتًا پھر کیونکر تسلیم کیا جاوے کہ ضمیر اِنَّهٗ سے مراد نزول عیسیٰ ہے علاوہ یہ کہ نزول عیسیٰ سے قیامت کا علم حاصل ہو جانا نصوص قطعیہ کے مخالف ہے کیونکہ قبل قیامت کے تو علم قیامت کا کسی کو دیا ہی نہیں گیا سوای اللہ تعالی کے کما قال اللہ تعالی اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ایضًا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ایضًا لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً وغیر ذلک

من الآیت الکثیرۃ اور پھر کیسی بے معنی بات ہے کہ نزول عیسیٰ تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہو اور قبل دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے کہ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد دی جاوے گی اور مدلول کو تم اسی وقت تسلیم کرلو اور کچھ شک وشبہ مت کرو اور اگر کہا جاوے کہ بعض قراءات میں لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ بھی بفتح لام آیا ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسی ایک علامت ہے تو کہیں گے ہم کہ نزول عیسی بجسدہ العنصری تب مانا جاوے گا جب کہ صعود اُن کا بجسدہ العنصری ثابت کیا جاوے وھو کما تری ما ثبت الی الآن

قولہ فرفعوہ فی مقابلۃ اولئک عن مقام النبوۃ الی مقام الربوبیۃ آہ

اقول ایہا الناظرون اس عبارت میں جو جملہ فرفعوہ ہے وہ قابل غور ہے یعنی نصاری نے جو حضرت عیسی کو مرتبہ نبوۃ سے مرتبہ الوہیت پر پہنچایا تو اُس کو اس عبارت سے ادا کیا گیا کہ فرفعوہ عن مقام النبوۃ الی مقام الربوبیۃ اب اگر اللہ تعالی نے رغماً للیہود مرتبہ ملعونیت سے مرتبہ نبوت پر حضرت عیسی کو پہنچایا تو اس امر کی تعبیر کے لئے بجز نظم عبارت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے اور کون سی عبارت بلیغ وافصح ہو سکتی ہے بینوا توجروا پس اس عبارت سے بخوبی ثابت ہوا کہ مابہ النزاع درمیان یہود ونصاری کے یہی امر تھا کہ یہود حضرت عیسی کے مرتبہ کی تنقیص کرتے تھے حتی کہ ملعون قرار دیتے تھے جس پر فقرہ بما رموہ بہ وامہ من العظائم دلالت صریحہ کرتا ہے اور نصاری مرتبہ نبوت سے رفع کرکر مقام ربوبیت پر پہنچاتے تھے تو اس نزاع کو اللہ تعالی نے یوں رفع فرمایا کہ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ پس

بلحاظ اس نزاع کے مراد رفع سے بجز رفع درجات اور کیا ہوسکتا ہے۔

قولہ قال البخاری رحمہ اللہ فی کتاب ذکر الانبیاء من صحیحہ الی قولہ ثم یعید ھا ابو ھریرۃ ثلث مرات۔

اقول اس جگہ پر مخالفین یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری نے باب ذکر الانبیاء میں نزول عیسی کو بیان کیا ہے پس نزول عیسی سے وہی عیسی مراد ہیں جو نبی اسرائیلی تھے لا غیر تو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ مؤلف کا یہ کہنا کہ ذکر الانبیا میں کسی اورولی یا محدث یا ملہم کا ذکر ہی نہیں سرتا پا غلط ہے کیونکہ اسی کتاب میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا بھی ذکر ہے جنکی نبوت میں اختلاف ہے اسی کتاب الانبیاء میں رجل مؤمن آل فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھا حضرت خضر کا بھی ذکر ہے جو بقول صحیح نبی نہیں تھے اور امراۃ فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھی۔ حضرت عیسی کے حواریوں کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھے حضرۃ مریم کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھیں وغیرہ وغیرہ ثانیاً یہ عرض ہے کہ جب کہ بخاری ہی میں جملہ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کا موجود ہے اور دوسرے مقاموں پر معنی مُتَوَفِّيكَ کے مُمِيتُكَ لکھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توفی حضرت عیسی کی بعینہ ویسی ہی بیان فرمائی ہے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ تو پھر اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ امام کتاب وسنت کا جس کا نام اللہ تعالی کے یہاں مسیح بن مریم رکھا گیا ہے حضرت عیسی کے قدم پر اور اسی کی سیرت اور طبیعت پر ہوگا یعنی بروزی عیسی بن مریم ہوگا اسی امت میں سے ولنعم ما قال شعر

چوں مرا نورے پئے قومی مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

+ آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں   این دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

اور حضرت ابو ہریرہ کا یہ کہنا کہ فاقرأو ان شئتم وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا اگر اس خیال سے ہی جو مخالفین کے ذہنوں میں جا نشین ہے تو بہ چند وجوہ باطل ہے اولا واضح ہو کہ مخالفین کا یہ خیال ہے کہ وقت نزول حضرت عیسی کے تمام اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لے آویں گے اب ہم اس حصر میں گفتگو کرتے ہیں جو بذریعہ نفی و اثبات+ مندرجہ آیت سے مفہوم ہوتا ہے اگر اس حصر سے وہ تمام اہل کتاب یہود و نصاری مراد ہیں جو حضرت عیسی کے رفع کے وقت سے نزول کے وقت تک ہوئی ہیں یا ہوں گے تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا و من ادعی فعلیہ البیان اور اگر وقت نزول آیت قرآنی سے تا نزول مسیح تمام اہل کتاب مراد لئے جاویں تو بھی ممکن نہیں۔ اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو وقت نزول مسیح ابن مریم کے موجود ہوں گے حالانکہ اس تخصیص کے لئے کوئی مخصص موجود نہیں مگر تاہم یہ حصر اضافی بھی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ امر مؤلف اور اس کے ہم مشربوں کے نزدیک مسلم ہے کہ ہزاروں اہل کتاب جہاد کے ذریعہ سے قتل ہونگے اور لاکھوں کا ہلاک مسیح کی دعاؤں کے ساتھ ہوگا اور کچھ وبار نفس سے مریں گے پس حصر مندرجہ آیت نفی و اثبات کے ساتھ کیونکر درست ہو سکتا ہے علاوہ ان سب مفاسد کے کفار اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک ثابت ہے خواہ مغلوب ہی ہو کر ہو کما قال اللہ تعالی وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ - وَ اَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ و غیر ذلک من الآیات التی حررناها فی رسائلنا اور نیز ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور

+ ناظرین کو ضرور ہے کہ وقت مطالعہ اس کتاب کے رسالہ مردودہ کو بھی پیش نظر رکھیں ورنہ پورا لطف جواب کا حاصل نہ ہوگا۔ منہ

محمدی خاتم النبین صلے اللہ علیہ و سلم میں حضرت عیسی پر خواہ
وہ ایمان کسی طرح پر ہو چہ معنی دارد کیونکہ مقصود بالذات تو دور احمدی
میں ایمان لانا حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ و سلم پر ہے جسمیں
تمام ایمانیات اولین و آخرین کے شامل ہوجاتے ہیں ولنعم ما قیل شعر

نام احمد نام جملہ انبیا است چوں بیامد صد نود ہم پیش ماست

اور آیت وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا بھی چسپاں
نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صداقت مسلمہ اور ثابت شدہ ہر کہ امت محمدیہ تمام امم
کیلئے شہید اور گواہ ہو اور آنحضرت اپنی کل امت کیلئے شہید اور گواہ ہیں کما قال اللہ تعالی لِتَكُوْنُوْا
شُهَدَاۤءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور مخالفین
کے یہ معنی لینے سے بالکل قضیہ برعکس ہوا جاتا ہے و موکما قال شعر

الم تر ان اللہ اعطاہ سورۃ ترى كل ملك دونها يتذبذب

فانك شمس والملوك كواكب اذا طلعت لم يبد منهن كوكب

پس ان خیالی معنوں سے یہ حصر مندرجہ آیت خواہ مضمون آیت
کو جملہ خبریہ مانا جاوے درصورتیکہ پیشین گوئی ہو اور یا
جملہ انشائیہ قرار دیا جاوے درصورتیکہ مطلوب الہی ہو ہرگز
درست نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر آیت کے وہ معنی جو مختار ہمارے
ہیں لئے جاویں تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا اور وہ معنی یہ
ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسی کے رفع سے لے کر خواہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہوں یا آخر زمانہ تک بلکہ
قیامت تک کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت عیسی سے اپنی متردد
اور شاک ہونے پر ایمان و ایقان رکھتے ہیں اور یقینا نہیں کہہ
سکتے کہ ہم نے حضرت عیسی کو مقتول بالصلیب کیا بسبب ان وجوہ
قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوے ہیں اور یقین و اذعان
تمام اہل کتاب کو قبل موت عیسی بن مریم سے ہی ہے پس دیکھو
یہ معنی کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں اور لطف یہ ہے کہ

مؤلف کے مسلمات سے بھی یہ معنی ہمارے مطابقت رکھتے ہیں دیکھو
صفحہ ۳۸ سطر ۱۵ کا حاشیہ جو متروکہ متن میں ہے یا ضمیر بہ کی مضمون
بالا کی طرف (یعنی مرفوع ہونا عیسی علیہ السلام کا) ہی انتہی۔
اور واضح ہو کہ اللہ تعالی نے یہاں تک قول یہود اِنَّا قَتَلْنَا
الْمَسِيْحَ کو رد اور نفی فرمایا ہے بلکہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا بھی اُسی کا رد ہے یعنی قیامت کے روز بھی خود مسیح
تمام اہل کتاب پر گواہی اور شہادت دیوے گا اُن کے اُن افعال
و اعمال کی جو اُس کے ساتھ بطور تکذیب وغیرہ کے عمل میں
لائے گئے اور نیز شہادت دیوے گا اُن اقوال کی جو یہود نے
اُس سے کہے تھے مثلاً یہ کہ اہل کتاب کے دلوں میں باوجودیکہ
در بارہ قتل صلیبی مسیح کے شک اور تردد تھا جس کی وجوہ یقینیہ
اوپر آیت کے مذکور ہو چکیں معہذا انھوں نے ایسے امور مشکوکہ
پر مسائل یقینیہ یعنی لعنت مسیح کی بالنصاری نے مسئلہ کفارہ کو متفرع
کیا۔ اور ایسی شہادت مسیح کی قیامت میں اہل کتاب پر ضرور ہونی
چاہیئے تھی تاکہ قیامت میں بھی ایسی شہادت سے ایک قسم کا
عذاب ذلت و رسوائی کا یہود و نصاری کو پہنچے۔ اب یہ معنی دونو
آیتوں کے ایسے صاف ہیں کہ کسی طرح کا فساد ان میں موجود نہیں
اور حصر نفی و اثبات کا بھی ایسا ٹھیک اور درست ہے کہ کسی
طرح کا خرخشہ اس حصر میں موجود نہیں ہے کیونکہ جب کسی واقعہ
کے وقوع میں اول ہی سے درمیان متقدمین کے اختلاف
اور شک پڑ جاتا ہے تو متاخرین اُس امر مشکوک کو یقینی نہیں
کر سکتے ولن یصلح العطار ما افسد الدھر مثل مشہور ہے تو
ایسے امر مشکوک میں قیامت تک شک ہی رہتا ہے۔ اور حضرت
ابو ہریرہ کا اس جگہ پر اس آیت کا پڑھنا ایک نہایت لطیف
الطف مناسبت پر ساتھ آیت کے دلالت کرتا ہے اور وہ یہ

کہ مسیح موعود کے وقت میں جس کا ذکر اسی حدیث مرویہ ابی ہریرہؓ میں ہے مضمون مندرجہ آیت کا ہر ایک اہل کتاب پر روشن تر اور واضح تر ہو جاوے گا اور کسی کو اہل کتاب میں سے مجال باقی نہ رہے گی کہ مسیح کے قتل صلیبی سے نجات پا جانے میں کوئی شک و شبہ کر سکے حتیٰ کہ بذریعہ کتاب مسمی مسیح ہندوستان میں مسئلہ مسیح کے قتل صلیبی کا بالکل باطل کر دیا جاوے گا تب تو مسئلہ کفارہ کا بھی عنت ربود ہو جاوے گا پھر اس پر کسر صلیب حجج باہرہ سے متفرع ہو کر ثابت اور واقع ہو گا اور یہود پر یہ اتمام حجت ہو گا کہ جو وے مسیح کو بسبب قتل صلیبی کے مرتبہ نبوۃ سے اُتار کر درجہ لعنت پر اُن کو قائم کرتے ہیں پس جب کہ دلائل قطعیہ سے مسیح موعود کے وقت میں یہ امر ثابت کیا جاوے گا کہ مسیح نبی اسرائیلی صلیب سے قتل نہیں ہوا تو یہود کا منصوبہ در بارہ ملعون ہونے حضرت مسیح کے باطل اور غلط ہو جاوے گا اور مضمون بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا ہر کہ ومہ کے ذہن میں جانشین ہو جاوے گا۔ پس ابو ہریرہ نے بعد روایت حدیث کے جو اس آیت کو پڑھا تو گویا انھوں نے مسیح موعود کے وقت میں اس مضمون کے واقع ہونے کی طرف اشارہ فرمایا نہ یہ کہ یہ آیت مسیح کے نزول جسمانی کے لئے ایک پیشین گوئی ہے کیونکہ مسیح کے نزول کا نہ تو کہیں ذکر ہے اور نہ اس میں دلالت ہے خواہ دلالت تضمنی ہو یا مطابقی یا التزامی پھر حضرت ابو ہریرہ اس آیت کو پیشین گوئی کیونکر قرار دے سکتے تھے ہاں آیت میں اشارہ کسر صلیب کی طرف پایا جاتا ہے کما بینّا اور وہی حدیث کا منطوق ہے گویا ابو ہریرہ نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر وبس۔

قولہ طریق اخریٰ الی قولہ فلا ادری ھذا کلہ حدیث

النبی صلعم او شیٔ قالہ ابو ھوبرۃ

اقول ایسی حدیثوں کا پیش کرنا قبل از مرگ وا ویلا کا مصداق ہے کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مسیح موعود پر کسی وقت میں حج فرض ہو جاوے اور وہ حج کو جاوے اور فج روحا میں اہلال کرے واسطے حج اور عمرہ دونوں کے پھر اس وقت میں یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے خصوصاً جب کہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ ادا کرنا حج کا بعد فرضیت کے بھی فوری نہیں ہے چہ جائیکہ ابھی تک حضرت اقدس پر حج فرض بھی نہیں ہوا ہے اور **مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** کے مصداق نہیں ہیں اور علی رغم انف اعدائہ ابھی تک زندہ موجود ہیں تاہم گذارش ہے کہ اگر یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک در بارہ اہلال حج و عمرہ محمول ہے تو یہ پیشین گوئی کسی وقت میں واقع ہو جاوے گی اور ہم اس بات کا بھی انکار نہیں کرتے کہ کوئی مجدد یا خلیفہ رسول مقبول صلعم ایسا گذرا ہو جس کو کسی طرح کی مناسبت عیسیٰ بن مریم سے ہو اور اُس مناسبت کی وجہ سے اُس کو مسیح بن مریم کہا گیا ہو اور یہی معنے اس شعر کے ہیں

این مدد ہاست دراسلام چو خورشید عیاں ۔ کہ بہر دور **مسیحا** نفسے می آید

اور یہ پیشین گوئی اس وقت میں واقع ہو گئی ہو لیکن یہ مجدد وہ مسیح موعود ہے جس کی شان نہایت عظیم الشان ہے۔ اور چونکہ احوال مسیح موعود آنحضرت صلعم کو بذریعہ مکاشفات اور رویا کے معلوم ہوئے ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مانند اُس حدیث متفق علیہ کی مصروف عن الظاہر ہو جس میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے مسیح بن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ایسا ہی میں نے مسیح دجال کو بھی خانہ کعبہ کا طواف

حدیث اہلال مسیح در روحا

کرتے ہوئے دیکھا مگر ظاہر ہے کہ کجا مسیح دجال اور کجا طواف خانہ کعبہ معظمہ ؎ بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا ٭ اسی واسطے شارحین حدیث کو سخت ضرورت پڑی ہے کہ ایسی حدیثوں میں جو مکاشفات اور خوابوں کے پیرایوں میں بیان کی گئیں ہیں اُن کی تعبیر صحیح بیان کی جاوے کیونکہ پیشین گوئیوں کی اکثر حدیثیں ایسی ہی تاویل طلب ہوتی ہیں چنانچہ شراح نے اس حدیث طواف کی یہ تاویل کی ہے کہ جیسا حضرت عیسی موعود اشاعت دین اسلام کے گرد پھریں گے ایسا ہی مسیح دجال بھی اپنی فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھرے گا دیکھو چوکیدار اور چور دونو گھروں کے گرد پھرتے ہیں مگر ان دونو کے طواف میں زمین و آسمان کا فرق ہے کما قال الشاعر شعر

تفاوت ست میان شنیدن من و تو — تو بستن در و من فتح باب می شنوم

اسی طرح اس حدیث اہلال حج و عمرہ کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ روحا زمین سیراب اور شاداب کو کہتے ہیں اور فج بہ معنی تنگ اور راستہ کے ہے اور ظاہر ہے کہ ملک پنجاب بہ نسبت اور ملکوں کے بسبب جاری ہونے پانچ چھ دریاؤں عظیم الشان کے اور موجود ہونے دو آبہاے کثیر کے نہایت درجہ سیراب اور شاداب واقع ہوا ہے بدیں لحاظ ابلغ البلغا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد فج روحا سے ملک پنجاب ہے اور چونکہ حضرت اقدس؂ نے باعتبار معراج زمانی کے دلایل باہرہ سے منارۃ المسیح میں ثابت کیا ہے کہ مراد مسجد اقصیٰ سے جامع مسجد مسیح موعود مراد ہے جس میں منارۃ المسیح تعمیر ہو رہا ہے لہذا یہ ملک پنجاب بہ لحاظ سیرابی اور شادابی کے بَارَکْنَا حَوْلَہٗ کا بھی مصداق ہے اور قرینہ صارفہ عن معنی الظاہر اس حدیث میں یہ ہے کہ روحا عرب کا مدینہ منورہ سے

تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے کما فی القاموس علاوہ بر ظاہر ہے کہ یہ فج روحا کسی ملک کا میقات نہیں ہے جس سے احرام باندھا جاوے اور مدینہ منورہ اور ملک شام کا میقات ذی الحلیفہ ہے جو مدینہ سے تخمیناً چھ میل ہے کما فی القاموس اور معنی اہلال کے بہ قرینہ فیحج منہا ای من الروحا کے سوا احرام باندھنے کے اور کیا ہو سکتے ہیں یا یہ کہ مسیح موعود فج روحا سے حج کرنا شروع کرے گا اندریں صورت کیونکر ہوسکتا ہے کہ مسیح کا میقات واسطے احرام حج کے فج روحا قرار دیا جاوے کیونکہ مسیح موعود ناسخ احکام شرع اسلام کا ہوکر نہیں آویگا بلکہ متبع ہوکر آوے گا مگر در صورت قرار دینے فج روحا کے میقات احرام مسیح کا نسخ احکام حج کا لازم آتا ہے لہذا یہ حدیث بوجوہ مذکورہ اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتی ہے اور تاویلی معنے اس حدیث کے ایسے صاف اور واضح ہیں کہ کسی طرح کا فساد اس میں لازم نہیں آتا اور وہ معنی یہ ہیں کہ اہلال اور تلبیہ مسیح کے سے مراد تبلیغ دعوت اسلام ہے اور کسر صلیب اور قتل خنزیر اور افاضۂ اموال اس تبلیغ کی راہ میں بھی مراد ہے جو بڑے زور و شور کے ساتھہ ملک پنجاب میں واقع ہو رہا ہی جیسا کہ اہلال و تلبیہ مناسک حج کا زور و شور سے ہوا کرتا ہے اور یہ امر کسی اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ پنجاب بہ لحاظ کثرت انہار اور دریاؤں کے اور نیز بوجہ کثرت دو آبوں کے بالضرور فج روحا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اُس کے گاؤں قادیان کا پتہ دیا اور کلام الٰہی میں اُس کی مسجد اقصیٰ کا ذکر ہوا اسیطرح اُسکے ملک کا پتہ اور نشان یہ دیا کہ وہ ایک فج روحا ہی جو ملک پنجاب ہی اور چونکہ حدیث میں حج اور عمرہ دونو کا ذکر ہے لہذا مراد حج سے وہ تبلیغ اور دعوت اسلام ہی جو نصاری اور مخالفین اسلام کی اصلاح کیلئے کیجاتی ہے کیونکہ یہ تبلیغ مسیح موعود کا فرض

منصب ہے جو بمنزلہ حج فرض کے ہی اور مراد عمرہ سے وہ تبلیغ اور دعوت اسلام خالص ہے جو سوا نصاری
اور دیگر اقوام مخالفین اسلام کی اندرونی اصلاح کیلئے کی جاتی ہے کہ وہ اس فرض منصبی کیلئے ایسی ہے جیسا
کہ حج کے لئے عمرہ یا نماز فرض کے لئے سنن رواتب اور روزوں
رمضان کے لئے صیام ستہ شوال وغیرہ اور زکوٰۃ فرض کے لئے
دیگر صدقات فطر وغیرہ چونکہ مکاشفات اور رویا میں مجاز و استعارہ
وغیرہ غالب ہوتا ہے لہذا یہ معنے تاویلی اس حدیث کے نہایت
صاف اور لطیف بلکہ الطف معلوم ہوتے ہیں خصوصاً جب
کہ علم معانی اور بیان کی طرف بھی لحاظ و التفات کیا جاوے
قال فی **المطول** اطبق البلغاء علی ان المجاز و الکنایۃ ابلغ
من الحقیقۃ و التصریح لان الانتقال فیهما من الملزوم
الی اللازم فهو کدعوی الشیء ببینۃ فان وجود الملزوم یقتضی
وجود اللازم لامتناع انفکاک الملزوم من اللازم
و هذا ظاهر دیکھو آخر فن ثانی مطول کو۔ اور جملہ یجمع* لہ الصلوٰۃ
جو اس حدیث میں مسیح موعود کے لئے وارد ہے وہ ایک قسم
کی تخفیف خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو بسبب کثرت
اشغال دعوت اسلام کی عنایتاً اس کو مرحمت ہوئی ہے اور یہ
جمع بین الصلوٰتین علاوہ اس جواز جمع صلوٰۃ کے ہے جو عام
طور پر امت کے لئے احادیث میں آئی ہے۔

قولہ قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم الانبیاء اخوۃ
العلات صفحہ ۲۶ تا آخر۔

اقول اس حدیث میں جس قدر اوصاف مسیح موعود کے مذکور
ہیں بعض ان کے اس وقت میں پائے جاتے ہیں اور بعض منتظر
الوقوع ہیں چنانچہ نمبروار ہم ان کو بیان کرتے ہیں اوّل انہ

* یہ حدیث فتح الباری میں بھی لکھی ہوئی ہے ۱۲ منہ

نازل کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں نزول عیسیٰ بن مریم بطور **بروز** کے ہے مسئلہ بروز کو اگرچہ مخالف نہیں جانتے مگر اغلب کہ مؤلف صاحب مسئلہ بروز کے منکر نہ ہوں گے کیونکہ **فتوحات** میں باب ۳۶ و ۳۷ جو بیان عیسویین اور اقطاب عیسویین میں لکھا ہے وہ بھی مثبت مسئلہ بروز کا ہے کما قال **اشعار**

کل من احیی حقیقتہ	و شفی من علۃ الحجب
فھو عیسی لا یناط بہ	عند نا شیٔ من الریب
فلقد اعطت بجیتہ	رتبۃ تسمو علی الرتب
بنعوت القدس تعرفہ	فی صریح الوحی والکتب
لم ینلھا غیر وارثہ	عینت فی سالف الحقب
فسرت فی الکون ہمتہ	فی اعاجم و فی عرب
فبھا تحظی نفوسھم	و بھا ازالت النوب

اس مسئلہ بروز کی طرف قرآن مجید بھی چند مقاموں میں ہدایت فرماتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتی پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور نیز متعدد آیات سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو مخاطب فرمایا ہے اور مراد اُس سے کفار یہود عہد موسوی ہیں اگر اول الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں تھے تو پھر مضمون قرآنی اس طرز خطاب سے نعوذ باللہ غلط ہوا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً ایضاً وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نَصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ ایضاً وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ - وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ اب منکرین بروز و امثال سے سوال کیا جاتا ہے

کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہود نے کہا تھا کہ حتیٰ نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود کا ہے اور من و سلویٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہود پر نازل ہوا تھا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود پر علاوہ اس کے قرآن مجید میں ہر ایک مومن کو مثیل مریم فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً الی قولہٖ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا آہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی غرض کہ دیگر مجددوں سے یہ مجدد عظیم الشان ہے اور اس میں مناسبت بھی عیسیٰ بن مریم کے ساتھ تام ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی اور بعض احادیث میں بعض صحابہ مثل حضرت علی کو مثیل عیسیٰ قرار دیا ہے اور ایک ادنیٰ سی وجہ شبہ یہ قرار دی ہے کہ جس طرح پر یہود حضرت عیسیٰ کے بغض میں ہلاک ہوئے اور عیسائی انکی فرط محبت میں گمراہ ہوئے اسی طرح پر خوارج و روافض حضرت علی کے بغض و محبت میں ہلاک اور گمراہ ہوویں گے۔ الحاصل مسئلہ بروز و امثال کا شرع اسلام میں نہایت صاف اور واضح ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حدیث موجود ہے پس مخبر صادقؐ کا فرمانا کہ انہ نازل بطور مسئلہ بروز کے ہے چنانچہ حدیث متفق علیہ جو مؤلف کو بھی مسلم ہے دیکھو صہ ۲۵ ماتحن فیہ میں وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کو جو مؤید اسی نزول بروزی کے لئے ہے اب عیسیٰ موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ معتدل اندام ہوگا اور رنگ اس کا حمرت اور بیاض کی طرف میلان کرے گا چنانچہ یہ حلیہ حضرت اقدسؑ میں بعینہٖ موجود ہے اور فرمایا کہ علیہ ثوبان ممصران۔ ممصر کہتے ہیں اُس کپڑے کو جو سرخ مٹی سے رنگا ہوا ہو اگر اس جملہ کے ظاہری

معنی لئے جاویں تو کوئی وصف ممتاز نہیں معلوم ہوتا ہے جو قابل بیان ہو کیونکہ ہر ایک شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے پھر اس میں مسیح موعود کے لئے کون سی تخصیص حاصل ہوئی لہذا یہ معنی مراد مخبر صادق صلعم کے نہیں ہو سکتے پس واضح ہو کہ علم تعبیر الرویا میں سرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوا تی ہے اور ثوبان ممصران چونکہ صیغہ تثنیہ کا ہے لہذا مراد اُس سے ایک تو دنیا کی خوشحالی ہے اور دوسرے توفیق فرائض منصبی مسیح کی جو متعلق آخرت سے ہے مراد ہے اور یہ دونو کپڑے حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پہرے ہوے ہیں دنیا کی حیات طیبہ جو ان کو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہو گی اور فرائض منصبی تجدید دین کی جو اللہ تعالے ان کے ہاتھوں سے کرا رہا ہے دنیا بھر میں کوئی نظیر ان کا اس باب میں معلوم نہیں ہے کان راسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل یہ جملہ بھی تاویل طلب ہے کیونکہ اگر اس جملہ کو صرف ظاہری معنی پر محمول کیا جاوے تو پھر گذارش یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے سر کو پانی یا روغن سے تر رکھ سکتا ہے اس میں خصوصیت مسیح موعود کی کیا ہے جو بطور پیشین گوئی کے وحی و الہام میں بیان کی گئی لہذا مراد اُس سے وہی ہے جو علم تعبیر الرویا میں لکھا ہے کہ سر تر اور چرب سے مراد کارہاے نیک ہیں جو اُس کے ہاتھ سے صادر ہوں گے اور وہ اسرار اور معارف قرآنی مراد ہیں جو اُس کے دماغ تر اور تازہ سے نکل کر تمام دنیا میں شائع ہوں گے فیدق الصلیب یہ جملہ بجاے یکسر الصلیب کے اس روایت میں وارد ہوا ہے یہ بھی قرینہ ہے اس امر کا کہ اُس سے ظاہری کسر صلیب مراد نہیں ہے بلکہ وہی مراد ہے جو شراح حدیث بھی

بیان حدیث رجل مربوع الی الحمرة و البیاض الحدیث

لکھے گئے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج و البراهین
اور مؤلف کو بھی یہ معنی تاویلی مسلم ہیں دیکھو صفحہ ۵۲ سطر ۲ ویقتل
الخنزیر سے یہ مراد ہے کہ اُس کی دعا اور الہام پیشین گوئی سے
قتل خنزیر واقع ہو گا جس کا ایک مصداق قتل عیسیٰ لیکھرام کا ہے
جو بذریعہ تمثل فرشتہ قاتل کے بصورت انسان قاتل واقع ہوا
و یضع الجزیۃ مراد یہ ہے کہ جب اُس کے وقت میں جہاد ہی
نہ ہو گا بلکہ اُس کی شان خاص سے ہے کہ جہاد کو موقوف کردیوے
گا جیساکہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیونکر قائم ہو سکتا ہے
جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر جب جہاد ہی نہ ہوا تو جزیہ بھی نہیں
ہو سکتا۔ اور پھر یہ عرض ہے کہ جب کہ مخالفین کے نزدیک
بھی تمام اہل کتاب اسلام میں داخل ہو جاویں گے جیساکہ مؤلف
صاحب کو بھی مسلم ہے تو پھر جزیہ کس پر قائم کیا جاوے گا۔
اور وضع جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیہ
نہایت مناسب ہے کیونکہ کوئی مجدد اور مؤید اسلام باخذ جزیہ حجت
و برہان کو موقوف نہیں کرسکتا بخلاف تیغ و سنان کے کہ باخذ
جزیہ اُن کا وضع ہو سکتا ہے۔ و یہلک اللہ فی زمانہ الملل
کلھا الا الاسلام یہ جملہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ اُس کے
ہاتھ سے ہلاک ملل مخالفہ اسلام حجت و برہان سے ہو گا نہ حرب
و سنان سے کیونکہ یہ امر ممکن نہیں ہے کہ حرب و جنگ سے
تمام دنیا میں جملہ مذاہب اور اہل مذاہب سب کے سب ہلاک
کئے جاویں نصوص قطعیہ قرآن مجید کی اس کو نافی ہیں اور احادیث
صحاح اس کی منافی کما مر۔ ہاں البتہ حجت و برہان سے تمام
مذاہب اور اہل مذاہب ہلاک ہو سکتے ہیں کیونکہ جب بمقابلہ
دین اسلام کے کسی دوسرے دین والے کے پاس اُس دین کی
حقیت کی کوئی دلیل و برہان باقی نہ رہے تو وہ دین معہ اہل

اہل کے ہلاک ہوگیا کما قال اللہ تعالی لیہلک من ھلک
عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ اسی طرح پر جملہ یہلک
اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے دیکھو
فرار و گریز لارڈ بشپ صاحب کا جو بڑے افسر یعنی مسیح الضللہ
ہیں ملک پنجاب وغیرہ کے اس مسیح موعود کے مقابل میں واقع
ہوا جس کا شہرہ تمام انگریزی اخباری دنیا میں ہو رہا ہے حتی کہ
بعض عیسائیان بھی اُن کے اس فرار و انکار کو محل طعن میں ذکر
کرتے ہیں۔ اور مؤلف کے اقرارات اور مسلمات سے ہی کہ صلیب
کو توڑنے کے یہ معنی ہیں کہ دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل
کریں گے دیکھو صہ ۵۲ سطر ۲ کو نیز تقع الامنۃ علی الارض
یہ مراد ہے کہ اُس کے زمانہ میں نہایت درجہ کا امن وامان ہو جاوے
گا کوئی جبار و ظالم کسی ادنی غریب پر ظلم نہیں کر سکے گا دیکھو اس
زمانہ کو جس میں کمال درجہ کی آزادی سب کو حاصل ہے اور
پورا امن وامان موجود ہے فیمکث اربعین کے معنی بھی صاف ہیں
کیونکہ اس مجدد مسیح موعود در امام الزمان نے چالیس برس کی عمر میں
دعوی مجددیت کیا اور بہ موجب اُس الہام کے جو دنیا میں شائع
ہو چکا ہے اُس کی عمر اسی برس کی معلوم ہوتی ہے ولنحیینک
حیوۃ طیبۃ ثمانین حولا او قریبا من ذلک ثم یتوفی
یعنی اسی برس کی عمر میں اُس کی وفات ہووے گی اس حساب
سے کہ چالیس برس کی عمر میں دعوی تجدید ہوا اور مکث تجدید دنیا
میں چالیس برس تک ہوگا تو یہ کل اسی برس ہو گئے جو الہام
مذکور میں مذکور ہیں و یصلی علیہ المسلمون نماز جنازہ تو ہر
ایک مسلمان کی پڑھی ہی جاتی ہے مسیح موعود کی نماز جنازہ پڑھنے
سے کیا غرض خاص ہے جو اس پیشین گوئی میں مخبر صادق صلعم
نے بیان فرمائی ہے پس واضح ہو کہ مراد اس جملہ سے کہ

یصلی علیہ المسلمون بطور مفہوم مخالف کے یہ ہے کہ جو لوگ اُس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے وہ مسلمان نہیں رہیں گے کیونکہ نماز جنازہ تو ہر ایک میت مسلمان کی پڑھنی فرض کفایہ ہے چہ جائے کہ مجدد دین اسلام کی نماز جنازہ پس جو لوگ ایسے مجدد دین اسلام کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ جانیں گے تو وہ گویا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاویں گے کیونکہ بحکم کفر دون کفر کے یہ ایک قسم کا کفر ہے اور جو لوگ کہ نماز پڑھیں گے وہ مسلمان رہیں گے غرض کہ اس حدیث گے تمام جملے مسیح موعود موجود پر بخوبی صادق ہیں و الحمد للہ کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادق ؐ کی اس مسیح موعود اور مہدی معہود پر پورے طور پر صادق ہے فالحمد للہ۔

قولہ قال مسلم الی قولہ فیہا بہم دمہ فی حربتہ

اقول اولاً یہ حدیث معارض واقع ہوئی ہے دوسری صحاح حدیثوں کے جنمیں بتاکید مذکور ہے کہ مسیح موعود امامت نماز سے انکار کریں گے دیکھو ص ۲۹ س ۲ فیقول امیرھم یا روح اللہ تقدم صل فیقول ھذہ الامۃ امراء بعضھم علی بعض فیتقدم امیرھم فیصلی الحدیث ایضاً دیکھو ص ۳۱ س ۳ و امامھم رجل صالح قد تقدم یصلی بہم الصبح الحدیث لیکن اس حدیث میں انکار عیسی بن مریم کا امامت نماز کے لئے کچھ ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ نزول فرماتے ہی امامت کرنے نماز کا ذکر کیا گیا ہے فاین ھذا من ذالک ثانیاً یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود آخرالزمان کے وقت میں جہاد موقوف ہو جاوے گا چنانچہ اس کا ثبوت مسلمات مؤلف سے مفصلاً بیان کیا گیا اور اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے پس کیا توفیق و تطبیق ہو سکتی ہے ثالثاً اس حدیث میں لفظ تنزل الروم بالاعماق او بدابق موجود ہے اور مسیح

[illegible]

بن مریم کی نسبت بھی فینزل عیسی بن مریم مذکور ہے اندریں صورت نزول عیسی بن مریم مندرجہ حدیث ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ روم کا نزول اعماق یا دابق میں ہوگا پس جس مسیح کے آپ منتظر ہیں کہ وہ چوتھے یا دوسرے آسمان سے اُترکر آویگا اُس مسیح سے اس حدیث کا تعلق کیونکر ہو سکتا ہے غرض کہ اس قسم کی احادیث جو خود باہم متعارض ہیں آپ کے خیالی عقائد کی کیونکر مثبت ہو سکتی ہیں کہ اذا تعارضا تساقطا قاعدہ مسلمہ ہے۔

قولہ لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسی وعیسی الی قولہ لا یدری متی نفا جئہم بولادھا لیلا او نہارا

اقول اس حدیث میں جو جملہ معی قضیبان ہے اُس کا مطلب بہت صاف اور واضح ہے یعنی جب حضرت عیسی بروزی طور پر قتل و ہلاک دجال کے لئے نزول فرماویں گے تو اُن کے پاس دو تلواریں ہوں گی ایک تلوار تو روحانی دعاو کی ہوگی اور دوسری تلوار قلم کی ہوگی کما قال **شعر**

صف دشمن کو کیا ہمنے بحجت پامال ۔۔۔ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہمنے

اور جملہ فادعو اللہ علیھم فیھلکھم و یمیتہم آہ بھی صاف دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ فیما بین مسیح موعود و دجال یا یاجوج وماجوج کے جو جنگ مقدس ہوگا وہ سنانی جنگ نہیں ہے بلکہ وہ جنگ (مقدس حجت اور برہان کے ساتھ ہوگا۔ اور حجر و شجر کے بولنے سے یہ مراد ہے کہ کسر صلیب اور ابطال تثلیث وکفارہ وغیرہ مسائل عیسائیان کا مسیح موعود کے زمانہ میں اس شان سے ہوگا کہ ہر ایک جگہ خشک و تر حجر اور شجر سے ان مسائل باطلہ کے ابطال کی صدا ہر ایک مومن کے کان میں پہونچے گی جیسا کہ یہ شعر کہا گیا ہے۔

بیان حدیث نزول روم باعماق و دابق

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار
اور جیساکہ یہ عربی کا شعر ہے
ففی کل شئ له اٰیة   تدل علی انه واحدٌ
دیکھو یہ اُسی زمانہ کا آغاز اور شروع ہو چلا ہے کہ جو لوگ ہنود وغیرہ پرلے درجہ کے مشرک تھے وہ بھی اب توحید کی طرف مائل ہو چلے ہیں اور ایسا زمانہ عقل کا شروع ہو چلا ہے کہ صلیب پرستی اور کفارہ اور تثلیث وغیرہ ہر کہ ومہ کو بالکل بیہودہ اور لغویات معلوم ہوتے ہیں اور دور دراز کے ملکوں میں شرک وکفر کی بنیاد اُکھڑتی چلی جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً توحید اسلام داخل ہوتی چلی جاتی ہے۔

قوله اتینا عثمان بن ابی العاص الی قوله نفرد به احمد من هذا الوجه

اقول اس حدیث میں خروج دجال کا ملتقی البحرین میں لکھا ہے اور دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ خروج اُس کا خلہ ما بین الشام والعراق سے ہوگا دیکھو صہ۲۹ سطہ۱۰ وغیرہ کو وانه یخرج من خلة بین الشام والعراق پھر نظر ثانی کرو اس حدیث اور نیز دیگر حدیثوں کو جو تمھاری مسلمہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا جس کے تابع ستر ہزار یہودی ہوں گے دیکھو صفحہ ۳۱ سطر ۷ کو قوله معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی وتاج اور دوسری ادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال نصاریٰ میں سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا اور نیز مسیح الضلالة جس کو مسیح موعود ہلاک کرے گا سوا ء قسیس اور پوپ اور لارڈ پادری کے اور کون ہو سکتا ہے کما حررنا سابقاً اور نیز

اس حدیث میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ فاذا راٰہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص۔ یہ جملہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کرے گا بلکہ حربہ آسمانی سے خواہ مراد اُس سے دعا ہو یا تائید روح القدس اُس کے دجل کو دور کرے گا لیکن یہ مذہب تو ہمارا ہے اور آپ کا تو یہ خیال ہے کہ قتل دجال آلات حرب سے ہوگا فاین ھذا من ذالک اولاً ان تعارضات کو جو ان احادیث میں واقع ہیں آپ دور کریں بعد اُس کے یہ احادیث ہمارے روبرو پیش کریں۔

قولہ لم تکن فتنة فی الارض منذ ذرأ الله ذریة ادم اعظم من فتنة الدجال الی قولہ ینبغی ان یرفع ھذا الحدیث الی المؤدب حتی یعلمہ الصبیان فی الکتب۔

اقول جو فتن دجالیہ (دین اسلام کے لئے اس وقت میں وارد ہورہے ہیں کوئی تاریخ قدیم یا جدید ایام خالیہ کی نشان نہیں دیتی ہے کہ وہ کسی قرن میں واقع ہوئے ہوں۔ کہاں تھے یہ صدہا کالج اور ہزاروں اسکول جنمیں صدہا فنون معاشیہ اور علوم دنیویہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور جن میں طلبہ محنت شاقہ کرتے کرتے اپنی عمر کو کھو دیتے ہیں بلکہ محن شاقہ کرتے کرتے ہلاک ہوجاتے ہیں اکثر طالب علموں کو مینے دیکھا ہے کہ بعد پاس ہوجانے اعلیٰ درجہ بلکہ اوسط درجہ کے بھی نہ اُن میں کوئی قوت جسمی رہتی ہے اور نہ قوت دماغی اکثر تو اُن میں سے ایسے پائے گئے کہ انُ میں قوت رجولیت ہی باقی نہیں رہی تھی اور پھر نسل ہی منقطع ہوچلی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور سبب اُس کا یہی ہے کہ جب کثرت اور شدت سے قوائے دماغیہ کا استعمال کیا گیا اور دماغ جو منبت اعصاب ہے ضعیف ہوگیا تو تمام قوی جسمانی بھی ضعیف ہوجاویں گے۔ معہذا یہ

طلبہ پاس کئے ہوئے دینیات سے بالکل بے خبر اور غافل دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں۔ اور صرف دہریت اور نیچریت اور عیسائیت کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

شعر

ایں ہم رفت و آں ہم رفت در پے باطل جاں ہم رفت

کب تھے ایسے محکمجات اور کچہریاں جن میں وکلا اور موکل دو نو اپنی عمریں گنواد یتے ہیں اور موکل تمام اپنے اموال مکسوبہ کو مقدمہ بازی میں صرف کرد یتے ہیں اور مقدمات کی فکر سے نہ اُن کو رات کو چین ملتا ہے اور نہ دن کو اور پورے مصداق اس شعر کے ہو گئے ہیں۔

اہل دنیا کافران مطلق اند روز وشب در زق زق و در بق بق اند

کس زمانہ میں تھی یہ پادری ذکور و اناث جو ہرایک شہر بلکہ دیہات کے کوچہ و برزن میں بلکہ اکثر گھروں میں جاکر جہلا اور عوام کے دلوں کو لبھاتے پھرتے ہیں ان میں ذکور تو طمع مال و زر دیکر اور ان میں کی نسا و اناث اپنا حسن وجمال دکھلا کر لوگوں کو گرفتار کر لیتی ہیں۔

شعر

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

کس وقت میں تھے یہ صدہا مشن اسکول جن میں ہزاروں طلبہ اہل اسلام کے دیگر فنون انگریزی کے ساتھ مذہب نصاری کی بھی تعلیم پاتے ہیں اور پھر اکثر طلبہ مشن اسکول کے بحکم کل مولود یولد علی الفطرۃ و ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کے اسی تعلیم کے ذریعہ سے بپتسمالے لیتے ہیں۔

کن ایام میں جاری تھے یہ لاکھوں **اشتہارات** یومیہ اور **اخبارات روزانہ مذہب عیسائی** کے جو تمام دنیا میں ہرروز **کروڑوں** شائع ہوجاتی ہیں اور **فتن دجالیہ کو یوماً فیوماً**

عہد مبارک نبوی میں فتن دجالیہ

ترقی دیتے چلے جاتے ہیں اگر ایسے فتن کے زمانہ میں بھی کوئی مسیح بن مریم کاسر صلیب مامور من اللہ ہو کر نہ آوے تو پھر کیونکر باقی رہ سکتا ہے دین اسلام جس کی نسبت حافظ حقیقی بتاکید ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کس قرن میں تھے یہ کارخانے تجارت یورپ و امریکہ وغیرہ ممالک کے جن میں لاکھوں طرح کے اموال و اسباب ایدھر سے اودھر اور اودھر سے ایدھر آتے جاتے ہیں جن کے اشغال میں کسی تاجر کو ایک لحظہ کی فرصت نہیں ملتی جو اللہ تعالے کے لئے ایک سجدہ بھی ادا کرے ؎ چو خیزد مبتلا خیزد چو میرد مبتلا میرد ٭ کون سی صدی میں تھے یہ محکمات ریلوے و تار برقی جن میں ملازم کو نہ رات میں آرام ملتا ہے اور نہ دن کو باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے دن کو واسطے معاش کے پیدا کیا ہے اور رات کو واسطے آرام کے بنایا ہے وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ جَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا کہاں تھے یہ جدید کارخانے کلوں کے جن میں رات دن برابر کام ہوتا رہتا ہے غرض کہ کہاں تک ان کارخانوں کو ذکر کیا جاوے جو بکثرت تمام دنیا میں جدید پیدا ہوے ہیں اور انواع انواع سے اسلام پر حملہ آور ہور ہے ہیں کوئی مورخ ان فتنوں کا پتہ اور نشان پچھلے زمانوں میں ہرگز نہیں دے سکتا پھر ان فتنوں سے بڑھ کر اور کون سے فتنے اسلام اور اہل اسلام کے لئے ہوں گے جنکا انتظار آئندہ زمانہ میں کیا جاتا ہے اور پھر ایسے فتنوں کے لئے جو فرمایا گیا کہ ان اللہ لم یبعث نبیا الاحذر امتہ من فتن الدجال اس میں کیا کذب ہوا۔

قولہ فانا حجیجہ کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا کہ دجال سے جو جنگ مقدر ہوگی وہ حجت و برہان کے ساتھ ہوگی نہ تیغ و سنان کی ساتھ

دیکھو قرآن مجید میں موجود ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ ایضر قال تعالی وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّىْ فِى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ایضر قال تعالی هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ و غیر ذلک من الآیت الکثیرۃ جن میں مناظرہ علمیہ کا ہی بیان ہے نہ مقابلہ تیغ و سنان کا۔

قولہ وانہ یخرج من خلۃ بین الشام والعراق۔ یہ جملہ معارض ہے دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام و عراق حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے دیکھو نقشجات اور جغرافیہ کو چنانچہ واقفین جغرافیہ پر پوشیدہ نہیں ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہو کما فی المسلم و اومأ الی المشرق رواہ مسلم اولا اس تعارض میں توفیق و تطبیق کی جاوے بعدہ یہ حدیث پیش کی جاوے۔

قولہ فیقول انا نبی فلا نبی بعدی الی قولہ وانہ اعور وان ربکم لیس باعور۔ اس استدلال کو جو ان جملوں میں مندرج ہے ہم کو سمجھایا جاوے کہ یہ کس قسم کا استدلال ہے پھر اگر مؤلف صاحب کے نزدیک دجال کے اعور ہونے کے وہی معنی ظاہری ہیں جو اُن کے خیال میں ہیں تو چاہیے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکتا ہے ولاکن یہ نتیجہ تو بالکل باطل ہے پس دجال کا اعور ہوتا بہ معنی ظاہری بھی باطل ہے اور اگر ان جملوں کی یہ تاویل کی جاوے کہ دنیوی امور میں اُسکی بصارت قوی ہوگی اور دینی امور کی آنکھ اُس کی معدوم ہوگی بدیں وجہ وہ صراط مستقیم سے علحدہ ہوگا تو یہ استدلال بھی درست ہو سکتا ہے کما قال اللہ تعالی اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وانہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ

کل مومن کاتب و غیر کاتب - اگر دجال کے کفر مکتوبی کے
معنے جو اُس کی پیشانی میں لکھا ہوا ہو گا یہی ہیں جو مؤلف
صاحب کے خیال میں ہیں تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ کاتب
اور غیر کاتب دونوں کو اُس کا علم برابر ہو جاوے یہ استوا
تو نص قرآن مجید کے مخالف ہے قال اللہ تعالی هَلْ يَسْتَوِي
الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ اس تعارض کو جو بین
الآیت و الحدیث واقع ہے اولا دفع کیا جاوے بعدہ ہم اُس
پر نظر کریں گے - اور اگر کہا جاوے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ آدمی لکھ تو نہیں سکتا لیکن پڑھ سکتا ہے تو اس جملہ کے
یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جو غیر کاتب پڑھا ہوا ہے وہ پڑھ
لیوے گا تو کہا جاوے گا کہ پھر اس کہنے کی ضرورت کیا تھی
اور اس کہنے سے کیا فائدہ مخاطب کو حاصل ہوا جو ایسی جملہ
خبریہ کے لئے ضروری ہے اور پھر یہ استفسار ہے کہ وہ غیر کاتب
جو پڑھا ہوا بھی نہ ہو وہ دجال کی پیشانی کا لکھا ہوا پڑھ سکتا
ہے یا نہیں اگر نہیں پڑھ سکتا تو پھر یہ جملہ غلط ہوا اور اگر پڑھ
سکتا ہے تو معارضہ مذکورہ باقی رہا اور ہمارے نزدیک تو اس
جملہ کے معنی بہت صاف اور واضح ہیں اور اُس میں کسی طرح
کا فساد نہیں ہے کما قال اللہ تعالی يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ
بِسِيْمَاهُمْ ایضا قال تعالی وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسِيْمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ جو معنی ان آیات کے ہیں
وہی معنی اس جملہ کے ہیں اور اخیار مومنین کے لئے بھی فرمایا گیا ہے
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ -

قولہ ان معہ جنۃ و نارا - دجال کے ساتھ جنت و نار کا
ہونا یا کسی انسان کو قتل کر کر اُس کو زندہ کرنا اگر اپنے ظاہری
معنوں پر محمول ہے جیسا کہ مخالفین کا خیال ہے تو یہ سب امور

مخالف اور معارض نصوص قرآنی کے ہیں اور نیز مخالف ہی تمھارے مسلمات کے دیکھو صفحہ ۱۰۵ سطر ۲۱ یعنی وہ دجال خدا کے یہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اُس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دیں گی انتہی بلفظہ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر بھی نہیں ہو سکتی تو پھر جنت اور نار اُس کے ساتھ کیونکر ہو سکتی ہیں اور پھر آئندہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مراد دجال سے شیطان اور اُس کی ذریات من الجنۃ والناس ہی ہے کیونکہ ابو سعید راوی اعلیٰ حدیث کے اُس رجل کی نسبت جس کو دجال قتل کرکر پھر زندہ کرے گا اور پھر وہ مقتول زندہ ہو کر بھی کہے گا کہ تعالیٰ اللہ وانت عدو اللہ الدجال فرماتے ہیں کہ یہ رجل سوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے قال قال ابو سعید و اللہ ما کنا نری ذلک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتھی پس اگر دجال سے مراد وہی شخص معین معہود ہے جو تمھارے خیال میں ہے تو پھر فرماؤ کہ وہ رجل مقتول حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک تو یہ پیشین گوئی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی دجال کے بارے میں اس وقت بخوبی واقع ہو رہی ہے مراد جنت سے ہزاروں قسم کے سامان راحت و اسباب عیش و آرام ہیں اور مراد نار سے وہ مصائب اور تکالیف ہیں جو دجال کی طرف سے مخلوق کو پہونچیں گی اور دوسری حدیث میں بجائے معہ جنۃ و نار کے معہ ماء و نار ہے یہ جملہ بھی بہت واضح ہے دیکھو تمام کارخانجات ریلوے اور کلوں کو کہ پانی اور آگ سے جاری ہیں ہر کارخانہ میں پانی اور آگ کی کل موجود ہے اور دیکھو ریلوے اور اُس کے

اسٹیشنوں پر روٹیوں کے انبار اور پانی کی نہر بھی موجود ہے اور بذریعہ منبعوں کے ریل کے انٹرمیڈیٹ تک کے درجوں میں بکثرت پانی موجود رہتا ہے اور قتل کرنے اور زندہ کرنے سے دجال کے وہ فتنہ ہائے شدید مراد ہیں جن میں اکثر اہل اسلام مبتلا ہو کر اپنے دین اسلام کو کھو بیٹھتے ہیں اور جو اہل اسلام با وجود ابتلا ہونے کے ان فتنوں میں احکام اسلام کی تائید میں سرگرم اور مضبوط رہتے ہیں اُن کی حیات ازسرنو اُن کو حاصل ہوتی ہے اور نیز وہ شعبدے مراد ہیں جن میں یہ جادو کے تماشے قتل کرنے اور زندہ کرنے کے دکھلائے جاتے ہیں چنانچہ ہم نے خود یہ تماشا دہلی دربار میں دیکھا تھا اُس وقت ہم گورنر جنرل و یسرایز باڈیگارڈ میں ملازم تھے۔

قولہ ان من فتنتہ ان یأمر السماء ان تمطر فتمطر الخ

یہ پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ و سلم کی بھی پوری ہو رہی ہے یورپ و امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان اور اسباب کے پانی برسایا گیا اور زمین تو جس قدر آباد اور مزروعہ و شاداب اب ہو گئی ہے کسی پہلے زمانہ میں اُس کا پتہ اور نشان نہیں ملتا ہے۔ محکمجات فلاحت اور زراعت تمام کلاں شہروں میں موجود ہیں اور علوم فلاحت اور فنون زراعت کے اسکول اور کالج قائم کئے گئے ہیں کوئی بتلا وے اور نشان دے کہ اس قسم کے کالج اور اسکول فلاحت اور زراعت کے کسی پہلے قرن میں کب تھے علم نباتات کی اب وہ ترقی ہو رہی ہے جس کا حد و پا معلوم نہیں ہوتا امریکہ میں ایک درخت ایسا دریافت کیا گیا ہے جس کے بارہ پھولوں کا کھلنا رات اور دن کے گھنٹوں کا پتہ دیتا ہے گویا وہ ایک گھڑی ہے جس سے ساعات روز و شب کی معلوم ہوتی رہتی ہیں ترقی حیوانات

اور اُن کی نسل تو بیانات سے بھی زیادہ تر دکھلائی دیتی ہے
پھر اس پیشین گوئی کے واقع ہونے ہیں اگر شک ہو تو شاید
کسی مختوم السمع والبصر ہی کو ہو یا کوئی ایسا شخص متردد ہو گا جو
دنیا کے حال سے محض جاہل اور بے خبر ہو۔

قولہ انہ لا یبقی شیٔ من الارض الا وطئہ وظھر علیہ الا مکۃ والمدینۃ۔

مصداق اس پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ و سلم کا اب بخوبی
واقع ہو رہا ہے کیونکہ کوئی مخالف بتلاوے کہ کونسا ملک اور قطعہ
کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا صدہا جزائر نو
آباد اب ایسے معلوم ہوے ہیں کہ جن کا پتہ اور نشان پہلے کسی
اہل جغرافیہ کو معلوم بھی نہ تھا کُل زمین پر ریلوے جاری ہوتی
چلی جاتی ہے۔ دیکھو اخباروں کو کہ اب تجویز ہو رہی ہے کہ خشکی
کا راستہ ہندوستان سے یورپ تک بلکہ لندن سات دن میں بذریعہ
اُس ریلوے کے جس کی تجویز پیش ہے طے ہو جایا کرے گا کچھ
اس میں روسی ریلوے ہوگی جو وہ بھی نصاری ہی ہیں اور کچھ
برٹش ریلوے وغیرہ غرضکہ تمام ملکوں دنیا میں خواہ بذریعہ ریلوے کے
ہو یا بغیر ریلوے کے یہ دجال پھر گیا ہے بلکہ ہر ایک ملک پر متسلط ہو چلا ہے
ہاں البتہ حرمین شریفین پر ابھی تک اس دجال کا تسلط نہیں ہوا
اور ناظرین کو معلوم ہو گا کہ پادریوں کا گورنمنٹ ایک علحدہ گورنمنٹ
ہے جو انھوں نے کوئی بستی اور کوئی قریہ نہیں چھوڑا جس میں
اپنا دجل کا جال نہ پھیلایا ہو پس جب کہ اس قدر اجزا
پیشین گوئی کے بصراحت تمام واقع ہو چکے ہیں تو جو بعض اجزا
ایسے ہیں جنکا وقوع ابھی تک نہیں معلوم ہے یا متشابہ المعنی ہیں
تو اُن کا انتظار کرنا چاہیے خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز کے
جس طرح پر وہ واقع ہوں گے اُن کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور

چونکہ احادیث متعلقہ پیشین گوئی کے اکثر روایت بالمعنی ہیں لہٰذا یہ بھی احتمال ہے کہ راوی کا خیال بھی اُن کے متن میں مدرج ہو گیا ہو پھر کسی خیال کا واجب الوقوع ہونا کیونکر تسلیم کیا جاوے

قولہ واماھم رجل صالح قد تقدم یصلے بہم الصبح۔ اس جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ و نشان نہیں امام نماز کا صرف ایک رجل صالح لکھا ہوا ہے پھر کہاں گئی وہ ترتیب قصہ کی جس میں نزول عیسی بن مریم کا امام مہدی کے وقت میں لکھا ہوا ہے اور درمیان امام مہدی اور عیسی بن مریم کے در بارہ امامت نماز کے ٭ مذکور ہے۔

قولہ فسیدرکہ عند باب لد الشرقی فیقتلہ الے قولہ ویہزم اللہ الیہود۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا مگر یہ امر معارض ہے اُن ادلہ قویہ کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال نصاری میں سے ہوگا کیونکہ یہود کے بارہ میں تو قرآن مجید میں صاف پیشین گوئی واسطے اُن کی ذلت اور مسکنت کے موجود ہے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ پس باوجود اس پیشین گوئی کے یہود کو ایسی شوکت اور دولت کیونکر نصیب ہوسکتی ہے جنھیں دجال سا بادشاہ کہ جس کے قبضہ قدرت میں بموجب خیال مخالفین کے مینہ کا برسانا اور زمین میں اپنے اختیار اور حکم سے نباتات

٭ ناظرین کو واضح ہو کہ مؤلف نے جس قدر احادیث ابن کثیر وغیرہ سے اس غرض سے نقل کی ہیں کہ وہ ہم پر حجت ہوں وہی حدیثیں مؤلف اور اس کے ہم مشربوں پر حجت ہوگئیں یہاں پر وہی مثل صادق آئی کہ ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔ منہ۔

گاگانا اور موتوں کو قتل کر کر زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ ہو پس اولا اس تعارض کو دفع کیا جاوے بعد اُس کے اس جملہ حدیث کی ساتھ استدلال کیا جاوے تاکہ اُس پر نظر کی جاوے۔ اور ہمارے نزدیک یہ پیشین گوئی حضرت عمر کے عہد خلافت میں واقع ہو چکی جس وقت مدینہ لد عمرو بن عاص کے ہاتھ پر فتح ہوا تھا۔

قولہ ان ایامہ اربعون۔ ان جملوں حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے وقت کے سنین اور شہور اور ایام نہایت جلد گذریں گے اور درجہ غایت میں قصیر ہوں گے اور دوسری حدیث مسلم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایام نہایت طویل ہوں گے دیکھو صہ۳۳ سہ۱۳ فما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ و یوم کشھر و یوم کجمعۃ الحدیث پس ان دونو حدیثوں کا یہ تعارض کہ (ایک سے تو اُس کے ایام کا قصار ہونا ثابت ہوا اور دوسری حدیث سے اُس کے ایام کا ایام طوال ہونا معلوم ہوا اولا آپ دفع فرماویں بعد تطبیق ہم سے آپ اس کا جواب لیویں ودونہ خرط القتاد اور نیز مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا ایک دن جو برس دن کے برابر ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے برس دن کی نماز پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جس طرح پر ان ایام طوال میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اُسی طرح پر ان ایام قصار میں پانچوقت کا اندازہ کر لیجیو فاین ھذا من ذالک۔

قولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون عیسی بن مریم فی اُمتی حکما عدلا الے قولہ ویضع الجزیۃ

اقول ثبوت اُس کے حکم اور عدل ہونے کا یہ ہے کہ متعدد مسائل میں جو فیج اعوج کا اختلاف مدت سے چلا آتا تھا اُن مسائل میں اس حکم اور عدل نے ایسا فیصلہ کر دیا کہ اب کسی مخالف

کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی نصوص قرآنی بھی پیش کئے احادیث صحاح سے بھی استدلال کیا نشانات آسمانی بھی دکھلائے الہامات بھی پیش کئے تائیدات آسمانی بھی ظاہر کیں اور آثار ضعیفہ اور روایات متعارضہ کو عمدہ دلائل سے رد کر دیا پھر جو مسئلہ قرآن مجید احادیث صحاح اقوال آئمہ محققین الہامات نشانات آسمانی تائیدات سماوی وغیرہ وغیرہ سے فیصلہ کیا جاوے پھر اب کون سا شک اُس کے حکم اور عدل ہونے میں باقی رہ سکتا ہے مثلاً ایک مسئلہ **وفات مسیح** کا ہی ہے قرآن سے بھی ثابت کیا احادیث صحاح سے بھی استدلال کیا اقوال محققین بھی اُس پر پیش کئے گئے الہامات بھی اُس کی تائید میں شائع کئے گئے نشانات آسمانی اور تائیدات سماوی بھی اُس کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے * اور جو مخالفین بیرونی اسلام کے عیسائی آریہ وغیرہ تھے وہ بھی ہلاک ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں معہذا پھر بھی اگر اُس کے حکم ہونے میں شک ہے تو بجز اس کے کہ آیت پڑھی جاوے اور کیا کہا جاوے اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

قولہ بضع الجزیۃ۔ **اقول** واضح ہو کہ اخذ جزیہ جہاد سنانی میں ہوا کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ لیکن قلم کے جہاد میں اخذ جزیہ کیسا کیونکہ جب کہ لڑائی حجت اور برہان سے ہووے تو یہ امر

جواب ص ۱۴

بیان وضع جزیہ

---

* اجماع صحابہ جو بوقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گذشتہ رسولوں کی وفات پر ہوا جس میں مسیح بھی داخل ہیں کیونکہ وہ بھی رسول ہیں کیسی بڑی حجت قاطعہ ہے مسیح کی وفات پر کما سیاتی ۱۲ منہ

نہیں ہو سکتا کہ کوئی کافر جزیہ دینا اس غرض سے اختیار کرے کہ
مسیح موعود حجت اور برہان سے حقیت اسلام کی اُس پر پیش نہ
کرے اور مسیح موعود بھی یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ اگر تو اے
کافر اہل کتاب جزیہ دینا قبول کرے تو میں تجھ پر برہان حقیت
اسلام پیش نہ کروں گا پس ثابت ہوا کہ طرفین سے حجت و برہان
کے جہاد میں یہ معاملہ جزیہ کا ممکن الوقوع نہیں ہو سکتا لہذا مخبر
صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشین گوئی میں ایک دوسری
پیشین گوئی درج فرما دی اور وہ یہ کہ مسیح موعود کے وقت میں
جہاد سنانی نہیں ہوگا جیساکہ مؤلف خود صفحہ ۳ سطر ۲ میں لکھتا ہے
و یضع الحرب اوزارھا بلکہ حجت و برہان کے ساتھ جہاد ہوگا
جس میں اخذ جزیہ ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یضع الحرب مسیح موعود
کی خاص ایک شان مخصوص ہوگی۔

قولہ و یترك الصدقة - کنایہ ہے کثرت اموال سے
جو مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا کیونکہ مال کے معنی مایمیل الیہ
الطبع کے ہیں پس دیکھو اس وقت میں کثرت سامان اور اسباب
دنیوی کو جو مایمیل الیہ الطبع کا مصداق ہے اس کثرت سے
پیدا ہوا ہے کہ کوئی پہلی تاریخ اُس کثرت کا پتہ اور نشان نہیں
دے سکتی یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک اونٹ یا بکری کی کوئی
قدر و منزلت نہیں رہی۔

قولہ و ترتفع الشحناء الی قولہ تملأ الاناء من
الماء - یہ پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اب بخوبی
واقع ہو رہی ہے اور آیندہ واقع ہوگی کیونکہ جو سامان امن اور
آسایش کے اس زمانہ میں ہیں وہ قبل اس کے کہاں تھے بلکہ ایک
غدر برپا ہو رہا تھا۔

قولہ و تکون الارض لها نور الفضة۔

اقول اس جملہ میں بیان اس امر کا ہے کہ مسیح کے وقت میں ایک زمانہ سعت اور وسعت کا بھی آوے گا جس میں تمام اجناس کی فراوانی اور ارزانی ہو گی اس پیشین گوئی کا انتظار کرنا چاہیئے اپنے وقت میں واقع ہو رہے گی۔

قولہ و ان قبل خروج الدجال ثلث سنوات۔

اقول تین قحطوں کا وقوع جو قبل خروج دجال کے اس حدیث میں لکھا ہے وہ معارض ہے دوسری حدیث کے جو فصل ثانی مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے ان تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں ہی لکھا ہے عن اسماء بنت یزید قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی بیتی فذکر الدجال فقال ان بین یدیہ ثلث سنین سنۃ تمسک السماء فیہا ثلث قطرہا والارض ثلث نباتہا و الثانیۃ تمسک السماء ثلثی قطرہا و الارض ثلثی نباتہا و الثالثۃ تمسک السماء قطرہا کلہ و الارض نباتہا کلہ فلا یبقی ذات ظلف و لا ذات ضرس من البہائم الا ہلک الحدیث بہرحال الا تطبیق و توفیق درمیان قبل خروج الدجال اور بین یدیہ کے کیجیے بعد اس کے اس پیشین گوئی مندرجہ حدیث کی تصدیق ہم سے سنیئے ایک قحط تو ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں ہو چکا جس میں ایک ثلث تخمیناً بارش کم برسی اور ایک ثلث تخمیناً پیداوار کم ہوئی اب یہ دوسرا قحط موجود ہے جس میں دو ثلث بارش کم برسی ہے اور دو ہی ثلث پیداوار کم ہوئی ہے کیونکہ ۱۸۹۶ء سے قبل ۳۰ سال پر جو نظر کی جاتی ہے تو نرخ اوسط اجناس خوردنی مثل گندم کا جو ان ملکوں میں زیادہ تر کھایا جاتا ہے ۲۰ و ۳۰ سیر کے درمیان معلوم ہوتا ہے اور ۱۸۹۶ء اور ۱۸۹۷ء میں جو ایام قحط تھے بہ لحاظ بعض ایام اور بعض ملکوں کے بقدر ایک ثلث کے بالضرور کمی معلوم

ہوئی ہے خواہ کسی ایام اور کسی ملک میں ثلث سے بھی زیادہ
کم ہو گیا ہو لیکن یہاں پر لحاظ اکثر ایام اور اکثر ملکوں کا کیا جاتا
ہے وللاکثر حکم الکل کیونکہ نرخ کوئی ایسی شے معین
نہیں ہے جو مختلف نہ ہوتا رہتا ہو بلکہ ہمیشہ اُس میں اختلاف
واقع ہوتا رہتا ہے اسی واسطے اوسط کا بھی ضرور لحاظ کیا گیا
ہے اور اب سنہ ۹۹ء سے جو قحط ثانی ہے نرخ اجناس مثلاً
گندم بہ نسبت ۳۰ سال پیشتر سنہ ۹۶ء کے بعد بقدر دوثلث
کے بحساب اوسط کمی معلوم ہوتی ہے اور یہی بہ نسبت کمی
کے تقریباً اور ملکوں میں بھی معلوم ہوتی ہے اگرچہ بعض ملکوں
قحط زدہ میں مثل راجپوتانہ وغیرہ کے اس قدر تباہی قحط کی واقع
ہوئی ہے کہ وہ ملک بالکل تباہ اور برباد ہو گئے مگر باعتبار اکثر ملکوں
کے ان ایام قحط ثانی میں کمی دوثلث پیداوار کی بالضرور معلوم ہوتی
ہے پس مضمون حدیث کا کہ اول قحط میں کمی ایک ثلث کی اور
دوسرے قحط میں کمی دوثلث کی ہوگی اس تقریر سے صادق
اور ثابت ہوتا ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایام خصب کا
پیداوار غلہ کسی ملک میں کل موزون کیا جاوے اور پھر ایام
جدب کا کل پیداوار وزن کرکر مقدار ثلث یا دوثلث تحقیقی کے
کمی معلوم کی جاوے کہ یہ امر ممکن وقوعی نہیں ہے جس سے
وقوع پیشین گوئی کا بھی غیر ممکن وقوعی معلوم ہوتا ہے۔
ہم نے جو نرخ اجناس کو معیار و اندازہ ثلث و ثلثین کا مقرر
کیا ہے اُس سے زیادہ عمدہ کوئی دوسرا معیار معلوم نہیں ہوتا
ورنہ مؤلف صاحب واسطے تصدیق پیشین گوئی مخبر صادق صلے
اللہ علیہ وسلم کے اس سے بہتر کوئی معیار اور تجویز فرماویں
جس سے تصدیق پیشین گوئی کی کی جاوے۔ ہاں البتہ بارش کا
معیار بذریعہ علوم جدیدہ اور آلات اُس کے کے دفاتر سرکاری

سے معلوم ہو سکتا ہے مگر وہ بھی تخمیناً اور بحساب اوسط جو
تخمین در تخمین ہے معلوم کیا جاتا ہے لاکن ثلث اور ثلیث بارش
کی کمی تحقیقاً دریافت کرنے کا بھی کوئی ذریعہ ہے نہیں اس
کا علم تو مخصوص ہے بجناب الٰہی جو علام الغیوب ہے ولس۔ اور
چونکہ الفاظ پیشین گوئی کے ذو الوجوہ ہیں لہذا حدیث مذکورہ
میں لفظ ثلث سنین یا ثلث سنوات کے یہ معنی بھی ممکن ہیں
کہ تین برس کا قحط مراد ہو اور شروع اس قحط کی سنہ ۹۶ھ سے
ہو اور اختتام سنہ ۹۹ھ میں اور سال حال سال فراخی کا ہو جاوے
وما ذلک علی اللہ بعسیر و اللہ اعلم بالصواب و الیہ
المرجع و المآب دیکھو رپورٹ لارڈ کرزن کو جو بذریعہ چٹھی بحوالہ
ولایت کو کی گئی جو اکثر اخباروں انگریزی وغیرہ و اردو میں بھی
درج کی گئی ہے جس میں قحط حال کو پہلے قحط سے بڑا اشد
اور سخت زیادہ قرار دیا گیا ہے اور انتظار کرو تیسرے قحط
شدید کا جس میں تمام بہایم ذات ظلف اور ذات ضرس ہلاک
ہو جاویں گے اگر اُس قحط ثانی میں بھی لاکھوں انسان اور حیوانات
ہلاک ہو گئے مگر قحط ثالث اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا
و نعوذ باللہ من شرورہا اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا
و عذاب الآخرۃ اور واضح ہو کہ لفظ ثلث سنین یا ثلث سنوات
جو حدیث مانحن فیہ میں آئے ہیں اُس سے مراد یہاں پر برس
اور سال نہیں ہے جس سے یہ لازم آوے کہ یہ تینوں قحط
تین ہی سال میں ہوں گے کلا و حاشا بلکہ اس جگہ پر معنی ثلث
سنوات یا ثلث سنین کے جو دونو جمع سنۃ کی ہیں معنی قحط کے مراد
ہیں خواہ وہ کتنی ہی مدت تک قحط رہے دیکھو قاموس وغیرہ
کتب لغت کو جن میں معنی سنۃ کے قحط کے لکھے ہیں پس دفع
ہوا وہ اعتراض ناواقفوں کا جو اس مقام پر کیا گیا ہے کہ قحط

حدیث نواس ابن سمعان

سنہ سالانہ تو منقضی ہو چکا اور جو قحط کہ اس سے قبل ہو چکے
ہیں اگر ان کی تطبیق اس پیشین گوئی پر ہو سکے اگرچہ سابق
کسی اہل علم نے ان قحطوں کو اس حدیث کا مصداق نہیں گردانا
تو ہم کو اس کے تسلیم سے کب انکار ہے۔ اب آخر میں اس
حدیث کے میں بھی وہی وصیت کرتا ہوں جو امام عبدالرحمن محاربی
نے کی تھی تاکہ صدق پیشین گوئی مخبر صادق کا ہر کہ ومہ پر
واضح ہو جاوے و ینبغی ان یرفع ہذا الحدیث الی
المؤدب حتی یعلمہ الصبیان فی الکتاب۔

قولہ و لنذکر حدیث النواس بن سمعان ههنا
لشبهه بهذا الحدیث الی اخر صفحہ ۳۴۔

اقول جملہ ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجہ دونکم
دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم خروج دجال کا خیال
اپنے زمانہ میں بھی رکھتے تھے حالانکہ دوسری احادیث سے اس کا
خروج آخر زمانہ میں معلوم ہوتا ہے پس اس سے صاف ثابت
ہوتا ہے کہ حقیقت پیشین گوئی کی مع مالہ و ما علیہ کے ملہم
کو بھی معلوم نہیں ہوتی ہے اور کوئی نقص اس عدم علم سے
اس کے الہام میں لازم نہیں آتا۔ اور اس حدیث میں جو فواتح
سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا گیا اس سے ثابت ہوا کہ
دجال نصاری میں ہو گا کیونکہ فواتح سورہ کہف میں حضرت
عیسی کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے اور یہی سر ہے
فتنہ دجالیہ کے وقت میں سورہ کہف کے فواتح پڑھنے کا
قال تعالی وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا مَا لَهُم
بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا الی آخر الآیات اور اسی
لئے فواتح سورہ کہف کا پڑھنا فتن دجالیہ سے سبب امن و

و امان کا ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فانہا
جوار کم من فتنہ ہم نے اس حدیث نواس بن سمعان
کی شرح معہ تفسیر آیات فواتح کہف کے شرح و بسط کے ساتھ
تحذیر المؤمنین میں بیان کی ہے من شاء فلیرجع الیہا
ناظرین کو چاہیئے کہ بعض جملے اس حدیث کے محفوظ رکھیں کہ
وہ ہم کو مفید ہیں مثلاً اذ بعث اللہ مسیح ابن مریم یہاں پر
بجائے نزول عیسی بن مریم کے لفظ بعث فرمایا گیا ہے اور نیز
یہ جملہ یاد رکھیں کہ لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات
جو مسیح موعود کی قوت کلامیہ پر دال ہے اور اس امر کا مخالفوں
کو بھی اقرار ہے کہ جو قوت اور زور حضرت اقدس کے قلم میں ہے
وہ کسی مخالف یا موافق کو حاصل نہیں ہے اور مثلاً یہ جملہ بھی
محفوظ رہے انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالہم
کہ یہ جملہ جہاد کے التوا پر صاف دلالت کرتا ہے اور مثلاً یہ ٹکڑہ
حدیث کا بھی ملحوظ نظر رہے و یبعث اللہ یاجوج و ماجوج
وھم من کل حدب ینسلون کہ اس میں یاجوج و ماجوج کے
اقبال پر دلالت صریحہ ہے دیکھو ہر ایک فن اور ہر ایک علم دنیوی
میں اس قوم نے ترقی کی ہے عیاں را چہ بیاں پس یہ سب جملے
ہمارے لیئے مؤید اور دلیل ہیں کہ وقوع پیشین گوئی پر صریحاً
دال ہیں کما حررنا سابقاً فتدبر ولا تکن من الغفلین
اور جملہ فیرغب نبی اللہ عیسی و اصحابہ فیرسل اللہ
علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس
واحد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں
جہاد سنانی نہیں ہوگا بلکہ مسیح موعود کی رغبت الی اللہ یعنی اس
کی توجہ الی اللہ اور دعا سے مخالفین کا ہلاک مقدر ہے اور
آخر حدیث میں اس اخیر زمانہ مسیح کا ذکر ہے جس میں فراخی

جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ ازالہ اوہام

عیش ہو گی اور برکات ارضی و سماوی کا ظہور انتہا درجہ پر ہو گا اور پھر اُس کے بعد ایک قسم کی قیامت قائم ہو گی۔

ج۱/ صفحہ ۵۳

قولہ حدیث اخر قال مسلم فی صحیحہ۔

اقول اس حدیث میں کوئی جملہ ہمارے مسلک کے مخالف نہیں ہے اور جملہ یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شہرا او اربعین عاما سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت مکث دجال کا علم معلوم نہیں بلکہ مقدار اُس کے یوم اور دن کی بھی تحقیقاً نہیں معلوم کہ کس قدر ہے کیونکہ سابق میں احادیث مسلمہ مؤلف سے ثابت ہو چکا ہے کہ کہیں اُس کے ایام کو ایام طوال فرمایا گیا ہے اور کسی جگہ پر اُس کے ایام کو ایام قصار کہا گیا ہے جس کو دوسری حدیث میں تقارب زمان سے تعبیر کیا گیا۔ اور نیز اس حدیث سے حضرت مسیح موعود کا نزول مثل دیگر مجددین کے ثابت ہوتا ہی کیونکہ اس حدیث میں اور نیز دوسری حدیثوں میں لفظ نزول من السماء کا کہیں پتہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں تو بجای لفظ نزول کے لفظ بعث کا فرمایا گیا ہی جیسے کہ دوسرے مجددین کیلئے لفظ بعث کا بولا گیا ہی اور جملہ فیبقی شرار الناس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسیح موعود کا زمانہ گذر جاوے گا اور عہد اُس کا بعید ہو جاوی گا تو حسب سنت الٰہیہ کے پھر لوگوں میں شر و فساد پھیل جاوے گا کما قال اللہ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا طَالَ عَلَیْہِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُہُمْ۔ پھر اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ بعد التی و اللتیا ایک قسم کی قیامت قائم ہوگی جس کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے و بس۔

ج۱/ صفحہ ۲۳

قولہ حدیث اخر قال الامام احمد الی اخر الصفحۃ۔

اقول اس حدیث کا مالہٗ و ما علیہ سابق میں گذر

چکا ہے اور علاوہ اُس کے یہ عرض ہے کہ علم تعبیر رویا میں یہ
امر مقرر اور مسلم ہے کہ اسمائے اعیان کے معانی کا لحاظ بھی کیا
جاتا ہے اور اُن معانی کے مناسب تعبیر رویا و مکاشفات
کی قبول کی جاتی ہے اور چونکہ دجال اور مسیح موعود کی اکثر
پیشین گوئیاں از قسم رویا اور مکاشفات کے ہیں کما مرّ سابقاً
تو پھر کیا بعید ہے کہ مراد لُدّ سے جو جمع الد کی ہے یہ ہو کہ ہلاک
دجال کا جو بڑا جھگڑالو اور الدّ الخصام ہے اُس کی ذریات جھگڑالو
کے روبرو کیا جاوے یعنی دجال جو مراد لاٹ پادری سے ہے
معہ اُس کے تمام ماتحت پادریوں کے ہلاک ہو چنانچہ یہ امر
اب واقع ہو رہا ہے پس یہی ہے ہلاک دجال کا دروازہ
لد پر حسب مقتضائے علم تعبیر رویا کے دیکھو حدیث متفق
علیہ کو جس میں طواف دجال کا واسطے بیت اللہ کے مذکور
ہے اور شراح حدیث نے اُس کی جو تعبیر کی ہے اُس کو بھی
ملاحظہ کرو ۔ اور رویا میں دیکھنا مسیح موعود کا صحیح بخاری میں
متعدد مقاموں پر وارد ہے دیکھو ۴۸۹ - و - ۸۴۶ - و ۱۰۵۵
وغیرہ کو جو مطبع احمدی کی مطبوعہ ہے ۔

قولہ حدیث اخر قال الامام احمد الی اخر الصفحۃ

اقول طلوع الشمس من مغربہا سے اگر آپ کی یہ مراد
ہے کہ قبل زمانہ مسیح موعود کے یا اُس کے زمانہ میں ہی آفتاب
مغرب سے طلوع کرے گا تو یہ امر مخالف ہے نصوص قرآنیہ
کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تا قیام دنیا الی یوم القیامۃ جو نظام
شمسی و قمری مقرر فرما دیا ہے اُس نظام میں قبل قیامت کے
زمانہ مسیح میں ایسا تغیر نہیں آسکتا کہ آفتاب مغرب سے طلوع
کرے قال اللہ تعالیٰ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ
الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ
كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ
وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ

اس آیت میں غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر طلوع الشمس من مغربہا سے ظاہری معنی مراد ہے تو وہ قیامت کے لگ بھگ واقع ہوگا نہ زمانہ مسیح میں اور نہ قبل زمانہ مسیح کے اور اگر طلوع الشمس من مغربہا سے کوئی ایسے معنے تاویلی مراد ہیں جیسا کہ شرح مقاصد وغیرہ میں لکھا ہے تو وہ واقع ہو چکے یعنی تمام حالات عالم کے سابق کے لحاظ سے بدل گئے اور درصورت مراد ہونے معنے تاویلی کے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ آفتاب توحید اسلام کا طلوع مغرب سے ہوگا پس دیکھو امریکہ اور یورپ کے ملکوں کو جن میں آفتاب صداقت اسلام کا طلوع ہونا شروع ہو چلا ہے اور ہم کو ہرگز انکار نہیں ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا لگ بھگ قیامت کے اپنے حقیقی معنی پر واقع ہو۔

بیان دخان

بیان دخان

پیشین گوئی دخان کے وقوع میں خود صحابہ کرام کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ پیشین گوئی واقع ہو چکی دیکھو صحیح مسلم وغیرہ کو اور نیز دیکھو سورہ دخان کی تفسیر کو قال الله تعالیٰ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یغشی الناس من غلبة الجوع علیهم و ذلك ان قریشا لما استعصت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا علیهم فقال اللهم اشدد وطئتك علی مضر و اجعلها سنین كسنی یوسف فاصابهم الجهد و اكلوا الجیف وكان الرجل یری من الدخان ما یحول بینه

دبین صاحبہ فیسمع کلامہ ولا یراہ کذا فی تبصیر الرحمن
اور جن علما کے نزدیک یہ دخان ابھی واقع نہیں ہوا اور علامات
کبریٰ قیامت سے ہے جو قبل قیامت کے واقع ہوگا اگر مراد
اُس سے وہی معنی ظاہری دخان کے ہیں تو وہ واقع ہوگا۔
اور اگر تاویلی معنے مراد ہیں تو یہ پیشین گوئی دو پہلو سے واقع
ہو چکی اولاً تو وہ ہی قحط ہے جو سابق میں حدیث ان قبل
خروج الدجال ثلث سنوات میں گذر چکا اور ثانیاً مراد
اُس سے وہ ادخنہ شبہات نفوس خبیثہ وبخارات شکوک دجالیہ
مراد ہیں جو تمام دنیا میں مثل دخان کے پھیلے ہوئے ہیں اور
اکثر انسانوں کے بصائر کو نور کتاب مبین کے دیکھنے سے ڈھک
رکھا ہے حتی کہ مسلمانوں کو ابھی اس دخان سے زکام ہوگیا ہے
یعنی کسی قدر اثر پہونچ گیا ہے اور جس کے دفع کرنے کے لئے
مسیح موعود اُس نور کتاب مبین کو پیش کرتا ہے جس کی نسبت
وارد ہے کہ حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ
مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ
عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بیان خروج دابہ

خروج دابہ کے بارہ میں جو تعارضات روایات میں وارد ہیں
اولاً اُن میں تطبیق دی جاوے بعد اُس کے معلوم ہوگا کہ مراد
دابہ سے وہ ہے جو حضرت مسیح الزمان اپنے رسائل میں مثل
حمامۃ البشریٰ وغیرہ کے شرح اُس کی فرما چکے ہیں۔ اور
چونکہ پیشین گوئیوں کے پہلو مختلف بھی ہوتے ہیں لہذا
مصادیق اُس کے مختلف طور پر بھی واقع ہو سکتے ہیں لہذا جس
قدر صفات دابہ کے قرآن مجید اور احادیث صحاح میں وارد
ہیں ہم اُن کو اولاً لکھتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا وَقَعَ

بیان خروج دابہ

اَلْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ - **قاموس** میں لکھا ہے و الدابة مادب من الحیوان و غلب علی ما یرکب اور وقوع قول سے مراد مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر موقوف ہو جاوے اور بجائے تکلمھم کے تنبئھم بھی ایک قرارت میں وارد ہوا ہے اور لکھا ہے کہ یہ قرارت بمنزلہ تفسیر تکلمھم کے وارد ہوئی ہے اور تفسیر **تبصیر الرحمن** میں لکھا ہے دآبة عجیبة لم یعهد مثلها طولها ستون ذراعا لها اربع قوائم و جناحان و ریش لا یفوتها هارب و لا یدرکها طالب معها عصی موسیٰ تنکت بها مسجد المؤمن فیبیض وجهه و خاتم سلیمٰن تنکت به انف الکافر فیسود وجهه لیعلم انهم انما یتنبهون لما تنبه له الدواب اور **حجج الکرامہ** وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا جب علما مرجاویں گے علم جاتا رہے گا قرآن اُٹھ جاوے گا تب ہم ایک دابہ زمینی نکالیں گے جو اُن سے باتیں کرے گا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اسقدر تیز تر نکلے گا جیسے گھوڑا تیز رو دوڑتا ہے **اقتراب الساعہ** میں لکھا ہے ابن عباس نے کہا کہ ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک بارہ گز کا فاصلہ ہوگا انتہیٰ میں لکھا ہے کہ وہ نکل کر تین بار چلاوے گا جو کوئی درمیان مشرق اور مغرب کے ہے وہ اُس کو سنے گا - اب میں کہتا ہوں کہ یہ دابہ جس کا ذکر آیت اور روایات مذکورہ میں ان اوصاف کے ساتھ آیا ہے وہ دابہ ریلوے ہے اس میں یہ سب صفات موجود ہیں کیونکہ بموجب لغت کے جو معنی دابہ کے قاموس سے لکھی گئی وہ تو اُس پر بخوبی صادق آتی ہی ہیں کہ شروع رفتار میں زمین پر رینگتی ہوئی چلتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ریلوے ایسا مرکب ہے کہ کبھی پہلے زمانہ میں ایسی سواری کے وجود کا پتہ

کوئی تاریخ نہیں دے سکتی اور اُس کے خروج کا زمانہ بھی وہی ہے
جس زمانہ میں کہ وہ پیدا ہوئی کیونکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ مدت سے
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بالکل جاتا رہا ہے وکانوا لا یتناھون
عن منکر فعلوہ کا مصداق پورے طور پر واقع ہو رہا ہے۔ اور
کلام کرنے سے مراد بموجب دوسری قرات کے جو بمنزلہ تفسیر کے
واقع ہے آگاہ کرنا ہے لوگوں کا اور یہ امر تو ہر ایک شخص جانتا
ہے کہ ریل اپنی سیٹی کی آواز سے لوگوں کو آگاہ اور خبردار کردیتی ہے
اور چونکہ ریلوے ایک ایسی عجیب وغریب سواری ہے کہ کسی پہلے
زمانہ میں ایسی عجیب و غریب چیز پیدا نہیں ہوئی اور ایسی عجیب
و غریب چیز ایک آیت ہوتی ہے من آیات اللہ لہذا اہل بصیرت
اور صاحب عبرت کے لئے موجب زیادتی ایقان اور باعث قوت
اذعان کا اللہ تعالی اور اُس کی صفات پر بالضرور ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی دیگر آیات
پر جو غیب الغیب ہیں مومن کا ایمان اور اُسکے دیکھنے سے کامل ہوتا ہے تو یہی معنی ہیں
تکلمھم ان الناس کانوا بآیتنا لا یوقنون کے پس
اگر کوئی بلید ایسی عجائب غرائب سنے کو بھی دیکھ کر ایمان آیات الٰہی
پر نہ لاوے تو پھر وہ شخص ایسا بلید ختم اللہ علی قلوبھم کا
بالضرور مصداق ہے اور یہی مراد ہے اُن روایات سے جو اس دابہ
کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں کہ باقی نہ رہے گا کوئی مومن مگر اُس
کی پیشانی میں عصای موسے علیہ السلام سے ایک نکتہ سفید کرے
گا اُس نکتہ سے مُنہ اُس کا سفید ہو جاوے گا اور نہ کوئی کافر
باقی رہے گا مگر اُس کے مُنہ پر مہر سلیمان علیہ السلام لگا دے گا
اُس مہر سے مُنہ اُس کا کالا ہو جاوے گا عصای موسیٰ علیہ السلام
سے اس سواری کو بھی نسبت ہے کہ جس طرح پر وہ عصا تمام سامان
اور اسباب کو نگل گیا اسی طرح پر ہزاروں اقسام کا سامان و اسباب
یہ سواری بھی نگل جاتی ہے اور مومن کی پیشانی سفید ہونے سے یہ مراد ہے

کہ اُس کے ایمان کی زیادتی ہوگی جو موجب نورانیت پیشانی کی ہے۔ اور مہر سلیمان علیہ السلام سے اس سواری کو یہ نسبت ہے کہ جس طرح پر اُن کی مہر کی برکت سے تخت سلیمان رواں ہوتا تھا اس سواری کی تیز رفتاری بھی قریب قریب اُس کے ہے پھر معہذا جو کوئی بلید ایسی اعجب العجاب کو دیکھ کر بھی ایمان آیات الٰہی پر جو عین العیب ہیں نہ لاوے تو اُس کے سواد الوجہ فی الدارین ہونے میں کیا کلام ہے اور چونکہ اکثر گاڑیاں ریلوے کی دیگر سواریوں کی نسبت بہت طویل ہوتی ہیں لہذا طولها ستون ذراعًا سے مراد اُس کا بہت طویل ہونا ہے اور تیزتر ہونا اُس کا گھوڑوں تیز رو سے بھی ظاہر ہے اور تین بار چلاّنا اُس کا وقت قبل روانگی کے بھی ظاہر ہے اور آواز اُس کی سیٹی کی بہت دور تک مشرق اور مغرب میں پہونچ جاتی ہے غرض کہ اس دابہ کے بارہ میں جو روایات وارد ہوئی ہیں اکثر اس پر صادق آتی ہیں اور چونکہ یہ پیشین گوئی بھی عالم مکاشفات سے ہے لہذا تمثلات اُس کے مختلف طور پر مختلف اوقات میں ظاہر کیئے گئے ہیں اور یہی سبب ہے اس کے بارہ میں روایات کے مختلف ہونے کا بلکہ کل پیشین گوئیوں میں جو متعلق دجال اور مسیح موعود کے آئی ہیں اُن میں جو کثرت سے اختلاف پایا جاتا ہے اُس کا یہی سبب ہے کہ اوقات مختلفہ میں اُن کے تمثلات مختلف دکھلائے گئے ہیں جو لوگ ظاہر پرست اور لفظ پرست ہیں اُن کے واسطے ان تعارضوں کی تطبیق و توفیق میں سخت دشواریاں پیش آئی ہیں اور جو اہل علم کہ اس ستر اور نکتہ سے خبردار ہو گئے ہیں اُن پر اُن کی تطبیق و توفیق اللہ تعالی نے نہایت سہل اور آسان کردی ہے و للہ الحمد اولا و آخرا اور مراد اربع قوائم سے اُس کے پہیّے ہیں اور جناحین سے مراد اُس کے دونو طرف کے چھجے ہیں جو بعض گاڑیوں میں بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

خروج یاجوج و ماجوج کی نسبت ہم رسالہ **تحفہ مدراس** میں بہت شرح و بسط سے لکھ چکے ہیں فلا نعیدہا مرۃ اُخری۔
نزول عیسی بن مریم کی شرح اور **خروج دجال** کا بیان اس رسالہ میں بھی سابق ہو چکا ہے فلا نطیلہا بذکرہا۔ آگے رہا **خسف جزیرہ مشرق اور مغرب اور جزیرہ عرب** میں سو اس کا یہ حال ہے کہ اس تیرہ سو برس میں اس قدر خسف مشرق و مغرب اور نیز جزیرہ عرب میں واقع ہوئے ہیں کہ شہر کے شہر اور گانو کے گانو زمین میں دھس گئے دیکھو **حجج الکرامہ** اور **اقتراب الساعہ** کو جن میں سوا ان تین خسفوں مندرجہ حدیث کے اور دیگر خسفوں کا وقوع بھی لکھا ہوا ہے **ایک خسف** زمانہ سلیمان بن عبد الملک میں ایسا عظیم الشان لکھا ہے جس سے عورتوں کے حمل بھی گر گئے تھے۔ تیرہ گانو مغرب میں دھنس گئے ایک زلزلہ غرناطے میں ایسا آیا جس سے بہت مکان خسف ہو گئے قلعے گر پڑے حوالی رّے میں بلدہ طالقان دھنس گیا سوا ۳۲ نفر کے کوئی نہ بچا ڈیڑھ سو گانو رّے کے خسف ہو گئے غرضکہ دیکھو **اقتراب الساعہ** اور **حجج الکرامہ** کو اور اس چودھویں صدی میں بھی مشرق اور مغرب میں بڑے بڑے خسف واقع ہوئے ہیں اخباروں کے دیکھنے والے ان خسفوں سے بخوبی واقف ہیں اگر مؤلف صاحب اس پیشین گوئی کی تکذیب کریں گے تو ہم بحوالہ اخبارات معتبرہ کے معہ نشان تاریخ و ماہ و سنہ کے ثبوت ان خسفوں کا دیویں گے ان شاء اللہ تعالی۔ غرض کہ یہ پیشین گوئیاں سب واقع ہو چکیں ہیں اور قیامت اب بہت قریب ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ۔ وَنعوذ باللہ من ہذہ الغفلۃ۔

قولہ و فیہا دلالۃ علی صفۃ نزولہ و مکانہ من انہ

بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية عند اقامة صلوٰة الصبح و قد بنيت فی هذه الاعصار فی سنة احدٰی و اربعین وسبعمأة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التی هدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنع النصاریٰ۔

بیان منارہ بیضا

اقول لفظ حدیث کے عند المنارة البیضاء شرقی دمشق ہیں ان الفاظ کے یہ معنی لینا کہ دمشق ہی میں نزول مسیح کا ہوگا صحیح نہیں بلکہ محض غلط ہیں کیونکہ منارہ بیضا کا دمشق سے شرق کی طرف ہونا اس کو مقتضی نہیں کہ وہ منارہ دمشق ہی میں ہو کیونکہ یہ ترکیب الفاظ کی اس معنے کے لیئے سے آئی ہے بلکہ اس ترکیب عبارت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ منارہ دمشق سے علاوہ کسی ایسے ملک میں ہوگا کہ وہ دمشق سے مشرق کی طرف واقع ہوگا اب جو دیکھا جاتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ملک پنجاب دمشق سے عین مشرق کی طرف واقع ہے چنانچہ موضع **قادیان** تخمینا بتیسویں درجہ پر جانب شرق کو **دمشق** سے واقع ہے اور شہر دمشق تقریبا ۳۳ درجہ پر غرب کو واقع ہواہے اور چونکہ لفظ منارہ صیغہ ظرف کا ہے جسکا معنی محل نور کا ہے۔ دیکھو **براہین** کے **الہام** کو جو ۱۸-۱۹ برس کا الہام ہے اور وہ یہ ہے **بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارہ بلند محکم تر افتاد** اور حدیث میں تخصیص دمشق کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دمشق کی طرف ایک توجہ خاص رکھتے تھے چنانچہ ملاحظہ احادیث کنز العمال وغیرہ سے ظاہر ہے کسی حدیث میں آپ نے اس کو خیر منازل المسلمین بہترین منزلوں مسلمانوں کا فرمایا ہے اور کسی حدیث میں اسکو خیر مدائن

الشام بہترین شہروں شام کا فرمایا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا واسطے دفع کرنے اس شبہ کے کہ شاید دمشق ہی نزول گاہ عیسی بن مریم ہو فرمایا گیا کہ دمشق کے شرق کی طرف کسی ملک میں محل نزول مسیح موعود ہوگا جو اب قادیان متعین ہوا ۔ اور اس عبارت مذکورہ مؤلف صاحب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ۱۸۱۲ء سے قبل جو منارہ اس خیال سے تعمیر کیا گیا تھا کہ وہ محل نزول عیسی بن مریم کا ہوگا بسبب آگ لگ جانے کے وہ منہدم ہوگیا تھا بعد انہدام کے پھر دوبارہ ۱۸۱۲ء میں مکرر تعمیر کیا گیا ہے اندریں صورت ثابت ہوا کہ پیشین گوئی کے مصداق کے وقوع میں کوشش کرنا طریقہ سلف صالح کا تھا اگرچہ اس سبب سے کہ مراد الٰہی میں محل نزول مسیح موعود کچھ اور تھا اور شاید کہ اسی وجہ سے ۱۸۱۲ء سے قبل اُس منارہ کو آگ لگ گئی اور ڈھے گیا مگر تاہم دوبارہ اس کی تعمیر میں کوشش کی گئی تاکہ پیشین گوئی صادق ہو لیکن چونکہ محل نزول مسیح ابن مریم علم الٰہی میں تو قادیان مقرر تھا لہذا اس مسیح موعود کے وقت میں بھی بذریعہ اخبارات متواترہ کے پھر سنا گیا تھا کہ مسجد جامع اموی اور منارہ کو آگ لگ گئی اور جل کر خاکستر ہوگیا لہذا اب مسیح موعود کی طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ جامع مسجد قادیان میں واسطے تصدیق پیشین گوئی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ منارہ طیار کیا جاوے چنانچہ حضرت مسیح موعود ضمیمہ خطبہ الہامیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس منارہ کے اندر یہ حقیقت مخفی ہے کہ بانگ یعنی اذان جو پانچ وقت اونچی آواز سے لوگوں کو پہونچائی جاوے گی اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ اب واقعی طور پر وقت آگیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز ہر ایک کان تک پہونچے یعنی اب وقت خود بولتا ہے کہ اس ازلی ابدی زندہ خدا کے سوا جس کی طرف پاک

رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم نے رہنمائی کی ہے اور سب عذا جو بنائے گئے ہیں باطل ہیں کیوں باطل ہیں اس لیے کہ ان کے ماننے والے کوئی برکت اُن سے پا نہیں سکتے کوئی نشان دکھا نہیں سکتے انتہی موضع الحاجۃ و ھذا من اخبار النبی صلی اللہ علیہ و سلم بذلك و تقریر و تشریع و تسویغ له علی ذلك فی ذلك الزمان حیث تنزاح عللھم وتن تقع شبھاتھم من انفسھم و لھذا کلھم یوقنون حقیة دین الاسلام و ان لم یدخلوا فیه و یتبین لھم ان عیسی بن مریم لم یقتل بالصلیب و ھذا ھو المراد من قوله تعالٰی و ان من اھل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته الآیة و فی ھذ الزمان یھلك اللہ المسیح الدجال علی یدیه لان اللہ لم یخلق داءً الا انزل له شفاء و بعث اللہ یاجوج و ماجوج فی ھذه الایام فیھلکھم اللہ تعالٰی ببرکة دعائه لا بالجھاد و الحرب و قد قال اللہ تعالٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ الآیۃ *

---

* واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے روایات محررہ مؤلف کے رد میں بحث جرح و تعدیل رواۃ کی اس غرض سے نہیں کی کہ کتاب دراز ہو جاتی ورنہ اگر ہم محدثانہ طور پر روایات مندرجہ کتاب شمس الھدایہ پر بابت جرح و تعدیل جاری کرتے تو پھر ایک روایت متمسک بہا مؤلف کے لئے ایسی ہوتی کہ مؤلف اُس سے تمسک بموجب اصول علم حدیث کے کرسکتا ہاں ہدیۃ الرسول کے رد میں ہم ایسی روایات کا تار و پود حسب جرح و تعدیل کے محدثانہ طور پر کرینگے پھر مؤلف کو حقیقت الحال ان روایات کا معلوم ہوگا۔ منہ

حاصل اس تمام بحث کا جو صفحہ ۱۹ شمس الہدایہ سے صفحہ ۳۸ تک بیان کی گئی بطریق اختصار یہ ہے کہ قتل بالصلیب عیسی علیہ السلام کا نہیں ہوا جو بموجب توارت کے اور حسب عقاید یہود کے موجب ملعونیت کا ہے اور جو زعم یہود اور اکثر نصاری کا ہے ہاں البتہ حضرت عیسی سولی پر آخر یوم جمعہ چڑھائے گئے تھے اور شام کو بسبب تعظیم لیلۃ السبت کے سولی پر سے اُتار لیے گئے اور اس وجہ سے قتل بالصلیب سے محفوظ رہے لیکن مشابہ مقتول بالصلیب کے کیے گئے اور ضمیر بہ کی مضمون بالا کی طرف ہے یعنی مرفوع الدرجات ہونا عیسی علیہ السلام کا یاشک اور متردد ہونا اہل کتاب کا حضرت عیسی کے مقتول بالصلیب ہونے میں جس پر کوئی مسئلہ یقینی متفرع نہیں ہو سکتا خواہ کفارہ ہو یا حضرت عیسی کی ملعونیت و نعوذ باللہ منہ اور احادیث صحاح اور آثار صحابہ و اقوال بعض ائمہ دین مثل ابن عباس و امام مالک و ابن حزم و غیرہم کے اسی پر دال ہیں باقی جو احادیث ضعاف و آثار رکیکہ حضرت عیسی کے رفع جسمانی پر دال ہیں وہ بسبب معارضہ انہی کے اقوی کے ساتھ ساقط الاعتبار ہیں اور عیسی موعود اس امت میں سے بالضرور نزول فرماویں گے قبل قیامت کے حکم عدل ہو کر توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے یعنی حجت اور برہان سے دین اسلام لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا مصداق ہوگا اسی لیے اہل کتاب سے سواے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے مال اور اسباب کی دنیا میں اس قدر کثرت ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے ثواب میں زیادہ ہوگا حسد بغض عداوت اور باقی صفات ذمیمہ کی کثرت نہ رہے گی گویا کہ شیر چیتا بھیڑ بکری کے ساتھ چرے گا سانپ بچھو کے ساتھ لڑکے کھیلیں گے یعنی نہایت آزادی و امن کا زمانہ ہوگا مسیح کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی گویا کہ اُس زمانہ میں طعام

کی جگہ تہلیل تکبیر تسبیح سے حیات بسر ہوگی آسمانی تائیدیں اُن کے لئے بہت کثرت سے نازل ہوں گی اور یہی ہے اُن کا آسمان سے نازل ہونا اور لا المہدی الا عیسی بن مریم کے وہ مصداق ہوں گے اور بسبب لحوق چند اسباب کے امامت نماز کی نہ کراویں گے۔ ہلاک کریں گے حربہ آسمانی سے دجال کو جو بڑا لاٹ پادری ہوگا اور اُس کی شکست اور ہلاکت تمام پادریوں کی شکست اور ہلاکت ہوگی اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج و ماجوج اُن کی برکت سے نہ حرب و جہاد سے۔

قولہ و اخرج البخاری الی اخر الصفحہ بل الی قولہ خالی جگہ ع کے جنب میں ہے۔

اقول مخدوش ہے بچند وجہ اولاً اسکہ یہ احادیث اربعہ جو مؤلف صاحب نے دربارہ مدفون ہونے عیسی بن مریم کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف یا روضہ شریف میں تحریر کیں ہیں وہ معارض ہیں دوسری روایت کے جو عینی شرح بخاری میں لکھی ہے قیل یدفن فی الارض المقدسۃ پس حسب قاعدہ مسلم اذا تعارضا تساقطا کے ساقط الاعتبار ہوئیں اور اگر کوئی کہے کہ تعارض میں تساوی شرط ہے لہذا قیل کی روایت معارضہ ان روایات کا نہیں کرسکتی تو ہم کہیں گے روایات اربعہ بھی بدلائل آیت بینات درجہ مرجوح ہیں کما سیاتی۔ ثانیاً لفظ یدفن معہ و فی قبری جو الفاظ ترمذی وغیرہ کے مؤلف صاحب نے نقل کئے ہیں اُس کے کیا معنے ہیں اگر یہ معیت زمانی ہے تو بالکل کذب ہے حضرت عیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کب مدفون ہوئے ہیں اور اگر یہ معیت مکانی ہے تو کس قدر دور از عقل و نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار نعوذ باللہ اُکھاڑا جاوے اور حضرت عیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں دفن کئے جاویں

جواب اعتراض ۴۴

بیان مدفون ہونے حضرت مسیح کے روضہ آنحضرتﷺ میں

و نعوذ بالله منه - اور اگر لفظ معہ اور قبری سے بتاویل
بعید معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا جاوے تو معارض
اُس حدیث کے ہے جو خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
مروی ہے قالت لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم
اختلفوا فی دفنه فقال ابو بكر سمعت من رسول الله صلى
الله عليه وسلم شيئاً قال ما قبض الله نبياً الا فی الموضع
الذی یحب ان یدفن فیه ادفنوه فی موضع فراشه رواه
الترمذی کذا فی المشکوۃ باب وفات النبی صلی الله علیه
وسلم - اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسی چوتھے آسمان سے اُتر
کر نکاح بھی کریں گے اور اُن کے اولاد بھی ہو گی تو کیا حضرت عیسیٰ
معہ اپنے بال بچوں کے روضۂ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں
سکونت پذیر ہوں گے کیونکہ اگر روضۂ شریف میں نہ رہے اور کسی
دوسری جگہ پر سکونت پذیر ہوے اور دوسری ہی جگہ اپنے موضع فراش
میں وفات پائی تو بموجب اس حدیث کے پھر روضہ مبارک میں کیونکر
دفن کیے جا سکتے ہیں کہ صیغہ امر جو وجوب کے لیے آتا ہے یعنے
ادفنوه فی موضع فراشه اُس روضہ میں دفن کرنے سے مانع ہو
گا اگرچہ یہ قصہ دفن کی حدیث کا پیش از وقت اور قبل از مرگ واویلا
کا مصداق ہے کیونکہ مسیح موعود و مہدی معہود ابھی تک علی رغم
المخالفین زندہ موجود ہیں پھر غایت الامر یہ ہے کہ یہ حدیث منتظر
الوقوع ہوئی مگر تاہم ان احادیث میں جو معیت مذکور ہے وہ معیت
برزخی معلوم ہوتی ہے کما قال الله تعالى وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
رَفِيْقًا - خلاصہ مقال یہ ہے کہ آیات قرآنی اور احادیث صحاح درباره
مرفوع الدرجات ہوتے مسیح بن مریم کے اور نزول بروزی اُن

اگر معارضہ بآفتاب

کے کے جو بیان کرچکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی
چاہے کتب صوفیای محققین کو ملاحظہ فرماوے اگر ان سے بھی
اطمینان حاصل نہ ہو تو دیکھو **فتوحات** کے باب سادس و ثلثون
اور ثامن و ثلثون و غیرہ کو - مومن فہیم کے واسطے اس قدر ادلہ شرعیہ
جو بیان کرچکا ہوں کافی ہیں اور نزول مسیح کا جو بطور بروزی کے ہی
وہ ہرگز ہرگز مستلزم رفع جسمانی کو نہیں ہے - زیادہ بیان ہونا افعال
اور صفات مسیح کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم - وجہ اس
کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو معلوم ہوے ان کو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر
جب اور معلوم ہوے ان کو پھر بیان فرمایا علی ہذا القیاس **وَمَا
يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى** اور چونکہ یہ پیشین
گوئیاں مکاشفات اور رویا ہیں اس لئے اوقات مختلفہ میں تمثلات
ان کے مختلف، طور پر بھی ظاہر کیے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض
راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے
کچھ اور کبھی ایک راوی کی روایت میں کم و بیش ہوا کرتی ہے
اس کی بھی وجہ یہی ہے احادیث نزول جو مروی ہیں ان اصحاب
کبار وغیرہم سے ابوہریرہ عبداللہ بن مسعود عثمان بن ابی العاص
ابوامامہ نواس بن سمعان عبداللہ بن عمرو بن العاص مجمع بن جاریہ
ابی شریحہ حذیفہ بن اسید جابر سمرہ بن جندب عمرو بن عوف عمران
بن حصین کیسان حذیفہ بن یمان عائشہ عبداللہ بن عباس انس رضی
اللہ عنہم ان سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ نزول مسیح بن مریم بروزی
طور پر آخری زمانہ میں بالضرور ہو گا - اور جو اختلافات ان روایات
میں وارد ہیں اگر وہ بتاویل صحیح رفع ہو سکتی ہیں تو وہ اختلافات
اس وجہ سے واقع ہوے ہیں کہ اوقات مختلفہ میں ایک چیز کے
تمثلات مختلف طور پر ظاہر کیے گئے ہیں جیسا کہ عالم رویا اور مکاشفات

کا یہ مقتضا ہے - اور بعض اختلافات ایسے ہیں کہ علماء نے اُن کو
اس زمانہ آخر مسیح موعود کے لئے سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ امور پہلے گذر چکے اور
واقع ہو چکے اور بعض پیشین گوئیاں ایسی ہیں جو زمانہ آئندہ میں منتظر
الوقوع ہیں اور جو تعارضات اس قسم کے ہیں کہ بلحاظ قواعد عربیہ
و اصول ادبیہ کے اُن میں توفیق و تطبیق نہیں ہو سکتی وہ بحکم قاعدہ
مسلمہ اذا تعارضا تساقطا کے ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ روایات متعلقہ
قصص طویل آئندہ اکثر روایات بالمعنی ہیں اور فہم راوی کے بموجب
بعض جملے اُن روایات میں مدرج ہو گئے ہیں چونکہ ایسے جملے حجت
شرعی نہیں ہیں لہذا بحکم اذا تعارضا تساقطا کے ساقط الاعتبار ہیں
غایۃ الامر ایسی روایات مختلفہ میں قواعد تعادل و ترجیح ادلہ ملحوظ
رکھ کر اقوی اور اصح پر اعمال اور اضعف کا اہمال کیا جاوے
گا اور ہر ایک طرح کی قوت اور ضعف کا لحاظ کر کر قوی کو اخذ
کیا جاوے گا اور ضعیف کو ترک کیا جاوے گا جب تک یہ جملہ
اصول مرعی نہ ہوں گے ان مسائل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا وما علینا
الا البلاغ آئندہ اختیار بدست مختار۔

توضیح معنی+ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ

+ اس آیت کے معنی جو مخالفین کرتے ہیں وہ بہت وجوہ سے باطل ہیں کما
حررنا فی رسائلنا سیاق آیت میں خود جناب باری عز اسمہ یہود کے افعال
شنیعہ کو بیان فرما کر ارشاد کرتا ہے بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا اور اسی لئے قیامت تک اُن کے لئے
ذلت اور مسکنت اور غضب الٰہی لازم ہے کما قال تعالیٰ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور کہیں فرماتا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ پس جبکہ ایسا کچھ ہے تو پھر کیونکر
ہو سکتا ہے کہ تمام اہل کتاب کسی زمانہ میں ایمان لاویں گے کوئی اُنمیں بے ایمان باقی نہ رہیگا۔منہ

بیان حدیث نزول مسیح ابن مریم

بہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کا یہ ہے کہ تمام اہل کتاب واقعیت مضمون بالا پر یقین کرتے ہیں اور مسیح بن مریم کے مرنے سے پیشتر ہی یہ یقین اُن کو حاصل ہے کہ وہ مقتول بالصلیب قطعی طور پر نہیں ہوا اور اپنے شاک اور متردد ہونے کو اس مسئلہ میں وہ خوب جانتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مسئلہ (یعنی مسیح کا مقتول بالصلیب نہ ہونا اور پھر اس کے بعد مسئلہ کفارہ کا باطل ہو جانا جو دوسری عبارت میں کسر صلیب کہا جاتا ہے) مسیح موعود کے وقت میں تمام دنیا میں شائع ہو گا اور اُس مسئلہ کے ثبوت کے دلائل ایسے پیش کئے جاویں گے کہ مخالفین کو ہرگز ہرگز طاقت اور مجال نہ ہوگی کہ اُس کے جواب دہ ہو سکیں حتیٰ کہ مسیح کا صلیب سے بچ کر ہندوستان کے پہاڑوں تبت وکشمیر وغیرہ میں آنا اور سری نگر کشمیر میں قیام کر کر وہیں پر وفات پانا اور محلہ خان یار میں دفن ہونا اور اب تک قبر کا موجود ہونا اور اُس قبر کا نام تمام عوام و خواص میں شہزادہ نبی کی قبر یا عیسیٰ نبی کی قبر مشہور ہونا وغیرہ وغیرہ کو ایسے ذرائع معتبر سے ثابت کیا جاوے گا کہ یہ سب امور بمنزلہ معائنہ کے ہو جاویں گے لہذا ابو ہریرہ کا وقت بیان حدیث بخاری وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ آہ۔ کے آیت مذکور کا پڑھنا اسی مناسبت لطیفہ کی وجہ سے ہے ورنہ جب کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی کی وفات نصوص قطعیہ شرعیہ سے ثابت ہو چکی تو پھر اُن کی رجعت کے کیا معنے اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبر سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جسکا مضمون یہ ہے۔ قسم ہے مجھ کو اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُتریں گے تم میں مسیح بن مریم حکم عدل ہو کر توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو یعنی دین نصرانیت کو باطل کریں گے اور حجت و برہان کی رو سے دین اسلام تمام دینوں پر غالب ہو جاوے گا اور چونکہ فتن دجالیہ ہی اُن کے بعثت کی علت موجبہ ہیں لہذا بسبب کثرت فتن کے ایک سجدہ

جس سے مراد نماز ہے بہتر ہو گا سب دنیا اور دنیوی اشیا سے - اس
مضمون میں مسیح بن مریم سے بروزی طور پر وہی عیسی بن مریم نبی اسرائیلی
مراد ہیں جو نبی وقت اور صاحب انجیل ہیں کیونکہ جیساکہ عالم جسمانی
میں ہر ایک شئے کے عکس کو جو آئینہ وغیرہ میں پڑتا ہے اُسی
شئے کے نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اسی طرح پر عالم روحانی میں
یہ تعاکس جاری ہے جس کو بروز کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے - اگرچہ
ایسی تجلیات بروزی میں امتیاز درمیان متجلی اور متجلی علیہ کے نہایت
دشوار ہے جس میں اکابر اولیا نے خطا کی ہے مگر حضرت مسیح موعود
اور مہدی معہود نے بہت سے فروق و امتیاز اپنے اور حضرت
عیسی کے بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرما دئے ہیں اور صاف
کہتے ہیں کہ میں وہ عیسی نبی اسرائیلی نہیں ہوں جس سے تناسخ
لازم آوے مع انہ باطل ولکن البروز حق کما بینا سابقا
اور چونکہ اب کسر صلیب ہوتا چلا جاتا ہے اور تمام ملل باطلہ کا ابطال
اس مسیح موعود سے مؤلف صاحب کو بھی مسلم ہے دیکھو صہ
سطر ۲۲ - الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعدائے
دین ہنود اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے انتہی و الفضل ما شہدت
بہ الاعداء اور بسبب کثرت شیوع فتن دجالیہ کے ایک سجدہ کا
عزیز تر ہونا سب دنیا سے ثابت ہے اور کثرت اسباب و اموال
کی اس قدر دنیا میں موجود ہے کہ وہ اسباب و سامان جو وقت تکلم
حدیث کے موجود تھی اُن کو اب کوئی ادنا آدمی اور متوسط بھی قبول
نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ یہ سب علامات ہر کہ ومہ کو مشاہد اور معائنہ
ہورہی ہیں پھر مسیح کیونکر مبعوث نہ ہوتا - اور حدیث میں جو تعجب
اور استعظام مذکور ہے - وہ حضار کی نسبت نہیں فرمایا گیا بلکہ وہ
تعجب تو زمانہ مسیح کے وقت کے جو مسلمان ہیں اُن کی نسبت فرمایا
گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ امر کب

جواب صہ ۱۲

مرکوز تھا کہ میرے ہی وقت میں یا صحابہ کے وقت میں عیسی بن مریم نزول فرماویں گے پس یہ تعجب فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا بلحاظ آپ جیسی صاحبوں کے ہے جو نہایت استعظام کے ساتھ واقع ہو رہا ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے قسم کھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لیوشکن فرما کر مسیح موعود کے وقت کے حاضرین کا نزدد دفع فرماتے رہے ہیں گو یا کہ حدیث میں ایک اشارہ لطیف اس پیشین گوئی کی طرف بھی ہے کہ آپ جیسے لوگ مسیح موعود کو نہایت تعجب اور استعظام کی نظر سے دیکھیں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی واقع ہو رہی ہے۔ جاننا چاہیے یہ معنی آیت کے جو میں لکھ چکا ہوں سیاق و سباق قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہوتے ہیں اور قواعد علوم عربیہ اور اصول فقہیہ بھی اسی کے مثبت ہیں اور تمام علوم آلیہ نحویہ معانی بھی اسی کے مؤید ہیں۔ اور دوسرے معنی جو ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہیں وہ بیان ایک وجہ کا ہے وجوہ آیت میں سے اور واقعی ہونا اس معنی کا مقتضی اس کا نہیں کہ مراد آیت سے وہی ہو واقعیت مضمون اور ہے اور مراد ہونا کلام سے اور وہ معنی یہ ہیں کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسی بن مریم کے ساتھ جب عند الموت منجلی ہوں گے ایمان لاوے گا۔ چوتھی وجہ بطلان مذہب مؤلف صاحب کی یہی آیت وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ہے کیونکہ اس آیت میں تو مسیح بن مریم کی موت کا ہی ذکر ہے نہ حیات کا یعنی مسیح بن مریم ابھی تک مرا بھی نہیں تھا جو تمام اہل کتاب اس کے مقتول بالصلیب ہونے میں شاک اور متردد تھے اور اپنے شاک اور متردد ہونے پر ان کو علم الیقین حاصل تھا اور جب کہ مسیح بن مریم کی موت سے پہلے بھی ان کے معتقدین کو اس مسئلہ میں شک و تردد

واقع تھا کما قال اللہ تعالے وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ تو پھر متاخرین کیونکر یقینی طور پر اس مسئلہ کو اعتقاد کر سکتے ہیں کہ ایسی بنا تو بنای فاسد علی الفاسد ہے پس اس سے مسئلہ کفارہ بھی باطل ہو گیا اور بطلان کفارہ پر کسر صلیب بھی قرار واقعی متفرع ہوا اور مسئلہ یہود یعنی ملعونیت مسیح بھی باطل ہوئی اور حضرت عیسی کا نبی ہونا اور مرفوع الدرجات ہونا ثابت رہا پس کون سے معنی صحیح اس آیت کے ایسی ہو سکتے ہیں جو مستلزم ہوں رفع جسمی کو ۔

پنجم

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالی کا ہے یہ مسیح بن مریم سے کہ میں تجھکو یہود کے ہاتھہ سے بچاؤں گا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ تو پھر تعجب ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے ایک سے الفاظ مترادفہ ہیں تسکین بخشی فرمائی گما ہو مر تفصیلہ سابقا تو معہذا حضرت عیسی کے بچاؤ کی تو یہ تدبیر کی جاوے کہ حضرت عیسی کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی جاوے اور جس مکان میں حضرت عیسی محصور ہوں اس کی چھت میں ایک کھڑکی چھت کو شق فرما کر پیدا کر دی جاوے اور اس کھڑکی میں سے چوتھے آسمان پر پہونچا دیا جاوے اور دو ہزار برس یا زیادہ تر اس سے چوتھے آسمان پر ان کو ایسی فراغت دی جاوے کہ تبلیغ جملہ امور نبوۃ سے ان کو ایک بڑی پنشن عطا کی جاوے اور اس سب کے علاوہ کچھہ صفات الوہیت بھی ان کو مرحمت کیئے جاویں کہ نہ ان کو بھوک اور پیاس لگتی ہو نہ نیند اور اونگھہ ان پر عارض ہووے اور نہ کوئی مرض اور درد ان کو لاحق ہووے حتی کہ کسی طرح کا تغیر ان کے جسم میں نہ آوے شباب کی حالت شیب سے متغیر نہ ہو کوئی بال بھی سپید نہ ہو غرض کہ صفات الوہیت الآن کما کان ولا یحول ولا یزول یہ سب

پکھہ دی جاویں. مگر اُس حبیب رب العلمین خاتم النبین سید المرسلین صلے اللہ علیہ و سلم کے لئے صرف یہ تدبیر بچاؤ کی کی جاوے کہ تنہا ایک یار غار کے ساتھ سفر دشوار ہجرت کا کرایا جاوے جس میں اختفای غار ثور کے مصائب اور دیگر تکالیف شدیدہ سفر دراز بھی پہنچائی جاویں اور پھر جس مقام کو اُن کا مقر اور ماوی گردانا گیا اس میں بھی اُن کو آرام حاصل نہ ہو کہیں دندان مبارک اُن کا شہید کرایا جاوے کبھی سر مبارک میں زخم شدید پہنچے اور پھر ازدحام کفار کے جنگوں کا بقیہ عمر تک قائم و دائم رہے آیا یہی ثمرہ ایفار عہد خداوندی اور اثر اُن دعاؤں کا ہے جو رات دن ہر روزہ پانچ وقت تو بالضرور ہی مانگی جاتی تھیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وغیرہ وغیرہ ہاں مجھے یاد آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور عصمت میں اور حضرت کی محفوظی میں اس فرق کا کرنا ضروری تھا کہاں حضرت عیسی خدا کے اکلوتے بیٹے یا خود خدا اور کہاں حضرت محمد رسول اللہ عبدہ و رسولہ ؏ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا ۔ مگر ایک بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے لئے تو الفاظ نصرت اور تسکین کے بہ نسبت حضرت عیسی عم کے قرآن کریم میں بہت مبالغہ کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور حضرت عیسی کے لئے ویسا مبالغہ نہیں ہے قال اللہ تعالٰی اِلّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم وغیرہ وغیرہ پھر باوجود اس قدر مبالغہ نصرت اور تائید کے حضرت

عیسیٰ کے لئے تو یہ صفات الوہیت کا عطا اور آنحضرت صلعم کے لئے
ایسی صفات و عوارض عبودیت میں ابتلا تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ
یہ کیسا کاذب عکس القضیہ لغوی ہے عکس القضیہ منطقی میں تو بقاء
صدق اور کیف ضروری شرط ہے لیکن یہاں پر بجائے صدق
کے کذب ہے اور کیفیت میں ایسا اختلاف کہ بعد المشرقین یا
زمین و آسمان کا تفاوت اور آسمان بھی چوتھا آسمان*
چھٹی وجہ بطلان مذہب مؤلف صاحب کی اتصال رفع کا ہے ساتھ
کلمہ بل کے اور صلہ اُس کا الیہ یعنی الی اللہ واقع ہونا جس سے مراد
رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا اور حسب مزعوم مؤلف صاحب کے
یوں فرمانا چاہیے تھا کہ ما قتلوہ یقیناً بل فعلوا شبیھہ و رفع
اللہ عیسیٰ بجسدہ العنصری الی السماء واین ھذا من ذالک۔

قولہ ساتویں وجہ آیت وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ ہے
یعنی بالتحقیق نزول مسیح بن مریم اسباب علم قیامت سے ہے الی قولہ
نزول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان
مذہب مذکور کو

اقول روایت عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ اور مجاہد وغیرہ

---

* اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت مرزا صاحب قائل ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے تھے اگرچہ قتل نہیں ہوئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ما صلبوہ کیوں فرمایا تو جواب اس کا یہ ہے کہ حقیقی معنے صلب کے سولی سے قتل کرنے کے ہیں نہ فقط سولی پر چڑھانے کے لسان العرب میں لکھا ہے والصلب ھذہ القتلۃ المعروفۃ مشتق من ذلک لان ودکہ وصدیدہ یسیل وقد صلبہ یصلبہ صلباً وصلّبہ شدد للتکثیر وفی التنزیل العزیز وما قتلوہ وما صلبوہ وفیہ ولاصلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل والصلیب المصلوب۔۔ منہ

میں لفظ خروج موجود ہے اگر آسمان سے نزول حضرت عیسی کا بجسدہ
العنصری ہوتا تو لفظ خروج کا کیونکر استعمال کیا جاتا پس لفظ خروج دال
ہے اس پر کہ آسمان سے حضرت عیسی کا نزول بجسدہ العنصری تو نہیں
ہے اور جب کہ رفع جسمی ہی ثابت نہ ہوا تو پھر نزول جسمی کیسا پھر
اگر فرض بھی کیا جاوے کہ ضمیر انہ لعلم للساعۃ کی حضرت عیسی کی
طرف راجع ہے تو اس کے معنی وہی ہیں جو آپ کے نزدیک منظور
فیہ ہیں۔ یعنی ان المراد من ذلک ما یبعث بہ عیسی علیہ الصلوۃ
و السلام من احیاء الموتی (یعنی احیاءً برزخیاً او مثالیاً)
و ابراء الاکمہ والابرص و غیر ذلک من الاسقام یا وہ معنی
ہیں جو قتادہ نے حسن بصری اور سعید بن جبیر سے روایت کئے ہیں
ان الضمیر فی و انہ عائد علی القرآن اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے
کہ ضمیر انہ کی طرف نزول عیسی کے راجع ہے حالانکہ نزول عیسی سیاق
میں کسی جگہ پر موجود نہیں تو ہم کہیں گے کہ مراد نزول سے اسی بروزی
طور پہ نزول ہے جو محققین صوفیا کو مسلم ہے اور ان کے مسلمات
سے ہی کہا ہے۔ اور عالم روحانی میں مسئلہ بروز اسی طرح پر جاری
ہے جیساکہ عالم جسمانی میں آئینہ وغیرہ میں عکوس اشیاء پڑتے ہیں
اور عکس پر وہی نام بولا جاتا ہے جو صاحب عکس کا نام ہوتا ہے
اور حدیث اماکم منکم بھی اسی بروز پہ دلالت کرتی ہے
کیونکہ بجائے مضمر کے جو مظہر بولا گیا اس کی یہی وجہ ہے کہ
آنحضرت صلعم کو اس تغییر عبارت سے یہ منظور تھا کہ وہ مسیح موعود
تم میں سے ایک امام ہوگا نہ وہ عیسی نبی اسرائیلی کہ وہ تو فوت
ہوچکا ہے اور ابو ہریرہ کی روایت میں جو وارد ہے کہ تکون
تلک الاربعون اربع سنین یہ بھی مخالف ہے دوسری روایات
کے جن میں ان اربعین کو اربع سنین نہیں فرمایا گیا اس کی توجیہ
وجیہ بھی مؤلف پہ بیان کرنی ضروری ہے کیونکہ دلیل کا بہمہ وجوہ

کامل ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ مستلزم مدلول کو ہو ورنہ جو دلیل بسبب وجود ایسے اختلافات کے مشکوک المقدمات ہو جائے تو اُس سے مدعا قطعی طور پر کیونکر ثابت ہو سکتا ہے مؤلف صاحب کے مسلمات سے ہے کہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا دیکھو صفحہ ۵۴ سطر ۱۲ پھر ایسی مشکوک روایتوں سے مدعا یقینا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور چونکہ ابوھریرہ مجاھد ابوعالیہ ابو مالک عکرمہ حسن قتادہ ضحاک وغیرہم کے وقت میں نزول مسیح موعود کی پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا تھا لہذا اُن کے لیے کچھ ضروری نہیں تھا کہ پیشین گوئی کی تفاصیل اور جزئیات کا پورا علم اُن کو دیا جاتا بلکہ انھوں نے تو مجملا نزول مسیح کی پیشین گوئی کو بسبب اخبار مخبر صادق کے تسلیم کرلیا اور اگر بعض نے اپنے خیال کے بموجب نزول مسیح کو بجسدہ العنصری سمجھا ہو تو اُس کا فہم حجت شرعی بمقابلہ نصوص مخالفہ اُس کے فہم کے نہیں ہو سکتا پھر آپ حسن ہی کی روایت سے یہ بیان کرتے ہیں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسی اور حسن ہی کی روایت میں یوں لکھا ہے عن الحسن البصریؒ و سعید بن جبیر ان الضمیر فی انه عائد علی القرآن پھر روایات متعارضہ اور اقوال رکیکہ کو محل استدلال ایسے مسائل میں پیش کرنا باوجودیکہ وہ روایات اور اقوال مخالف نصوص قرآنیہ کے ہوں آپ ہی کا کام ہے مصرعہ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۞ اور وہ کونسی نظر دقیق ہے جس سے معلوم ہو کہ ضمیر انه کی طرف حضرت عیسی کے پھیرنی (باعتبار زندہ کرنے اُن کے مردوں کو باحیاء برزخی و مثالی کے) غیر صحیح ہے بینوا توجروا اور آپ جو فرماتے ہیں کہ اب بہ خوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں جو انه کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے انہی حضرت اقدس نے صرف اسی وجہ پر کہ

قصر کیا ہے ہاں جیساکہ آپ نے بھی حسن بصری اور سعید بن جبیر سے ایک روایت نقل کی کہ ان الضمیر فی انه عائد علی القرآن اسی طرح پر حضرت اقدس نے بھی آیت ذو الوجوہ کی ایک وجہ بیان فرمادی ہے اور آپ کے تومسلمات سے ہے کہ لا یکون الرجل فقیہا کل الفقه حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ تعجب ہے کہ حضرت اقدس ؑ پر آپ جو اعتراض کرتے ہیں وہ آپ ہی پر لوٹ کر آجاتا ہے و لنعم ما قیل شعر

حمله برخود می کنی ای ساده مرد	همچو آن شیری که برخود حمله کرد

اور پھر یہ گذارش ہے کہ ۲ انه لعلم للساعة کی ضمیر کو جو آپ نزول مسیح کی طرف عاید کرتے ہیں تو اُن کے استدلال کے بموجب چاہئے کہ جس قدر ضمائر منه اور ام هو اور ان هو اور انعمنا علیه و جعلناه وغیرہ ہیں وہ سب نزول مسیح ہی کی طرف عائد ہوں تاکہ انتشار ضمائر لازم نہ آوے۔ اور قرآن مجید کی تحریف بھی بخوبی ہو جاوے جو آپ کا فرض منصب اور ڈیوٹی ہے۔

آٹھویں وجہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا کہ دجال نصاریٰ میں سے ہوگا نہ یہود میں سے حدیث یکسر الصلیب اور یبعث الله یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون اور لا یبقی شیء من الارض الا وطئه وظهر علیه الا مکة و المدینة الحدیث اور فیقتل مسیح الضلالة وغیرہ وغیرہ جو مؤلف صاحب کے مسلمات سے ہیں دلیل ہیں نصاریٰ کے دجال ہونے کی یا دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے کی کما بینا سابقا اور جن روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا وہ ماول ہیں بنا ءیلات صحیحہ دوسری مراد کے ساتھ کیونکہ وہ روایات مخالف ہیں نصوص قطعیہ قرآنیہ کے کما قال تعالیٰ

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وغیرہ من الآیت کما مر سابقا اور نیز آنحضرت صلعم نے مسیح بن
مریم کا ہلاک کرنا اس دجال کو جو فرمایا ہے وہ حجت و برہان سے
ہے نہ تیغ و سنان سے یضع الحرب وغیرہ کو یاد کرو اور نزول
بطور بروز کے ہے کما قال اماکم منکم پس بمقتضای آیت
مذکورہ کے ہم کو ایمان بما جاء به الرسول واجب ہے اور انکار اُس
کا منجر بکفر ہے اور جو روایات کہ اس کی معارض ہیں وہ یا تو ماول
ہیں اور یا ساقط الاعتبار ہیں بسبب معارض ہوئے نصوص قطعیہ
قرآنیہ کے اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول جسمی
کا رد قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا
تو بعد اس کے مومن بما جاء به الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ
ہونا دیگر روایات اناجیلی و اسرائیلی کی طرف جو کتب تفاسیر وغیرہ
میں لکھی ہیں ہرگز نہ چاہیئے یا اُن اقوال و خیالات بعض علماء کی طرف
خواہ متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے التفات کرنا ہرگز جائز نہیں
جو بعض کتب اشراط الساعہ میں وہ پائی جاتی ہیں سو باعث
دھوکا کھانے کے یہود اور نصاری کے ہیں اور بعد شیوع اسلام
کے جو بعض یہود یا نصاری داخل اسلام ہوئے ہیں اور اکثر اپنے
خیالات کو اپنے ساتھ لائے ہیں اور بسبب خلط ملط اہل اسلام
کے وہ خیالات اہل اسلام میں بھی شائع ذائع ہو گئے اُنکی طرف التفات
کرنا بھی جائز نہیں اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے مشہور
ہونا اُن کا بھی عوام و خواص میں قابل اعتبار نہیں کیونکہ وہ سب ایسی
روایات یا اقوال ہیں جو مشکوک در مشکوک ہیں اور یہ قاعدہ مسلمہ
ہے کہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور نہ شک یقین
کا مقابلہ کر سکتا ہے واقعہ قتل اور صلیب مسیح جو بعض روایات اسرائیلی
میں مذکور ہے اور بڑی بڑی تفسیروں میں مثل معالم التنزیل وغیرہ کے بھی نقل

کیا گیا ہے اور ایسا ہی افترا یہود کا کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ آہ کہتے تھے
اُنکی تکذیب نص وَ مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ اور مَا
قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے ہو چکی ہے جیسا کہ مسیح
بن مریم نے خود برنبا کو فرمایا تھا کہ ای برنبا چونکہ حواری اور والدہ ہماری
دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے نہ اُن معنی سے جو کسی
کے لائق نہیں خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو
تو دنیا میں مجھے بدنام کرنا چاہا لیکن یہ غلطی تا وقت تشریف آوری
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کی ہوگی جب وہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے
انجیل برنبا ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ
لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسیں گے اور جب محمدؐ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا
دیں گے مطابق اس پیشین گوئی مسیح کے قرآن کریم نے برائت
مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے کہ موجب ملعونیت ہی بیان
فرمائی اور اس کا ضد یعنی مرفوع الدرجات ہونا ثابت کیا نہ رفع
علی السماء کیونکہ رفع علی السماء میں کوئی نزاع ہی نہ تھا جھگڑا تو صرف
ملعون ہونے یا مرفوع الدرجات ہونے میں ہی تھا اسی واسطے
رفع الی اللہ فرمایا گیا نہ رفع علی السماء افسوس ہے اُن لوگوں کی
عقلوں پر جو رفع الی اللہ اور رفع علی السماء کو مترادف جانتے ہیں
کیا اُن کے نزدیک اللہ اور سما ایک چیز ہیں ٭

٭ اور میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا مؤلف صاحب کا خدا دوسرے آسمان پر ہے
کیونکہ یہ امر تو مؤلف صاحب کو مسلم ہوگا کہ مسیح دوسرے آسمان پر ہی ہے
مگر اس سے لازم آتا ہے کہ دیگر انبیاء جو تیسرے یا چوتھے یا پانچویں
آسمان پر ہیں وہ خدا سے بھی اوپر ہوں و نعوذ باللہ منہ۔ منہ

الغرض کتب سابقہ میں جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ سے ہو گئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اس کی نقل بطریق استشہاد لامن حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیساکہ حدیث بخاری بلغوا عنی و لو اٰیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج اُس محمل کی یہی صورت ہے اور فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بھی اسی کا مؤید ہے جیساکہ یوحنا کو بروزی ایلیا مانا گیا اور ہم اُس کو استشہاد میں پیش کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید مسئلہ بروز کا مصدق ہے اور جس کی تصدیق اور تکذیب دونو سے قرآن کریم ساکت ہو اُس کے بارہ میں مطابق حدیث شریف لاتصدقوھم ولا تکذبوھم کے نہ تصدیق اُس کی بطور قطع اور یقین کے کرے اور نہ تکذیب۔ تفسیر ابن کثیر بنا رعلیہ جس مقام میں روایات انجیلی نص قرآن مجید یا احادیث صحیحہ کے اگر مخالف ہوں تو نقل انکی جائز نہیں جیساکہ رسولوں کے اعمال پہلا باب ۹ ورس اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُن کی نظر سے چھپا لیا ۱۰ اور اُس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس کھڑے تھے ۱۱ اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمھارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ کیونکہ یہ ورس مخالف ہیں نصوص قرآنیہ کے کما قال اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ایضًا قال یَسْــٴَـلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ اس آیت میں تو اسلئے

۱۰ / ۱۰۰ [marginal handwritten note]

نے فقط اتنی ہی درخواست پر کہ ایک کتاب لکھی ہوئی آسمان پر سے اُتاری جاوے اہل کتاب کو زجر و توبیخ فرمایا چہ جائے کہ آسمان پر چڑھ کر دو ہزار برس یا زیادہ مدت تک بغیر تبدل اور تغیر جسمی کے وہاں پر سکونت کرنا اور پھر دو ہزار یا زیادہ برس کے بعد آسمان پر سے بجسدہ العنصری اُترنا کہ یہ امر تو سراسر نصوص قرآنیہ کے مخالف ہے ہاں البتہ اگر یہ واقعہ حواریوں کا کشف قرار دیا جاوے تو اُس سے کوئی مخالفت ادلہ شرعیہ کے لازم نہیں آتی اور اناجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاملہ حواریوں کا کشفی ہے کیونکہ اسی باب کے ورس ۳ سے ثابت ہے کہ یہ قصہ مرنے کے بعد کا ہے ۳ اُن پر اُس نے اپنے مرنے کے پیچھے آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک اُنھیں نظر آتا رہا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا۔ اس ورس سے ظاہر ہے کہ یہ معاملہ کشفی ہے کیونکہ مرنے کے بعد جو موتی کسی کو نظر آویں تو بجز کشف و رویا کے اُس کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے اور پھر یہ فقرہ کہ آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ قصہ عالم کشف کا ہے کیونکہ اگر عالم شہادت میں کوئی شخص زندہ بجسدہ العنصری موجود ہو تو اُس کو اپنی زندگی عالم شہادت کی ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر اس ثبوت کے لیے قوی دلائل کے پیش کرنے کی کیا حاجت ہے کیا کوئی عاقل ایسا بیہودہ کام کرسکتا ہے کہ اپنے مریدوں پر اپنی زندگی کا ثبوت قوی دلائل سے پیش کرتا رہے اور پھر یہ فقرہ کہ ۴۰ دن تک اُنھیں نظر آتا رہا صریح اس قصہ کے کشفی ہونے کو ثابت کرتا ہے کیونکہ اگر یہ معاملہ عالم شہادت کا ہوتا تو نظر آنے کے کیا معنے یوں کہنا چاہیے تھا کہ چالیس دن تک وہ ہمارے پاس موجود رہا اور اناجیل کے دوسرے مقاموں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے

کہ یہ قصہ حواریوں کا کشف روحانی ہے نہ مشاہدہ جسمانی اور جب کہ خود اناجیل سے بھی ثابت ہو گیا کہ یہ رفع رفع جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہی ہے تو اس کا نتیجہ یہی حاصل ہوا کہ مسیح کا نزول بھی بجسد العنصری نہیں ہوگا بلکہ روحانی نزول ہے جس کو مسئلہ بروز کہتے ہیں کیونکہ ورس ۱۱ میں یہ فقرہ موجود ہے (یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا) **وھو المطلوب** پھر کہاں مسیح کا بروزی طور پر پھر آنا اور کہاں آیت **وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ** مؤلف صاحب کے مدعا اور اُس کے استدلال کا وہی حال ہے جیسا کسی نے کہا ہے **شعر**

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا	چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا

قولہ افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے الی آخر الجواب صہ ۵ تک۔

اس جگہ پر مؤلف صاحب نے بڑے ہاتھ پیر مارے ہیں لیکن کیا ممکن کہ ہمارے استدلال پر کوئی جرح اُن کی واقع ہو سکتی بلکہ وجہ ربعہ میں ہمارے معنی کو مجبور ہو کر تسلیم کر لیا ہے کما سیاتی بیان اس کا مجملاً یہ ہے کہ محاورہ **توفاہ اللہ** یا جو صیغ اس کی مانند ہوں یعنی توفی مسند ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور مفعول اُس کا ذی روح انسان واقع ہو تو معنی اُس کے سوا **قبض اللہ روحہ** کے اور کچھ نہیں آنے تمام قرآن مجید میں جس جگہ پر اس قسم کا محاورہ آیا ہے وہاں پر یہی معنے ہیں کہ **قبض اللہ روحہ** لاغیر اور **تمام احادیث** میں جس جگہ پر ان الفاظ کا استعمال اس محاورہ اور نہج کذائی سے وارد ہوا ہے وہاں پر بھی یہی معنے ہیں۔ **تمام صحابہ** کرام کے محاورات میں اس قسم کے جملہ کے یہی معنے ہیں کہ **قبض اللہ روحہ** **تمام لغات** کی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں کہ توفاہ اللہ ای

قبض اللہ روحہ دیکھو **لسان العرب** **تاج العروس** **صراح**
قاموس منتہی الارب صحاح جوہری مختار الصحاح اور قطر المحیط و غیرہ کو اگر
مؤلف صاحب **قرآن مجید** میں سے ایک آیت بھی سوا آیت متنازعہ
* فیہا کے بطور نظیر کے ایسی پیش کر دیویں جس میں کسی **مفسر** نے
اس قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض اللہ روحہ کے لئے ہوں
جس طرح پر کہ ہم (۲۳) آیتیں قبض روح کے معنے میں پیش کرتے
ہیں یا کوئی ایسی ہی **حدیث** پیش کر دیویں یا کسی **صحابی** کے بول چال
میں کوئی ایک ایسا قول بھی کتب آثار میں سے نکال دیویں کہ اُس نے یہ
محاورہ بول کر سوا قبض روح کے کوئی اور معنی مراد لئے ہوں یا کتب
لغات معتبرہ عرب میں سے کسی ایک کتاب سے بھی اس قسم کے
محاورہ کے معنے سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں تو حضرت اقدس
مرزا صاحب **ایک ہزار روپیہ** دینے کو طیار ہیں جسکا **اشتہار**
مدت ہوئی کہ ازالہ میں مشتہر فرما چکے ہیں ناظرین پر واضح ہو کہ اس
مقام پر مؤلف صاحب ایسے گرے ہیں کہ معنی مراد ہمارے وجہ
رابع میں مؤلف صاحب نے بہ خوبی تسلیم کر لئے ہیں **شعر**

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ❊ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

چنانچہ ۵۳ میں عبارت آپ کی بلفظہ یہ ہے ۔ توفی نے جس کے
ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جاوے گا وہ کیا چیز ہے روح ہوگی یا غیر
روح اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک
تو اس کا پکڑنا مع الامساک ہے یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا اور

* آیت متنازعہ فیہا کو جو بعض مخالف پیش کر کر روایات رکیکہ اور اقوال
ضعیفہ مفسرین کے پیش کرتے ہیں وہ بیچارے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو
مصادرہ علی المطلوب ہوا جاتا ہے جس سے مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا
اگر وہی مدعا اور وہی دلیل تو مدعا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے دیکھو کتب مناظرہ کو ۔ منہ

کا نام توموت ہے موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے
علاوہ اعتبار کئے گئے ایک روح دوسرا امساک دوسرا قسم توفی کا نیند
ہے جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے الحاصل
موت اور نیند دو تو فرد ہوے توفی کی تفسیر کبیر ابن کثیر شرح کرمانی
صحیح بخاری اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع
الروح ہوگا جیساکہ انی متوفیک (اقول فیہ نظر جسم مع الروح
کے قبض کرنے سے کیا مراد ہے اگر وہی قبض روح تو فہو المطلوب
اور اگر قبض روح کے ساتھ جسم کو بھی آسمان پر اٹھا لینا تو اس کا ثبوت
کتب لغات سے یا دیگر نظائر قرآنیہ یا غیر قرآنیہ احادیث و اقوال
عرب عربا سے ضرور دینا چاہئے یہاں پر جو ایک قسم کا دجل
کرکر قاموس کا حوالہ دیا گیا سو قاموس میں یہ ہرگز نہیں لکھا)

یا اور چیز ہوگا جیساکہ توفیت مالی - قاموس - بیان اس امر کا جو
مذکور ہو چکا ہے یعنی توفی کا معنی فقط کسی شئے کا پورا لے لینا
ہے عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور برتقدیر روح
ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک نفس سے بھی ثابت ہے
یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف
اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالی ارواح کو بعد
القبض کبھی تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے ؟ اللہ یتوفی
الانفس حین موتہا و التی لم تمت فی منامہا الخ اللہ تعالی قبض
فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ
موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیہ میں تو استعمال
لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط + قبض ارواح مدلول

+ فیہ نظر کیونکہ توفی میں قبض مقید بروح ضروری ہے ہاں یہاں پر بقاعدہ تجرید کے جو کلام
عرب میں اکثر ملحوظ ہوا کرتا ہے فرمایا گیا ہے کہ یتوفی الانفس ورنہ تمام دوسرے

ہے لفظ انفس کا اور آیت وھو الذی یتوفاکم باللیل الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت و الذین یتوفون منکم آہ وغیرہ آیات میں مدلول اُس کا موت ہے جو منجملہ افراد اُسی توفی کے ہے انتہی بلفظہ۔ خلاصہ اس جملہ عبارت مؤلف صاحب کا یہ ہے کہ اگر توفی متعلق کسی شے غیر ذی روح سے ہو تو اُس کے پورا بھر لینے کے لئے بھی توفی بول سکتے ہیں جیسا کہ توفیت مالی اور اگر ذی روح سے متعلق ہو تو توفی یا بمعنی موت کے مستعمل ہوگی یا بمعنی نیند کے لیکن آیت متوفیک اور فلما توفیتنی میں نیند کے معنے ہو نہیں سکتے اور نہ مؤلف صاحب نے اس جگہ پر ان دونو آیتوں میں نیند کے معنے لئے ہیں جو اثر میں نظر کی جاتی تو بہر حال ان دو نو آیتوں میں موت کے معنے ہی متعین رہے کیونکہ آیت ذیل بل رفعہ اللہ کو ہم بدلائل یقینیہ ثابت کر چکے ہیں کہ اُس میں رفع روحانی مراد ہے نہ رفع جسمانی اور مؤلف صاحب نے صرف اسی آیت کو صارف عن المعنی الموت قرار دیا تھا تو حسب اقرار مؤلف صاحب کے بھی توفی یہاں پر بمعنے موت ہی کے متعین رہے۔ اگر کوئی مخالف سوار مؤلف صاحب کے جو مدعا اور دلیل میں تمیز نہیں کر سکتا ہو وہ بطور مصادرہ علی المطلوب کے ان دونو آیتوں میں معنی توفی کے قبض روح جو یہاں پر بمعنی موت کے متعین ہے تسلیم نہ کرے تو اُس کو لازم ہے کہ قرآن مجید میں سے کسی ایک ہی ایسی آیت کو پیش کرے جس میں معنے توفی کے قبض روح کے نہویں یا اسی طرح پر کوئی ایسا محاورہ کتب لغات وغیرہ سے ثابت کرے جس میں توفاہ اللہ کے معنی قبض اللہ روحہ کے نہ ہوں اور معہ جسم آسمان پر اُٹھا لینے کے معنے ہوں اور توفیت مالی جس میں پورا بھر لینے کے معنے ہیں یہ محاورہ دوسرا ہے چنانچہ خود مؤلف صاحب کی عبارت

سے ثابت ہو چکا اور پھر اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ آیت متنا زعہ فیہا میں توفی کے معنے پورا قبض کر لینے کے ہیں تو اس معنی سے جسم کا رفع آسمان پر کیونکر لازم آیا کیونکہ اس جگہ پر پورا قبض کر لینا باعتبار نوم کے کہا جا سکتا ہے کیونکہ موت میں تو قبض تام ہوتا ہے اور نوم میں قبض ناقص جس کا مؤلف صاحب کو بھی اقرار ہے کہ موت میں قبض روح مع الامساک ہوا کرتا ہے اور نوم میں قبض روح بغیر امساک کے۔ اب میں حسب قواعد مناظرہ و ترجیح ادلہ مندرجہ کتب اصول کے مؤلف صاحب کے اقوال کا رد و جواب تفصیلاً لکھتا ہوں بطور قال اقول کے۔

قال ناظرین ازالہ اور **ایام الصلح** سے معلوم کر سکتے ہیں الی قولہ پھر اُس سے منحرف نہیں ہوئے۔

اقول قصہ صعود ایلیا جو فیصلہ کیا ہوا خود حضرت عیسی علیہ السلام کا ہے اور کتاب اللہ مسئلہ بروز کی مثبت ہے اور محققین علماء اسلام اور اکابر صوفیاء کرام اُس کے مصدق ہیں مگر پھر ایسے مسئلہ مندرجہ کتاب سلاطین کو بطور استشہاد کے کیونکر بیان نہ کیا جاوے اور آپ کے تو مسلمات سے ہے کہ جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اُس کی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیسا کہ حدیث بخاری بلغوا عنی و لو اٰیۃ و حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج آہ محمل کی یہی صورت ہے۔ آگے رہا صعود ایلیا جو سلاطین میں لکھا ہے سو وہاں پر خود قرائن قویہ موجود ہیں کہ صعود جسمانی نہیں تھا بلکہ وہی رفع روحانی تھا علاوہ ازیں قرآن کریم رفع جسمانی کا مکذب ہے کما مر بیانہ پھر ایسے مسئلہ سلاطین کو کیونکر قبول کیا جاوے جو خود یہ قضیہ آپ کے بھی مسلمات سے ہے کہ الغرض کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ سے ہوگئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں

انتہیٰ بلفظہ۔

قال یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر الی قولہ منحرف نہیں ہوسے۔

اقول لعنۃ اللّٰہِ علی الکٰذبین مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے کا تو ہم رد ہی کررہے ہیں ہمارے تمام رسائل میں اس کا رد موجود ہے اگر اناجیل کی ظاہر عبارت سے مقتول* بالصلیب ہونا مسیح کا ثابت ہوتا ہے تو ہم اس کو مردود سمجھتے ہیں ہاں صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر قتل بالصلیب سے محفوظ رہنا خود قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے دیکھو بحث حرف لاکن کی

---

* الصَلیب و الصَلَب الصدید الذی یسیل من المیت و الصلب مصدر صلبہ یصلبہ صلباً و اصلہ من الصلیب و ہو الودک

و فی حدیث علی انہ استفتی فی استعمال صلیب الموتیٰ فی الدلاءِ و السفن فابیٰ علیہم و بہ سمی المصلوب لما یسیل من ودکہ و الصلب ھذہ القتلۃ المعروفۃ مشتق من ذلک لان ودکہ وصدیدہ یسیل و قد صلبہ یصلبہ صلباً وصلبہ شدد للتکثیر و فی التنزیل العزیز وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وفیہ وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النخل ای علی جذوع النخل والصلیب المصلوب

لسان العرب

صلبت القاتل من باب ضرب صلباً فھو مصلوب

مجمع البحرین و مطلع النیرین۔ منہ

جو واسطے دفع کرنے وہم ناشی عن الکلام السابق کے آتا ہے کمامر بیانہ مفصلا آگے رہا رفع جسمانی مسیح کا سو خود اناجیل میں قرائن قویہ موجود ہیں اس امر پر کہ رفع مسیح کا روحانی تھا نہ جسمانی کمامر آنفا پھر قرآن مجید اس رفع جسمانی کو رد فرما رہا ہے کمامر مراراً۔ معہذا پھر ہم رفع جسمانی سے کیونکر منحرف نہ ہوں۔

قولہ یا توفی کے معنے موت لینے میں۔ الخ

اقول جب کہ قرآن مجید کی ۲۳ آیتوں سے اور تمام محاورات رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور تمام کتب لغات سے ثابت ہوچکا اور خود آپ نے بھی تسلیم کرلیا کہ توفی بمعنی قبض روح ہی کے ہے موت میں قبض تام ہوتا ہے اور نوم میں قبض ناقص اور مانحن فیہ میں نوم مراد ہو نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر حضرت عیسی کی توفی بطور انامت کے واقع ہوئی ہوتی تو ضرور تھا کہ پہر دو پہر میں حد درجہ ایک دو دن میں جاگ اُٹھتے یا اللہ تعالیٰ ہی بعد متوفیک کے خبر دیدیتا کہ ثم ضارب علی اذنیک علی السماء الاف سنۃ اور آپ خود بھی مقر ہیں کہ آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا میں دو ہی صورتیں مذکور ہیں لا ثالث لہما اور آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ میں اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں بھی معنی موت کا مطابق نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیساکہ توفی اللہ زیدا توفی اللہ بکرا و عمرو و غیرہ کے متعین ہے دیکھو ۵۳ و ۵۴ کو اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی نسبت ہم ثابت کرچکے ہیں کہ اُس میں رفع روحانی ہے نہ جسمانی اور مؤلف کے مسلمات سے ہے کہ تمام دارومدار اُس کے مذہب کا اس آیت پر ہے پس جب کہ آیت مؤلف کے مذہب کی نافی ہوئی چہ جائے کہ مثبت ہو پس بناء مذہب مؤلف ہی کی کل منہدم ہوگئی پھر مع ہذہ الدلائل القاطعہ وہ اثر افقہ الناس ابن عباس کا جو

صحیح بخاری میں مذکور ہے اور جس کی اسناد عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حسب ذیل لکھے ہیں ثم ان تعلیق ابن عباس هذا رواه ابن ابی حاتم عن ابیه حدثنا ابو صالح حدثنا معاویة عن علی بن ابی طلحة عن ابن عباس آه کیونکر قبول نہ کیا جاوے اور حضرت ابن عباس اعلم بالقرآن کو کس طرح پر مقتدا نہ بنایا جاوے اور اُن کا اتباع کیوں نہ کیا جاوے باقی جو روایات ضعیفہ و مرویات رکیکہ تفاسیر آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اور ایسا ہی قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنی میں مذکور ہیں اور ایسا ہی وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں اسرائیلی روایات لکھی گئی ہیں جب تک وہ روایات علی شرط البخاری نہ ہوں اور دیگر نصوص قطعیہ کے بھی مخالف نہ ہوں اور باہم بھی متعارض نہ ہوں تب تک کیونکر اُن کو قبول کیا جاوے اگر آپ ایسی روایات رکیکہ و متعارضہ کی ترجیح چاہتے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ جملہ اپنی مرویات کے رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کیجئے اور بعد اُس کے وجوہ ترجیح کو بیان کیجئے پھر ہمیں قبول کرنے سے کیا انکار ہے آپ کے اقرارات اور مسلمات سے ہے کہ تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھکر آج کل آپ اور ہم بغیر نقل جرح و تعدیل عن السلف نہیں کر سکتے ہم آپ سے اقرار کرتے ہیں کہ جب آپ یہ مرحلہ دشوار طے فرما چکیں گے تو تطبیق و توفیق بین المرویات کلہا ہمارا ذمہ ہے انشاء اللہ تعالے۔

قولہ یا اجماع امت مرحومہ۔ آہ

اقول یا پیشین گوئی کی حقیقت تفصیلی کا معلوم ہونا جب کہ خود حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ضروری نہیں پھر اُس پیشین گوئی کی حقیقت تفصیلی پر اجماع اُمت ہونا چہ معنی دارد العجب کل العجب کہ مؤلف صاحب خود بھی

معنی مجمع علیہ

مقرہیں و المرء یؤخذ باقرارہ کہ ان احادیث پیشین گوئیوں میں
اختلاف کمی بیشی کا بالضرور واقع ہے اور بعض حدیثوں میں کچھہ
بیان ہوا ہے اور بعض میں کچھہ اور دیکھو صفحہ ۵۴ من سطر ۱۶
پس جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو مکاشفات و رویا
میں احوال دجال اور مسیح موعود کبھی کم معلوم ہوے اور کبھی
زیادہ اور نیز تمثلات اُن کے مختلف طور پر مختلف اوقات میں منکشف
ہوے حتی کہ مسیح دجال خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوے متمثل
ہوا جس کی تاویل یہ ہوئی کہ سانحہ تخریب اسلام کے اس کا گرد پھرنا
ماول ہے جیسا کہ چور واسطے چوری کرنے کے کسی گھر کا طواف کیا
کرتا ہے تو اندریںصورت ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ اگر
اُمت ایسی پیشین گوئی کی حقیقت تفصیلی پر یا ظاہر الفاظ پر اجماع
کرے تو یہ اجماع کورانہ نہیں تو اور کیا ہے اور مؤلف بیان
کرے کہ مسیح کے رفع جسمانی پر کس وقت میں تمام مجتہدین امت
نے اجماع * کیا ہے اور تفاسیر میں اس مسئلہ حیات عیسیٰ میں
اس قدر اختلاف لکھا ہے کہ ؎ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر
کا مصداق ہے اور ہم نے تو رفع جسمانی مسیح کا رد ایسے دلائل قطعیہ
سے کر دیا ہے کہ اُس کا جواب آج تک کوئی مخالف دے ہی
نہیں سکا اگر رفع بجسدہ العنصری کسی بشر کے لیے آسمان پر جائز
ہوتا تو مخفی درمخفی حضرت عیسی کا رفع جسمی کیوں کیا جاتا تمام یہود کو

---

* بلکہ تمام صحابہ موجودین مدینہ طیبہ کا اجماع وقت وفات آنحضرت
صلے اللہ علیہ و سلم کے بعد افہام و تفہیم صدیق اکبر
کے اوپر وفات تمام مرسلین اور انبیاء سابقین خصوصاً حضرت عیسی
علیہ السلام کی وفات پر ہو گیا ہے دیکھو ہمارے رسائل القسطاس
المستقیم وغیرہ کو - مصنف

اُس کا مشاہدہ کرادیا جاتا تاکہ وہ ایمان لے آتے اگر حضرت عیسیٰ کے لئے یہ کار روائی رفع جسمانی کی مخفی کی گئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے وقت یہ معجزہ عظیم الشان کفار کو دکھایا جاتا تاکہ پھر کفار معراج کا انکار بھی نہ کرتے اور جوق جوق اسلام میں داخل ہو جاتے * اور پھر مؤلف صاحب فرماویں کہ کونسی ایسی حدیث صحیح یا ضعیف ہے ایسی ہی جس میں مذکور ہو کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے پس جب کہ سرے سے رفع جسمی ہی ندارد ہے تو پھر نزول بجسدہ العنصری من السماء کہاں سے ثابت ہوا ثبت العرش ثم انقش مثل مشہور ہے - افسوس کہ نام کے علماء اتنا بھی نہیں جانتے کہ محاورہ زبان عرب میں نزول سے مراد کسی مقام اور منزل میں ٹھیرنا ہوتا ہے دیکھو بخاری وغیرہ کتب احادیث کو باب **نزول** النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر منعقد کیا ہے - نزول کے معنی عرب میں کسی مقام پر ٹھہرنے اور اُترنے کے مسافرانہ طور پر اس قدر شائع اور ذائع ہوئے ہیں کہ زبان اردو میں بھی لفظ منزل کا اُسی جگہ کو بولتے ہیں جس جگہ لوگ ٹھیرا کرتے ہیں اور ہر ایک شخص خواندہ ناخواندہ باہم بھی گفتگو

---

* اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بجسدہ العنصری آسمان پر تشریف لے گئے تو اُس کا مشاہدہ نہ صدیق اکبر کو کرایا گیا نہ حضرت علی کو اور نہ کسی کافر ابو جہل وغیرہ کو اور کفار نے جو درخواست کی کہ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ اُس کے جواب میں بھی نہ فرمایا گیا کہ معراج شریف میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر چڑھا تو دیا تھا بلکہ اس کے عوض یہ جواب ارشاد ہوا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا مؤلف صاحب اس کا جواب کیا دیں گے - بلینوا توجروا --- منہ

کرتے ہیں کہ ہم فلاں مقام پر اُترے ہوے ہیں۔ اور جو حدیث ضعیف ہو وہ مقابلہ صحیح کا ہرگز نہیں کرسکتی پھر در صورت تعارض احادیث ضعاف کے صحاح کو چھوڑکر کیونکر ضعاف کو قبول کیا جاوے۔ اور صحاح کو ترک کیا جاوے آگے قدر مشترک احادیث نزول مسیح کا سوائے مصداق بالضرور حضرت اقدس ہیں اور قدر مشترک احادیث دجال کا مصداق بالضرور پادریان نصاری ہیں اور فلاسفران یورپ ہیں جیساکہ ہمارے رسائل میں ثبوت اس کا موجود ہے۔

قولہ اولاً تو یہ معروض ہے۔ آہ۔

اقول ہم اولاً آپ سے صرف اسقدر مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اپنے متمسک بہا مرویات کے کُل رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری * کردیجئے اور جو تعارض درمیان اُن کے اور درمیان ہمارے نصوص متمسک بہا کے واقع ہے اُس کی توجیہ تطبیق بیان کردیجئے پھر ہم کو اُن کے قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ اور علی بن ابی طلحہ کی نسبت جو جرح آپ نے تقریب وغیرہ سے نقل کی ہے ہم اُس میں ابھی کچھہ کلام نہیں کرتے آپ سے صرف اس قدر مطالبہ کرتے ہیں کہ جو معنی متوفی کے آپ تجویز کریں اور قرار دیویں اُن کو کسی سے صحابہ میں سے ایسی ہی اسناد کے ساتھہ جیسی کہ ہماری اسناد ہے تحریر فرماد یجئے ہم اُن معنی کو بالضرور قبول کرلیویں گے اور یہ ممیتک کے معنی ترک کردیویں گے

قولہ ثانیاً برتقدیر صحت کے۔ آہ۔

اقول مؤلف صاحب نے اس جگہ پر عجب طرح کا دجل کیا ہی باوجودیکہ معنے متوفیك کے ممیتك ابن عباس تک اسناداً

---

* توثیق و تعدیل علی شرط البخاری اس واسطے طلب کی جاتی ہے کہ ہم نے جو احادیث پیش کی ہیں وہ صحیح بخاری کی ہیں اور تعارض کے لئے تساوی شرط ہے۔ منہ

ازالہ ۱۶۸ ۱۶۸

ازالہ ۶۹۷ ۶۹۷

صحیح مان لئے اس خوف کے مارے کہ کوئی آپ کا حریف یہ نہ
کہے کہ صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے رواۃ پر بھی جرح
کرنے لگے لیکن معہذا آپ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ معنی منجملہ
مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال کے ہوں تاکہ
امتحان کریں کہ علمار عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں او
مؤلف صاحب نے نظیر اس کی یہ پیش کی ہے کہ جیساکہ قول ابن
عباس کا لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنہم ابوا الا الغسل
کہ امتحاناً مباحثات یومیہ سے ہے اور اُن کا مذہب نہیں ہے
بلکہ مذہب اُن کا غسل قدمین ہے - اے مؤلف صاحب الیس منکم
رجل رشید اگر معنے متوفیک کے ممیتک حضرت ابن عباس نے
بطور مباحثات یومیہ کے فرمائے تھے اور یہ معنے اُن کا مذہب
نہیں تھے تو پھر دوسرے کوئی معنے بھی تو آپ نے ابن عباس سے
نقل فرمائے ہوتے جو اُن کا مذہب ہوتا کسی کتاب سے یہی عبارت
نقل کردی ہوتی کہ قال ابن عباس لا اجد فی کتاب اللہ الا
موت عیسی لکنہم ابوا الا الحیات ہم تو یہاں تک آپ کو
اجازت دیتے ہیں کہ اگر آپ حضرت ابن عباس سے کوئی روایت
معنی ممیتک کے سوا نہیں لا سکتے تو کسی دوسرے صحابہ ہی سے
کوئی روایت لائے جس میں متوفیک کے معنے سوار ممیتک کے
کچھہ اور ہوں مگر آپ نے تو اپنی تمام کتاب میں متوفیک کی معنے
سوار ممیتک کے نہ ابن عباس سے نقل فرمائے اور نہ کسی اور سے
صحابہ میں سے اور نہ کسی کتاب لغت سے اور نہ محاورات عرب
سے اور مزید براں یہ کہ صـ۲۳ میں آپ نے تسلیم کرلیا کہ توفی کے
معنی قبض روح ہی کے ہیں اور سارا تار و پود اپنی کتاب کا اُدھیڑ
ڈالا تو پھر فرمائے کہ کیا یہی آپ کا ایمان و انصاف ہے کہ جن معنی
کے سوا نہ ابن عباس سے منقول ہے اور نہ کسی اور صحابہ سے او

معنی متوفیک ممیتک قال ابن عباس رض

نہ کسی کتاب لغت سے اُن معنی کو آپ اُن مباحثات * یومیہ سے
قرار دیتے ہیں جو واسطے امتحان علماء عصر کے پیش کیے جاتے ہیں
اور اپنا مذہب نہیں ہوتے با وجودیکہ تمام قرآن مجید میں وہی
معنے قبض روح کے ہیں تمام احادیث میں وہی معنی قبض روح
کے ہیں تمام کتب لغات میں محاورہ توفاہ الله کے معنے وہی
قبض الله روحہ ہیں مگر معہذا وہ معنی مذہب ابن عباس کا
نہیں ہیں ولنعم ماقیل حبك الشئ يعمی و يصم۔ اور احادیث
نزول سے جو آپ استدلال کرتے ہیں کہ جب ابن عباس نزول
مسیح کے قائل ہیں اور نزول مسیح کی اُن سے فلاں فلاں روایت
ہے تو بالضرور یہ معنی اُن کا مذہب نہ ہوگا اے مؤلف صاحب
یہ قیاس تو آپ کا رجماً بالغیب ہے اور وہی یہود کا سا خیال ہے
جس کی نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ
اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ اور یہ امر تو آپ کے بھی مسلمات سے ہے
کہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوسکتا دیکھئے نزول مسیح
کے ہم بھی قائل ہیں معہذا ہمارا مذہب بھی ہے کہ مُتَوَفِّيكَ
کے معنے مُمِيتُكَ ہیں اور عینی سے جو آپ نے حدیث
نقل کی ہے اُس میں مدت اقامت مسیح کی دنیا میں تسعۃ عشر ۱۹
لکھے ہیں لیکن سابق آپ مدت مکث عیسی موعود کی خمس و اربعین
وغیرہ تحریر فرما چکے ہیں دیکھو صفحہ ۳۹ سطر ۲۳ وغیرہ کو پھر اس

---

* مؤلف صاحب نے مسئلہ مباحثات یومیہ کا ایک ایسا ایجاد کیا ہے۔
جیسا کہ روافض نے مسئلہ تقیہ اختراع کیا ہے جب کوئی حجت
نقلی آئمہ سے اہل سنت والجماعت اُن پر پیش کرتے ہیں اُس
کا جواب روافض کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ آئمہ نے یہ مسئلہ
از روئے تقیہ کہا تھا۔ منہ

اختلاف مدت کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے ذرا توجہ فرما کر اس تعارض
کی بھی تو کچھ توفیق و تطبیق فرما دیجئے میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ
ناحق اس مناظرہ میں شامل ہو کر دقت میں پڑ گئے ہیں **شعر**

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار ۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

آپ کو تو مناسب یہ ہی تھا کہ ان جھگڑوں اور بکھیڑوں میں نہ پڑتے
اور آپ کے مریدوں کے لئے جو علوم قرآنی سے نا آشنا ہیں اتو
آپ کی گدی نشینی ہی کافی تھی اور اب آپ خوب جان گئے ہوں
گے کہ یہ راہ مناظرہ علمیہ بہت دشوار گذار ہے **شعر**

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ۔ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

قولہ اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جاوے۔ الخ

اقول یہاں پر مؤلف صاحب نے بعد از تامل بسیار تسلیم کر لیا
کہ مذہب ابن عباس کا یہی تھا کہ متوفیک بمعنی ممیتک ہے **شعر**

ہرچہ دانا کند کند ناداں	لیک بعد از تامل بسیار

مگر اب قرآن مجید میں اصلاح یوں فرماتے ہیں کہ اصل عبارت یوں
ہونی چاہیئے تھی یا عیسی انی رافعک الی ثم متوفیک مگر مؤلف
صاحب کو یہ خبر نہیں کہ مدعا اب بھی حاصل نہیں ہوا کیونکہ بعد رفع
کے بھی آسمان پر وفات حضرت عیسی کی ابھی تک نہیں ہوئی اور
نہ آسمان پر ان کی وفات ہو سکے کما قال اللہ تعالی فیہا تحیون
وفیہا تموتون ۔ اب ایک اور بڑی دشواری مؤلف صاحب پر یہ
پیش آئی کہ مضمون مطہرک من الذین کفروا ابھی
توفی کے قبل ہی ہے کیونکہ مؤلف صاحب کے مسلمات سے ہے
کہ بعد نزول قرآن مجید اور بعد تشریف آوری آنحضرت خاتم النبیین
کے حضرت عیسی کی تطہیر الزام یہود سے ہو چکی ہے دیکھو صفحہ ۱۵۵ سطر ۱۹
تو اندریں صورت مؤلف صاحب کو کلمہ متوفیک بعد مطہرک من الذین
کفروا کے رکھنا پڑے گا ہاں مجھے اور خوب یاد آیا کہ ابھی تک

مؤلف صاحب کا پیچھا مشکلات نے نہیں چھوڑا کیونکہ مؤلف صاحب
کے مسلمات سے یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم یا خلفا
راشدین رضی اللہ عنہم قوم یہود مخالفین حضرت عیسی علیہ السلام کو
سزا بھی دے چکے اور ان پر غالب اور فوق ہو چکے اور پیشین
گوئی وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ واقع ہو چکی دیکھو وہی صفحہ ۴۵ سطر ۲۳
اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے
تب لوگوں کو سزا دیں گے مطابق اس پیشین گوئی مسیح کے انتہی
موضع الحاجہ تو اندریں صورت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کا مضمون بھی متوفیك سے مقدم ہو گیا تو اب
مؤلف صاحب کے نزدیک نظم قرآنی یوں ہونی چاہیے کہ یا
عیسی انی رافعك الی و مطهرك من الذین كفروا
وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا و متوفیك
الی یوم القیمة پھر اب مؤلف صاحب بیان فرماویں کہ
متوفیك الی یوم القیمة کے کیا معنے ہوں گے اور اگر الی یوم
القیامہ کو بھی متوفیک سے آپ مقدم کریں گے تو اب آپ کے
نزدیک حضرت **عیسی** کی **وفات** بعد قائم ہوتے **قیامت** کے
ہوگی ایہا الناظرین کیا ایسا ہی **عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ**
ہوتا ہے جس میں اس قدر تحریفات قرآنی اور بے انتہا مفاسد
لازم آتے ہوں ولنعم ما قیل **شعر**

بر ہوا تاویل قرآں میکنی	پست و کج شد از تو معنی سنی

اے مؤلف صاحب قرآن مجید میں تو آپ اصلاح نہیں کر سکیں
گے قال اللہ تعالی قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ
عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ
كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اس آیت سے ثابت ہے کہ اصلاح

کا تو ذکر ہی کیا ہے مثل قرآن بھی تمام جن و انس نہیں بنا سکتے بعد ابطال
تقدیم و تاخیر آیت متعلق مانحن فیہ کے ہم کہتے ہیں کہ کل قرآن مجید کا
نظم جس ترتیب سے کہ واقع ہے اُس ہی میں تقدیم و تاخیر اپنے خیال
کے بموجب ممکن ہی نہیں اور قول تقدیم و تاخیر کا بغیر اُن فوائد کے
جو مقتضائے اعجاز بلاغت ہیں محض غلط ہے کما قال اللہ تعالٰے
وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ علم بلاغت کی
رو سے قول موصل وہی ہے جس میں کوئی تقدیم و تاخیر بغیر فوائد علم
بلاغت کے متصور نہ ہو اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم
نے بہ ضمن ایک طویل حدیث کے حجۃ الوداع میں کہ احتمال نسخ
بھی باقی نہیں ہے ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنی من
الصفا قرء إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ابدأ بما بدأ اللہ
بہ فبدأ بالصفا فرقی علیہ انتہی موضع الحاجۃ۔ **وعن**
جابر بن عبد اللہ فی صفۃ حج النبی صلی اللہ علیہ و سلم
ابدأوا بما بدأ اللہ بہ اخرجہ النسائی ھکذا بلفظ الامر و ھو عند
مسلم بلفظ الخبر بلوغ المرام اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے
صرف نظم قرآنی کی ترتیب سے ایک حکم حج کا استخراج فرمایا بلکہ
امت کے لئے ایک راہ اجتہاد کی نکال دی کہ ترتیب نظم قرآنی سے
بھی احکام شرعیہ استخراج ہو سکتے ہیں اور اُمت میں سے کسی مجتہد
کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ جس کلمہ کو چاہا اُس کو مقدم سمجھ لیا
اور جس کو چاہا اُس کو مؤخر کر لیا بلکہ خود آنحضرت صلعم مکلف ہیں اس
امر کے کہ ترتیب نظم قرآنی کے بموجب عمل در آمد فرماویں کما قال
علیہ السلام ابدأ بما بدأ اللہ ھکذا فی الفصل الاول
من المشکوٰۃ حجۃ الوداع اور آپ جو فرماتے ہیں کہ یہ تقدیم و تاخیر
درمنثور وغیرہ میں مروی ہے اس کی نسبت یہ گذارش ہے کہ اول
تو آپ ان مرویات کی اسناد اور اُس کے رجال کی توثیق مثل اُن

اثر ابن عباس کے جو صحیح بخاری میں مندرج ہے علی شرط البخاری ثابت کیجیے بعد اُس کے ہم سے اُس کا جواب لیجیے اور ہم نے تو توفیق و تطبیق بین النصوص ایسی کردی ہے کہ کوئی حاجت نہیں رہی جو تقدیم و تاخیر کا قول کیا جاوے جس سے طرح طرح کے مفاسد لازم آتے ہیں اور تفسیر عباسی سے جو مؤلف صاحب نقل فرماتے ہیں اُن کو خبر نہیں کہ تفسیر عباسی کی نسبت کبار آئمہ مفسرین کیا فرماتے ہیں **مجمع البحار** میں لکھا ہے کہ تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا ضم الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب۔ **اتقان** میں ہے و رایت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبد اللہ محمد بن احمد ابن الشاکر القطان انہ اخرج بسندہ من طریق ابن عبد الحکیم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الا شبیہ بماۃ حدیث اور **فوائد مجموعہ** میں لکھا ہے و من جملۃ التفاسیر التی لا یوثق بہا تفسیر ابن عباس فانہ مروی من طریق الکذابین کالکلبی و السدی و مقتل **محل مصفی** پس قرآن مجید کی ترتیب نظم میں تقدیم و تاخیر کو ایسی مرویات کذابین سے ہم تسلیم نہیں کر سکتے چہ جائیکہ تقدیم و تاخیر کے ماننے سے طرح طرح کے مفاسد لازم آتے ہوں جیساکہ ہم آیت متوفیك میں بیان کر چکے ہاں اگر کسی مقام پر آپ کسی ترتیب نظم قرآنی کو خلاف کسی دوسری نص خواہ خود کتاب اللہ یا سنت صحیحہ مرفوعہ سے ثابت کریں تب بعد اثبات کذائی کے ہم اُس میں نظر کریں گے کہ اس مقام کذائی پر اس تغیر اسلوب میں جو مخالف دوسری ترتیب منصوصہ کے ہے کون کون سے فوائد ہیں جن کی وجہ سے یہ تغیر اسلوب کیا گیا ہے۔ **ایہا الناظرین** یہاں پر **دو امر** ہیں اوّل تو یہ کہ اپنے خیالات کو مطابق اور موافق ترتیب نظم قرآنی کے کرنا دوّم نظم

قرآن کو اپنے خیالات کے ساتھ مطابق کرنا اول امر موجب ہدایت
ہے اور امر ثانی باعث ضلالت وگمراہی ہے تمام فرق باطلہ کی ضلالت
کا موجب امر دوم ہی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے تو بموجب حدیث
اصح الصحیح کے صرف ترتیب نظم قرآنی سے مسائل شرعیہ کا استخراج
فرمایا ہے پس ترتیب نظم قرآنی کو پس پشت ڈال دینا حصہ کثیرہ
مسائل اسلامیہ کا دروازہ بند کردینا ہے اور کلام الٰہی میں جس کی نسبت
و لقد وصلنا لهم القول لعلهم یتذکرون وارد ہے اصلاح
لگاتا ہے۔ **قولہ** قول باری تعالیٰ فقالوا ارنا الله جهرة میں بھی ابن
عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے۔ الخ **اقول** اول تو ہمارا یہی مطلب
ہے کہ اس قول ابن عباس کی اسناد ایسی بیان فرمائی جاوے جیسا کہ اسناد
اس قول ابن عباس کی ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے ثانیاً گذارش ہے
کہ اس آیت میں کوئی عقلی مقتضی بھی موجود نہیں جو تقدیم و تاخیر کا باعث ہو کیونکہ جہرۃ
از روئے لغت کے کچھ مخصوص قول ہی کے ساتھ نہیں ہے جو فقالوا
جهرة ارنا الله کا قول کیا جاوے کیونکہ لفظ جہر کا
از روئے لغت کے جو چیز کہ ظاہر اور عیاں ہو خواہ قول ہو یا
غیر قول مستعمل ہوتا ہے دیکھو قاموس وغیرہ کتب لغت کو بلکہ آیت
مذکورہ میں تقدیم و تاخیر کے ماننے سے ایک خوبی فوت ہوتی ہے
اور تکرار بے سود لازم آتا ہے کیونکہ استعمال قول کا اکثر اور متبادر
کلام جہری کے لئے ہی زبان عرب میں مستعمل ہے پس جب کہ معنی جہر
کے قول میں متبادر ہوئے تو جهرة کے قول سے متعلق کرنے میں
ایک قسم کا تکرار بے سود لازم آیا اور اللہ تعالیٰ کی رویت دو طرح پر
ہے ایک بصیرۃ قلب سے جو بذریعہ انبیاء علیہم السلام کے اس
کی ہستی کی رویت حاصل ہوا ہی جاتی ہے وہ رویت تو بعض قوم موسیٰ
کو بذریعہ حضرت موسیٰ کے حاصل ہی تھی جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں شعر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت   اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہہ کہ کرونگا میں یہ ضرور   ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اور دوسری رویت اللہ تعالی کی عیانا ہے جس کو یہ آنکھیں نہیں دیکھ
سکتیں اور اُسی رویت عیاناً کا قوم موسی نے سوال کیا تھا جس کی
وجہ سے وہ گستاخ قرار دی گئی اور گستاخی کی سزا اُن کو ملی جو کچھ
ملی پس ثابت ہوا کہ جهرة متعلق رویت کے ہی ہے یعنی أرنا
الله رویة جهرة یعنی عیاناً دیکھو کتب لغات کو پس اس آیت
میں تقدیم و تاخیر کے ماننے سے جو امر مطلوب البیان ہے وہ فوت ہوا
جاتا ہے اور خلاف بلاغت لازم آتا ہے۔

قولہ اور ابن حاتم نے قتادہ سے قولہ تعالی فَلَا
تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں تقدیم و تاخیر روایت کی ہے اھ۔

اقول اول مطالبہ تو وہی ہے کہ اس قول کی بنا
کسی صحابہ تک ویسی ہی ثابت کی جاوے جیسا کہ ہنا قول ابن عباس سند
صحیح بخاری کے ہم نے ثابت کی ہے ثانیاً یہ عرض ہے کہ اس آیت
میں بھی کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہے کیونکہ اگر فی الحیوة الدنیا کو اموال
و اولاد یا فلا تعجب کا ظرف قرار دیا جاوے تو کوئی لطف اور فائدہ
بلاغت کا حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایک زائد اور لغو کلام ہوا جاتا ہے
جیسا کہ کہا گیا ہے۔ **شعر**

چشمان تو زیر ابرو اند   دندان تو جملہ در دہان اند

بہ خلاف اس کے کہ فی الحیوة الدنیا کو جیسا کہ نظم کلام الہی میں مذکور
ہے ویسی ہی ظرف لیعذبہم کا ہی مانا جاوے تو ایک جدید معنی
لطیف حاصل ہوتے ہیں اور نیز یہی فلا تعجب کے لئے ایک علت
لطیف پیدا ہوتی ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالی
فرماتا ہے کہ اُن کے اموال و اولاد تجھکو عجب میں نہ ڈالیں اور خوش
نہ لگیں جو بظاہر نعمتیں معلوم ہوتی ہیں اور نعمتوں کی وہ قابلیت نہیں

رکھتے کیونکہ فی الحقیقت وہ اُن کے حق میں نعمتیں نہیں ہیں بلکہ اُن کے لئے وہ تمام اموال و اولاد حیات دنیا ہی میں موجب عذاب اور سبب نقمت الٰہی کے ہیں وجہ یہ کہ اُن کے تمام اموال تو اہل اسلام کے ہاتھوں سے غارت کئے جاویں گے اور اولاد اُن کی قید یا قتل کی جاوے گی جس کی وجہ سے اُن پر نہایت درجہ کا عذاب دنیا ہی میں واصل ہوگا۔ آگے رہا آخرت کا عذاب سو وہ تو ٹل ہی نہیں سکتا کیونکہ حال اُن کا یہ ہے کہ وہ تو مصداق ہیں وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ کے بس اس صورت میں نظم و ترتیب موجودہ کی رو سے ایک لطیف پیشین گوئی بھی حاصل ہوئی جو پورے طور پر واقع بھی ہوئی ہے لیکن درصورت قول تقدیم و تاخیر کے کلام الٰہی بالکل فصاحت اور بلاغت سے گرا جاتا ہے اور جو ایک پیشین گوئی لطیف کی طرف نظم موجودہ سے اشارہ حاصل ہوتا تھا وہ بھی فوت ہوا جاتا ہے و لنعم ما قیل شعر

آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند ۔ نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

قولہ اور مجاہد سے قولہ تعالیٰ انزل علیٰ عبدہ الکتٰب وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا میں الآیہ

اقول اول مطالبہ تو وہی ہے جو مذکور ہو چکا ثانیاً گذارش ہے کہ اس آیت میں بھی جو ترتیب نظم موجود ہے وہ مثل سلک جواہر کے مرتب اور منتظم ہے اور کوئی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے آیت میں تقدیم و تاخیر مانی جاوے وجہ یہ ہے کہ جب کہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات وہ ہے کہ اپنے بندہ پر بصفت انزال کتاب (جو جامع ہے تمام تجلیات شہودی کو) متجلی ہوا تو مخاطب کا ذہن بادی النظر میں علی الفور اس تجلی کی طرف گیا کہ شاید منزل علیہ الکلام میں صفت الوہیت آگئی ہو کما قیل۔

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است ۔ ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

لہٰذا ضرور ہوا کہ بفور ارشاد فرمایا جاوے کہ لم یجعل لہ عوجا کیونکہ جس

طرح پر وہ شبہ فوری پیدا ہوا تھا دفع بھی اُس کا فوری ہی کرنا چاہئے تھا تو بعد انزل علی عبدہ الکتاب کے حسب فوائد بلاغت کے لم یجعل لہ عوجا کا مقدم کرنا ضرور ہے اور چونکہ درجہ ترقی کا طبعاً بعد ہی کو ہوا کرتا ہے تو لم یجعل لہ عوجا کے بعد ترقی کی گئی کہ صرف یہی بات نہیں ہے کہ اس کتاب میں کسی طرح کی کجی نہ ہو بلکہ وہ ایسی کتاب ہے کہ تمام کجیوں کی دور کرنے والی ہے یعنی قیم اور مصلح ہے پس یہ مطلب ضروری البیان بجز اس عبارت کی اختصار کے ساتھ کسی اور عبارت سے ہرگز ادا ہو ہی نہیں سکتا اور قیما کو مقدم کرنے سے یہ مطلب فوت ہوتا ہے غرضکہ جو نظم اور ترتیب کلمات الٰہی میں موجود ہے اُس کی تقدیم و تاخیر کرنے سے اعجاز فصاحت و بلاغت قائم نہیں رہتا۔

قولہ اور قتادہ سے قولہ سبحانہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ میں انی رافعك الي و متوفيك مروی ہے

اقول ان کلمات میں تقدیم و تاخیر ماننے سے جو مفاسد بے انتہا لازم آتے ہیں اُن کا بیان اوپر گذر چکا اور واضح ہو کہ جو اقوال مفسرین کے نصوص کتاب یا احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں اور اُن کی مخالفت ہم اس رسالہ میں بھی اور نیز دیگر رسائل میں بوضاحت تمام بیان کر چکے ہیں وہ اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے اور یہی تو اتخاذ ارباب ہی جو اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں مذکور ہے۔

قولہ اور عکرمہ سے قول باری عز اسمہ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ میں۔ آہ

اقول اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر نظم کلمات کتاب الٰہیہ میں ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کلمات جس ترتیب سے کہ منظوم ہوئے ہیں وہی مقتضا ئے اعجاز بلاغت کا ہے مطلب آیت

کا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی صراط مستقیم سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور صراط مستقیم کو چھوڑ دیتے ہیں ان کو عام طور پر عذاب ہوتا ہے یعنی دنیا میں بھی بسبب وقوع کثرت آفات کے بوجہ ضلالت کے سبیل اللہ سے عذاب واقع ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کیونکہ حذف ظروف وغیرہا کا بہ موجب اصول علم بلاغت کے عموم پر دلالت کرتا ہے اور اس آیت میں علت عذاب ضلالت عن سبیل اللہ ہے اور جو عموم ہم نے بیان کیا وہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کہ عذاب شدید کا ظرف محذوف مانا جاوے و الا فلا اور اگر یوم الحساب کو مفعول نسوا کا قرار نہ دیا جاوے اور نسوا سے مقدم کیا جاوے تو عام نسیان موجب عذاب ہوا جاتا ہے حالانکہ بعض نسیان معاف بھی ہیں پس در صورت تقدیم و تاخیر کے جو مراد الٰہی ہے اس کا عکس ہوا جاتا ہے یعنی عذاب شدید کا عام نہ ہونا دنیا و آخرت میں حالانکہ جو لوگ سبیل اللہ سے گمراہ ہوتے ہیں اور سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں وہ دنیوی عذاب میں بھی مبتلا ہوتے ہیں سارقین زانین اور ظالمین وغیرہم کا انجام دنیا ہی میں ملاحظہ کرو اور عام نسیان کا علت ہونا عذاب شدید کے لئے (در صورت تقدیم و تاخیر کے ماننا پڑے گا) حالانکہ بعض نسیان معاف بھی ہیں اور علت عذاب کا تکرار بھی لازم آتا ہے یعنی ایک علت تو ضلالت عن سبیل اللہ تھی ہی اور وہ کافی تھی اور دوسری علت عام نسیان جو فی الحقیقت اس کی علت ہونے کے لئے یہی نقص کافی ہے کہ ہر ایک نسیان موجب عذاب شدید نہیں ہوتا بلکہ بعض نسیان معاف بھی ہیں پس اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر کا قول درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔

قولہ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام و تابعین وغیرہ در بارہ تقدیم و تاخیر دیکھنی منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان

سے ملاحظہ فرما دیں۔

اقول جب تک کہ کوئی تقدیم و تاخیر کتاب اللہ سے یا حدیث صحیح مرفوع سے آپ ثابت نہ کریں تب تک کلام الٰہی میں جو مثل سلک جواہر کے منتظم اور مسلسل ہے کوئی تقدیم و تاخیر کلمات کی مسلم نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ وہ تقدیم و تاخیر کسی غیر معصوم کا خیال ہو اور اُس خیال کے بموجب آپ نظم کلام الٰہی میں تقدیم و تاخیر کرنے لگیں تو ایسی تقدیم و تاخیر ہرگز مسلم نہ ہوگی جب تک کہ نصوص قطعیہ سے ثابت نہ ہو۔

قولہ و نیز فاطر السموات و الارض بدیع السموات و الارض۔آہ۔

اقول اس آیت میں بھی قول تقدیم و تاخیر محض بیجا ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ باعتبار بسط اور دحو کے ارض سماوات سے مؤخر ہے کما قال اللہ تعالےٰ والارض بعد ذلك دحٰها پس اس اعتبار سے سماوات ارض سے یہاں پر مقدم ہیں علاوہ بریں جس قدر اسباب فیض ہیں اُن کا نزول اولاً سماوات سے ہی ہوتا ہے تو سماوات بمنزلہ مفیض اور فاعل کے ہیں اور ارض اُن فیوض سماوی سے مستفیض اور قابل ہے بس اس لحاظ سے بھی سماوات کو تقدیم ہے اور ارض کو تاخیر پس کیا ضرورت ہے کہ ان آیات میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہوں ہاں بعض اعتبارات سے زمین کو بھی تقدم ہے اور سما کو تاخر جیساکہ بعض مقاموں پر نظم قرآنی میں ارض کو مقدم کیا گیا ہے اور سما کو مؤخر ولنعم ما قیل ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد ﷺ و لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ اور آیت اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ میں جو مؤلف تقدیم و تاخیر قرار دیتا ہے وہ درایت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ مقصود بالذات

اس آیت میں طلب عبادت ہے جس کو مخاطبین فراموش کر بیٹھے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الناس اعبدوا ربکم اور اسی واسطے لفظ ناس کا اختیار کیا گیا جو نسیان پر دلالت کرتا ہے یعنی ہم تعالیٰ کی نعمتوں کو نسیاً منسیا کر کر اُس کی عبادت کو بھول گئے ہیں اب اُن نعمتوں کو یاد دلایا جاتا ہے جو خاص مخاطبین پر کی گئی ہیں اور سب سے بڑی نعمت اُن کا وجود ہے جو الذی خلقکم میں مذکور فرمایا گیا ہے پس اولاً اُس نعمت کا ذکر مقدم کرنا ضروری تھا جو خاص اُن پر کی گئی ہے تاکہ اس نعمت کے یاد کرنے سے جو خاص اُن پر کی گئی ہے وہ متاثر ہوں بعد اُس کے فرمایا گیا کہ تمھارے وجود کا جو موقوف علیہ تھا اُس کو بھی ہم نے ہی پیدا کیا ہے کما قال والذین من قبلکم پس اس آیت میں تقدیم و تاخیر کہاں ہے جو امر کہ جس ترتیب طبعی سے ضروری البیان تھا اُس کو بہ مقتضائے بلاغت بلا تقدیم و تاخیر اُسی طرح پر بیان کیا گیا۔

قولہ قولہ تعالیٰ کذالک یوحی الیک و الی الذین من قبلک۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ آہ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے۔ آہ۔

اقول یہاں پر گفتگو تحقق خارجی میں نہیں ہے کہ جو امر خارج میں مقدم التحقق ہو اُس کو بیان میں مقدم کرنا ضروری ہو و الا فلا بلکہ گفتگو صرف یہ ہے کہ جس امر کی تقدیم بہ موجب قواعد واصول علم بلاغت کے تقدیم کے لائق ہے وہ مقدم ہو اور جو امر تاخیر کے سزاوار ہو وہ مؤخر ہو اور نیز کسی امر کی تقدیم و تاخیر مخالف نصوص کتاب و سنت کے بھی واقع نہ ہو سو ایسی تقدیم و تاخیر کتاب اللہ میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور ان آیات میں تو باعتبار تحقق کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہیں کیا مؤلف صاحب خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیاؤں سے نبوت میں سابق بلکہ تمام
کمالات میں اول اور افضل نہیں جانتے تو وہ مطالعہ کرے باب
فضائل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو عن ابی ھریرۃ قال
قالوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی وجبت لک النبوۃ
قال و ادم بین الروح و الجسد رواہ الترمذی وعن
العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبین و ان ادم لمنجدل
فی طینتہ رواہ فی شرح السنۃ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ بلکہ ختم نبوۃ قبل پیدائش آدم
کے متحقق تھی پس نظم قرآن مجید میں وہ کیونکر مقدم نہ ہوتی اور آیت
انا اوحینا الیک آہ میں جو ترتیب نظم قرآنی میں مذکور ہے وہ
بھی اسی طرح پر وضع ہونی چاہیئے جس طرح پر کہ ہے کیونکہ مخاطبین
پر اس امر کی حجت قائم کرنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی
نبی ہیں جنکی بشارات کو ہم انبیاء سابقین پر وحی کرچکے ہیں اور وحی
الٰہی جو کلام اللہ ہے وہی کلام الٰہی ہے جس کے نزول کی نسبت
پہلے انبیاء پیشین گوئی فرما چکے ہیں پس جب کہ تم انبیاء سابقین
پر اور نیز ان کی کتابوں پر ایمان لائے ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور کتاب اللہ کو ویسا ہی پاتے ہو جیسا کہ پچھلی کتابوں
میں لکھا ہوا ہے تو بس ضرور ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور
کتاب اللہ پر بھی ایمان لاؤ کیونکہ اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا
اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ گویا یہ ایک علت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے بیان فرمائی گئی اور ہر جگہ پر
تقدم اور تاخر کو بحسب تحقق کے ضروری ہونا کون کہتا ہے ہاں
البتہ علم بلاغت کی رو سے اس ترتیب نظم کا مقدم ہونا جو مقتضائے
حال کے موافق ہو ضروری ہی جیسا کہ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں ترتیب

موجودہ کا قائم رہنا ضروری ہے ورنہ طرح طرح کے مفاسد لازم آتے ہیں کما مر اور اس آیت میں آگے یوں ارشاد ہے وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اس آیت میں جو باعتبار تحقق خارجی کے بعض انبیاء کا تقدم اور تاخر بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ باعتبار وضع کے اسی ترتیب سے ہونا چاہیے تھا جس طرح پر کہ مثل سلک جواہر منظم کے بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ اول آیت میں حضرت نوح کے بعد لفظ النبین جمع کا صیغہ فرمایا گیا ہے اور اُس جمع کی تفصیل بطور مثال کے بیان فرمانی منظور تھی اُس کو یوں ارشاد فرمایا وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی خاتم الانبیاء بنی اسرائیل یعنی حضرت عیسی تک بیان فرمایا مگر چونکہ اس نجم آیت میں لفظ اسباط بھی صیغہ جمع کا آگیا ہے اور اس کو کسی قدر مفصل کرنا تھا تو اس کو تمثیلا یوں بیان فرمایا کہ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ اور چونکہ حضرت داؤد منجملہ اسباط کے مہتم بالشان نبی تھے کہ جن کو علاوہ وحی کے ایک کتاب زبور بھی مشتمل اوپر امور حکمیہ و فصل الخطاب کے عطا کی گئی تھی لہذا اُن کو اسباط سے بسبب مہتم بالشان ہونے کے منفصل کر کر ارشاد فرمایا کہ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اب فرمائے کہ جس متکلم کو صیغہ النبین کی تفصیل کسی قدر منظور ہو اور پھر اسباط میں سے بعد بیان کرنے خاتم الانبیاء بنی اسرائیل یعنی حضرت عیسی کے کسی قدر اسباط کی تفصیل بھی اور عظمت شان حضرت داؤد خلیفۃ اللہ کی بیان کرنا مدنظر ہو تو اُس کے بیان کا اسلوب سوا اس طرز بیان کے اور کون سا اسلوب بدیع یا بلیغ ہو سکتا ہے مؤلف صاحب ہی بیان کریں۔

قولہ الغرض آپ کو قول ابن عباس کا الی قولہ اُلٹا بہتان صحابی پر باندھا۔

اقول مؤلف کو صفحہ ۵۳ سطر ۲ میں اقرار ہے کہ فی الواقع یوں ہے کہ **توفی** اور استیفا میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں الی آخرہ اور مؤلف نے اس تحریر میں پورا لینے کو درصورت متعلق ہونے کے روح کے ساتھ دو فردوں میں منحصر کیا ہے ایک نوم دوسرے موت پھر فلما توفیتنی کے تیسرے معنے رفعتنی کہاں سے پیدا ہو گئے اُن کو ثابت کیا جاوے کیونکہ کسی محاورہ قرآنی غیر قرآنی میں جسم مع الروح کا قبض ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور در منثور سے جو عبارت ابو الشیخ کی نقل کی ہے اُس میں کہیں مذکور نہیں کہ توفی کے معنے رفع کے ہیں صرف اپنے خیال غلط پر تفریع کر لیا کہ توفی کے معنے رفع کے ہیں یہ تو بنار فاسد علی الفاسد ہوئے ایسے قیاسات سے کہیں لغوی معنی ثابت ہو سکتے ہیں اور تفسیر عباسی کا حال معلوم ہو چکا کہ اُس کی روایات کذابین سے مروی ہیں اور ہمارا مطالبہ تو تفسیر عباسی سے بھی ہے کہ معنے توفی کے رفع کے زبان عرب میں کس جگہ پر آئے ہیں اُس کی نظیر قرآن مجید احادیث صحاح کتب لغات وغیرہ سے ثابت کیا جاوے اور ایسی خیالی باتوں سے کہیں معنے لغوی کا ثبوت ہو سکتا ہے کلا وحاشا و **الافضال من شاء ملک شاء** اور **امام بخاری** نے آیت **متوفیک** کے معنی **ممیتک** تفسیر **فلما توفیتنی** کے ذیل میں لکھی ہیں حالانکہ کجا سورہ **آل عمران** جس میں **متوفیک** ہے اور کجا سورہ مائدہ جس میں **فلما توفیتنی** ہے چنانچہ اسی ضمن میں امام بخاری صاحب وہ حدیث بھی لائے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تغیر عبارت کے اُسی توفی کو جو حضرت عیسی پر وارد ہوئی اپنی

اوپر وارد کر کر فرمایا کہ اقول کما قال العبد الصالح کنت علیہم
شہیدًا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب
علیہم العجب وما ادرٰیك ما العجب کہ حضرت عیسیٰ
کی توفی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی میں بھی زمین اور
آسمان کا فرق نکلا حضرت عیسیٰ کی توفی کی تو وہ شان کہ معہ جسم خاکی
کے چوتھے آسمان پر چڑھائے جاویں اور آنحضرت خاتم النبیین سید
المرسلین کی توفی کی وہ حالت کہ ایک گز ڈیڑھ گز زمین کے نیچے دفن
کیے جاویں ہاں مجھے خوب یاد آیا یہ فرق کیونکر نہوتا کہاں حضرت عیسیٰ
خدا کے اکلوتے بیٹے اور کہاں محمد رسول اللہ عبدہٗ ورسولہٗ ای
مؤلف صاحب آپ کو امام بخاری کے اجتہادات کی بھی خبر نہیں
کہ نہایت دقیق در دقیق اجتہاد سے وہ اپنا مذہب اور مسلک لکھ
جاتے ہیں اور یہاں پر تو بڑے بڑے قوی قرائن موجود ہیں
اس بات پر کہ اُن کا مذہب توفی کے بارہ میں یہی تھا کہ معنی
اُس کے موت کے ہیں پس جب کہ ثابت ہوا کہ معنی توفی کے
رفع کے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے اور نوم کے معنے یہاں
پر مؤلف صاحب نے خود نہیں لیئے تو بحکم المرء یوخذ باقرارہ
موت کے معنے ہی متعین رہے اور یہی مسلک ابن عباس کا ثابت
رہا تو اب اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول
فرماویں یہ تو نہ ہو کہ تارک صلوٰۃ نے تمسک آیت ولا تقربوا
الصلوٰۃ سے پکڑا دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا
و انتم سکاریٰ کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھیرا کہ
حالت نشہ میں نماز مت پڑھو تو متمسک نے کہا کہ ساری قرآن
پر تمھارا باپ عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو تو
بڑی بات ہے قول ابن عباس کا اگر قابل احتجاج ہے تو صحیح
بخاری کو ملاحظہ فرماویں پھر دیکھئے وفات عیسیٰ کی کس طرح کھل کھلے

طور پر بشہادت تفسیر ابن عباس ثابت ہوتی ہے اب ناظرین بالانصاف
سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا پیرو اور متبع کون ہے
اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مؤلف نے اتباع ابن عباس کا تو بجائے
خود چھوڑا اور بذریعہ روایت کذابین کے اُلٹا بہتان صحابی پر باندھا
جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں
اصیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ سب آئمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا
یعنی حیات مسیح بن مریم حاشا و کلا بلکہ **جملہ صحابہ** کرام کا **اتفاق**
و **اجماع** سکوتی ہی سہی **عیسی** بن مریم کی **وفات** پر
معلوم ہوتا ہے کیونکہ قول ابن عباس جو **متوفیک ممیتک** ہے
اس قول کا انکار کسی صحابی سے منقول نہیں ہے اور جب کہ بعد وفات
آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے حضرت ابوبکر صدیق نے بمقابل حضرت
عمر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی موت پر آیت **قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل** سے استدلال کیا تو حضرت عمر اور جو اُن کے ساتھ
ہو گئے تھے انھوں نے اس قول سے رجوع کیا اور ان کے اس
قول میں یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا رفع ہوا
ہے جیسا کہ حضرت عیسی کا رفع ہوا تھا دیکھو ملل ونحل شہرستانی کو
فرجع القوم الی قولہ اور نیز کتب احادیث میں بلکہ صحیح بخاری
میں بھی یہ قصہ مفصل لکھا ہوا ہے دیکھو ہماری مسک العارف و
القسطاس المستقیم لتمیز القول الصحیح من السقیم کو میں کہتا ہوں
امام بخاری تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورہ مریم اور
آل عمران کو لاکر بعد ازاں بیان احادیث فرماتے ہیں اب ہر ایک
منصف سمجھ سکتا ہے کہ جب امام بخاری کے نزدیک عیسی بن
مریم قطعی طور پر وفات پا چکے تو اگر آیات قرآنی میں ذکر نزول
مسیح ابن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احادیث میں ان
کا ذکر بطور مسئلہ بروز کے ہوگا کیونکہ موتی کی رجعت تو باطل ہے

کما قال تعالیٰ قَدْ سَبَقَ الْقَوْلُ مِنِّی اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

قولہ حاشیہ صفہ دوسری وجہ بہتان کی امام بخاری پر الخ

اقول جامع صحیح بخاری سے ثابت ہو چکا کہ مذہب امام بخاری کا حضرت عیسی کے بارہ میں وفات کا تھا کیونکہ اُنھوں نے آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سورہ آل عمران کو آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سورہ مائدہ کے ساتھ ایک ہی جگہ جمع کرکر متوفیک کے معنے ممیتک لکھے اور حدیث کما قال العبد الصالح الخ بھی اُسی جگہ پر ذکر فرمائی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ توفی حضرت عیسی کی اور توفی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک سی ہے اور چونکہ لفظ توفی موت کے معنوں میں محکمات سے ہے اور آپ کی تقریر مندرجہ ص۵ سے بھی توفی کے معنے موت اور قبض روح میں محکم ہوتا معلوم ہوتا ہے پس بالضرور مذہب امام بخاری کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں ہاں آپ کا امام بخاری پر یہ بہتان ہے کہ امام بخاری کا مذہب حیات عیسی تھا - اور تاریخ بخاری کی اس عبارت سے (کہ یدفن عیسی بن مریم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) امام بخاری کے نزدیک حیات مسیح آپ ثابت کرتے ہیں اُس سے حیات مسیح کا ثبوت ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ مذہب امام بخاری کا عیسی بن مریم کی حیات کا تھا اول تو آپ نسخہ تاریخ بخاری کا مصحح آئمہ حدیث پیش کیجئے بعد اُس کے یہ گذارش ہے کہ جملہ (یدفن عیسی بن مریم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) ذو الوجوہ ہے مراد اُس سے معیت برزخی بھی ہوسکتی ہے کما مر اور نیز معارض ہے دوسری حدیث کے جس میں اد فنوہ فی فراشہ مذکور ہے تو کیا آپ کے نزدیک روضہ منورہ آنحضرت صلعم حضرت عیسیٰ ع کا موضع فراش ہوگا اور بعد ثبوت کر لینے ان سب مراحل کے یہ پیشین گوئی تو بعد وفات مسیح موعود وارثِ ہدی ابن سے [illegible]

روایات ضعیفہ کا پیش کرنا قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے وبس

قولہ حاشیہ صنہ تیسری وجہ بہتان کی۔

اقول ۔ امام بخاری کی اکثر عادت یہی ہے کہ اپنے مذہب کو استعارہ و اشارہ کے طور پر بیان فرمایا کرتے ہیں اور یہاں پر تو **متوفیک** کے معنے **ممیتک** لکھدے اور ساتھ ہی اوس کے **توفیتنی** کے ذیل میں لکھے اور پھر علاوہ اُس پر **حدیث** اول **کما قال العبد الصالح** بھی وہاں مذکور فرمائی اس سے بڑھکر اور کیا وضاحت ہوگی مجھے بڑا تعجب ہے کہ اگر آپ نے صحیح بخاری پڑھی ہے تو پھر اس کہنے کے کیا معنے ہوے کہ استعارہ کے طور پر بیان نہ کرنا بلکہ تصریح بمذہب خود ضروری تھی اور اگر نہیں پڑھی تو البتہ آپ معذور ہیں مگر پھر ایسی بحث معرکۃ العلما میں آپ کو داخل ہونا نہیں چاہیے تھا۔ میں نہایت متعجب ہوں الی آخر ما قال ایسی خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوتے ہیں

اقول اس قول میں مؤلف صاحب کے اقرارات سے ہے کہ جملہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی انتہی بلفظہ اس ایک اقرار سے بحکم المرء یوخذ باقرارہ کے تمام کتاب مؤلف کی رد ہوئی جاتی ہے کیونکہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں جو مؤلف کے نزدیک معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ معنی مجازی بوجہ تعذر حقیقت مراد ہیں حالانکہ ان جملوں میں معنی حقیقی کے لئے جانے سے کوئی بڑا فساد بھی لازم نہیں آتا اور کوئی ایسا بڑا تعذر نہیں کیونکہ شریعت اسلام میں صلیب کا توڑ ڈالنا یا خنزیر کا قتل کرنا کچھ ممتنع نہیں ہے لیکن چونکہ ان معنوں حقیقی میں کوئی لطف پیدا نہیں ہوتا صرف اسی وجہ سے مؤلف صاحب مقر ہیں کہ یہاں پر معنے حقیقی متعذر ہیں اور معنی مجازی مراد ہیں

لیکن عیسی بن مریم کے حقیقی معنی مراد لینے سے اس قدر مفاسد شرعیہ
لازم آتے ہیں کہ اُن کا شمار بھی اس تحریر مختصر میں گنجایش نہیں رکھتا۔
مثلاً حضرت عیسی کا رفع جسمانی جو آیت حَتّٰی تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ آہ
کے مخالف ہے۔ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر کئی ہزار برس تک رہنا
جو آیۃ فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْھَا تَمُوْتُوْنَ کے خلاف ہے۔ حضرت
عیسی کے جسم میں کسی طرح کا تغیر شیبی وغیرہ نہ ہونا جو آیت
وَ مَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْهُ فِی الْخَلْقِ کے متضاد ہے۔ حضرت عیسیٰ
کو بھوک پیاس کا نہ لگنا جو آیت وَ مَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ
الطَّعَامَ کے معارض ہے اور نیز کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ
کے مناقض ہے۔ حضرت عیسی کا نزول جسمانی آسمان سے جو آیۃ
حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ اور یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ
مِنْ ذٰلِكَ کے خلاف ہے وغیر ذلک من المفاسد الکثیرۃ
یہ مفاسد تو بطور مثال کے مفاسد نقلیہ ہیں اور جو مفاسد عقلیہ
اس مذہب پر لازم آتے ہیں وہ بھی کثرۃ سے ہیں پس جب کہ
ابن مریم موعود مندرجہ احادیث سے عیسی بنی نبی اسرائیلی
مراد لینے سے اس قدر مفاسد لازم آتے ہیں تو پھر مسیح ابن مریم کا
نزول بروزی طور پر کیونکر نہ مانا جاوے جس کے نظائر کتب سابقہ
میں بھی پائے جاتے ہیں اور کتاب و سنت میں بھی موجود ہیں
اور علماء کبار محققین مسئلہ بروز کے قائل ہیں اور اُس کے ماننے
میں کسی طرح کا تعذر اور فساد بھی لازم نہیں آتا بلکہ یہاں پر تو کل
مفاسد جو مسئلہ بروز کے نہ ماننے سے لازم آتے ہیں دور ہو جاتے
ہیں اور تمام تعارضات بھی رفع ہو جاتے ہیں پس جو روایت
شب معراج کی لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسی و عیسی
آخر تک آپ نے لکھی اُس میں بھی بسبب انھیں تعذرات کے حضرت

عیسی کا دوبارہ آنا بروزی طور پر مراد ہے۔ آگے رہی **تفسیر ابن عباس** کی سو اُس کا حال آپ کو معلوم ہو چکا کہ اُس کی روایات مرویات **کذابین** کی ہیں اور جب کہ اکثر حصہ حدیث کا آپ کے نزدیک بھی ماول ہے تو پھر ایک لفظ ابن مریم کو ماول کرنے سے جس سے تمام مفاسد شرعیہ دور ہو جاتے ہیں کیا معذور شرعی لازم آتا ہے اور وہ مناسبت جس کی وجہ سے اس مجدد کا نام عیسی بن مریم رکھا گیا یہ ہے۔ **شعر**

چوں مرا نوری پئے قوم مسیحی دادہ اند　　مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ایضاً　**رباعی**　قال

کیا شک ہے ماننے میں تمھیں اُس مسیح کے　　جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب　　خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

پس عیسی بن مریم موعود مندرجہ احادیث سے مراد وہی مجدد ہے جس کو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح کر کر فرما دیا کہ **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** و **اَمَّکُمْ مِنْکُمْ** کیونکہ تعذر درحقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی خصوصاً جب کہ خود آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام میں تصریح اُس کی کردی ہو کہ **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** **قولہ**
اور رابعاً تطبیق ہیں الایات میں الی قولہ ورنہ توفی سے معنی موت ہی کا لینے میں ایسے متحکم نہ ہوتے۔

اقول* فی الواقع یوں ہے کہ توفی اور استیفا میں بجز پورا

---

* چونکہ مؤلف صاحب نے اپنے تمام قول مندرجہ صہ ۵۲ کو بلکہ کل بحث مندرجہ رسالہ کو صہ ۵۳ میں اپنے ہی قول سے رد کردیا ہے لہذا ہم انھیں کے قول کو نقل کردینا کافی سمجھتے ہیں زیادہ بیان کی کوئی ضرورت نہیں المرء یؤخذ باقرارہ ہاں جو کسی قدر مؤلف نے اس قول میں غلطی کی ہے ہم اُس پر ناظرین کو خطوط وحدانی میں ادنا عبارت سے متنبہ کردیویں گے انشاءاللہ

لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں ۔ توفی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہو
دیکھا جائے گا وہ کیا چیز ہے روح ہوگی یا غیر روح اگر روح ہے
تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اُس کا پکڑنا مع
الامساک ہے یعنی پکڑ لینے کے بعد نہ چھوڑنا **اس کا نام توفی موت**
ہے موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کئے
گئے ایک روح دوسرا امساک دوسرا قسم توفی کا نیند ہے جس کے
مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے الحاصل موت
اور نیند دو نو فرد ہوے توفی کے تفسیر کبیر ابن کثیر شرح کرمانی صحیح
بخاری اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح
ہوگا (یہ سر تاپا غلط ہے ورنہ کوئی نظیر اُس کی قرآن مجید احادیث
محاورات صحابہ کتب لغات سے بیان کی جاوے یہ مؤلف صاحب کا
دجل ہے جو حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کیا گیا ہے) جیساکہ انی
متوفیك (اس کے معنے **ممیتك** ہیں خود مؤلف صاحب نے
تسلیم کر لئے ہیں ۔) یا اور چیز جیساکہ توفیت مالی قاموس بیان اس امر
کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توفی کا معنی فقط کسی شئے کا پورا لینا ہے
عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونے
کے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم
کی اُس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت
اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالے ارواح کو بعد القبض
کبھی تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے **اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ**
حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا آہ اللہ تعالے قبض فرماتا
ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت
میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیۃ میں تو استعمال لفظ
توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض (معنی توفی کے قبض روح
ہی کے ہیں ہاں یہاں پر بطور قاعدہ تجرید کے جو اکثر محاورات میں یہ قاعدہ

پایا جاتا ہے النفس کا لفظ لایا گیا ہے) اور ارواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آیت وھو الذی یتوفاکم باللیل آہ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا (بلکہ قبض روح کا ایک فرد ہے کیونکہ یہاں پر لفظ انفس موجود نہیں ہے اور مذہب مؤلف صاحب پر لازم آتا ہے کہ رات کو تمام نائمین معہ جسم کے آسمان پر اُٹھائے جاتے ہوں و ہو باطل۔) اور آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ آہ وغیرہ آیات میں مدلول اُس کا موت ہے جو منجملہ افراد اُسی توفی کے ہے (اور ※ مؤلف صاحب کے مذہب پر لازم آتا ہے کہ تمام موتیٰ آسمان پر اُٹھا لئے جاتے ہوں کیونکہ لفظ انفس یہاں پر موجود نہیں) يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں بھی معنی موت کا مطابق نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیساکہ توفی اللہ زیدًا توفی اللہ عمروًا توفی اللہ بکرًا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا (اس جگہ پر مؤلف نے اقرار کرلیا کہ آیت اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں معنی موت ہی کے متعین ہیں)

قولہ الغرض بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دینے جیساکہ لکھ چکا ہوں۔

اقول جو کچھ مؤلف نے اس آیت کے ذیل میں لکھا تھا وہ سب بادلہ قاطعہ مردود ہو چکا اور یہ امر ثابت ہو چکا کہ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رفع جسمانی کا مراد ہونا بلحاظ سباق و سیاق آیت

※ **تنبیہ** ہم ناظرین سے مکرر عرض کرتے ہیں کہ وقت ملاحظہ ہمارے رسالہ کے رسالہ مردودہ کو بھی مطالعہ کرتے جاویں تاکہ پورا لطف حاصل ہو ورنہ لطف پورا حاصل نہ ہوگا معارضہ میں ضروری ہے کہ مردود سامنے موجود ہو۔ منہ

کے ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا اور نیز آیات وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ آلخ اور وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع روحانی پر استلزاماً نہ ہوتیں کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جاوے تو عموم آیت و احادیث میں جو بر خلاف اس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔

قولہ اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اُس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر الی قولہ حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے

اقول قیاس کرنا لفظ توفی کا جو محاورہ توفاہ اللہ میں مذکور ہے اوپر خلق اللہ زیدًا کے محض قیاس مع الفارق ہے کیونکہ معنی لفظ خلق میں نہ من تراب داخل ہے اور نہ من ماء مہین بخلاف محاورہ توفی اللہ زیدًا کے کہ اُس میں حسب اقرار مؤلف کے بھی روح کا قبض ہے نہ مطلق قبض پس خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ میں مقید کرنا خلقہ کا ساتھ مِنْ تُرَابٍ ضروری ہوا اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ کو مقید کرنا ساتھ قید من ماء مہین کے اور جب کہ آدم کی پیدایش کا حال نص قطعی سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور بنی آدم کا حال نص قطعی عقلی ونقلی سے معلوم ہوگیا کہ ماء مہین سے پیدا کیے گئے ہیں تو پھر کوئی بے وقوف خلق اللہ آدم کو کیونکر تصور کرے گا کہ آدم ماء مہین سے پیدا کیا گیا ہے لیکن مانحن فیہ میں کہاں فرمایا گیا ہے کہ یا عیسیٰ انی قابضک مع جسمک علی السماء بلکہ جس طرح پر تمام انسانوں کی نسبت لفظ توفی موت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اُسی طرح پر بعینہٖ بلا تغییر و تبدیل حضرت عیسیٰ کی نسبت اطلاق کیا گیا ہے پھر عام انسانوں کی نسبت حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو لفظ توفی کا موت کے معنوں میں مستعمل ہو اور صرف حضرت عیسیٰ کی نسبت معنی اُس کے رفع الجسم آسمان پر اُٹھا لینے کے ہوں اس کے کیا معنی تلک اذاً قسمۃ

ضیزی اور پھر اندریں صورت لفظ رَافِعُکَ اِلَیَّ بالکل زائد اور لغو ہوا جاتا ہے اور نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ہرگز ہرگز قرینہ صارفہ معنی موت سے نہیں ہو سکتے کیونکہ سباق اور سیاق آیۃ سے یقینا ثابت ہو چکا کہ مراد اُس سے رفع روحانی ہے کما مر بیانہ مفصلا - اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں توفی سے معنی موت کا لے کر تقدیم و تاخیر مانکر اصلاح کلام الٰہی کی کرنا اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر تعدادی ۲۳ مثل وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وغیرہ وغیرہ کو ہٹ دھرمی سے نہ ماننا منشا اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جاوے تعجب پر تعجب یہ ہے کہ مؤلف صاحب استعمال لفظ توفی کو حسب محاورہ قرآن کریم اور غیر قرآن کریم کے معنی موت اور نوم میں منحصر کرتے ہیں اور نیز اُس کے موضوع لہ کو صرف دو فردوں میں محصور قرار دیتے ہیں دیکھو ص۳۵ پھر معہذا انی متوفیک اور فلما توفیتنی میں وہ معنی لیتے ہیں کہ نہ * تو وہ موضوع لہ ہیں اور نہ موضوع لہ کی فرد ہیں ان ھٰذا لشیء عجیب ایک تو صریح دھوکا غیر موضوع لہ کو عین موضوع لہ سمجھنے کا کھایا دوسرا دھوکا یہ کھایا کہ کسی غیر موضوع لہ کی فرد کو موضوع لہ کی فرد سمجھ لیا الغرض آیت یا عیسی انی متوفیک میں معنی موت کا لے کر تقدیم و تاخیر کا قائل ہونا مستلزم مفاسد کثیرہ کو ہے کما مر بیانہ اور پھر باوجودیکہ متوفیک بہ معنی ممیتک کے تسلیم کر لیا جاوے معہذا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں معنی رفع کا لینا آدھا تیتر آدھی بٹیر کا مصداق بنتا ہے اگر کاش لفظ توفی موت اور رفع دونوں میں مشترک ہوتا تو بھی کسی قدر گنجایش ہوتی اور جب کہ بہ موجب اقرار خود مؤلف کے لفظ توفی کا موضوع لہ دو ہی فردوں یعنی موت اور نوم میں منحصر ہے تو پھر رفع کے معنے لینا کیسا اور پھر میرا تعجب یہ ہے کہ مؤلف کہتا ہے کہ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیویں گے یہ وہی مثل ہے

شعر

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کا سًا وناولہا

اور مکرر عرض میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بالکل ہباءً منثورًا ہو گیا کیونکہ ہرگاہ دلائل یقینیہ سے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں ہم رفع روحانی ثابت کر چکے اور آیت مُتَوَفِّيْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ خود آپ کے اقرار کے بہ موجب موت عیسی بن مریم پر دلالت یقینی کرتی ہے پھر جو بعض احادیث موہم حیات عیسی بن مریم پائی جاتی ہیں اُن میں تعذر حقیقت دلیل ارادہ معنی مجازی کی موجود ہے کیونکہ جب ۲۳ آیات سے وفات عیسی بن مریم ثابت ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا تعذر ہو گا کما مر پس عیسی بن مریم سے مراد بروزی طور پر مجدد اس صدی چودھویں کا ہے اور تشریح آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم کے بشہادت سباق سیاق جس سے ابطال عقیدہ خیالیہ وہمیہ کا کامل طور پر ہو گیا ہے لکھ چکا ہوں پس بعد تعذر معنی حقیقی کے بلکہ ممتنع الارادہ ٹھہرنے اس کے دیگر نظائر و شواہد و قوع استعارات کی بھی دلیل ارادہ مجاز کے لئے یہاں پر موجود ہیں اور تعجب ہے مؤلف سے کہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر کے معنی ص ۵۲ س ۲ میں مجازی تسلیم کر چکا ہے اور قائل ہے کہ ان جملوں میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی اور پھر کہتا ہے نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے الی آخرہ اور نہیں دیکھتا کہ مذہب نصاری یعنی کفارہ اور صلیب اور تثلیث وغیرہ کو حضرت امام الزمان کس کس رنگ سے باطل کر چکے ہیں حجج قاہرہ اور دلائل باہرہ علوم ظاہری بھی ایک عالم میں شائع ہو چکیں اور روحانی تائیدوں سے بھی ہلاک ملت عیسائی ہوتا چلا جاتا ہے

قولہ عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ آہ

اقول ہمارا استدلال صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں ہے بلکہ اولًا قرآن مجید کی ۳۰ آیات سے جو آپ نے بھی اول کتاب

۵۵/ [illegible] ۲۳ آیات سے توفی عیسی بن مریم ثابت ہوتی ہے اور ۳۰ آیات سے انکی موت ثابت ہوتی ہے

خلاصہ مضمون ۔ تفصیل بعض دلائل وفات حضرت عیسیٰ ابن مریم

ہیں بعض اُن آیات کو درج کیا ہے ثانیاً بعد از کتاب اللہ اصح الکتب
صحیح البخاری کی احادیث جنمیں اقول کما قال العبد الصالح
مندرج ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم نے اُس میں توفی عیسیٰ
بن مریم کو اپنی توفی کے ساتھہ بلا تغییر و تبدیل محاورہ کے یکساں
فرمایا ہے ثالثاً اثر ابن عباس جو متوفیك کے معنی ممیتك لکھا ہے
رابعاً تمام محاورات مندرجہ احادیث و اقوال صحابہ جو مثل توفاہ اللہ
کے اُن کے کلاموں میں پائے جاتے ہیں جیساکہ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ
مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی
الْاِیْمَانِ۔ خامساً تمام کتب لغات عرب عرباء جن میں محاورہ
توفاہ اللہ کو بمعنی قبض اللہ روحہ لکھا ہے لا غیر۔
سادساً وہ احادیث جو سوا بخاری کے اور کتب حدیث میں مندرج
ہیں جیساکہ لَا الْمَہْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ
وغیرہ وغیرہ سابعاً اقوال بعض آئمہ محققین مثل امام مالک وابن حزم
وغیرہما کے چنانچہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے وتمسك ابن حزم
بظاہر الایۃ وقال بموتہ اور امام مالک کا قول مجمع البحار
مین مندرج ہے ثامناً ادلہ عقلیہ جو رفع جسمانی علی السماء و نزول
جسمانی من السماء کو رد کرتی ہیں۔ تاسعاً اناجیل وغیرہ جس میں خود
حضرت عیسی کے قول سے قصہ عود ایلیا کو بروزی طور پر فیصل کیا
گیا ہے۔ کما مر۔ عاشراً وقوع مجازات و استعارات احادیث پیشین
گوئیوں میں فریقین کے نزدیک جیساکہ طواف کرنا دجال کا خانہ کعبہ
کے لئے جو بالاتفاق مأول ہے اور یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر
جو خود مؤلف کے نزدیک بھی ماول ہے اور علاوہ پیشین گوئیوں
عیسی بن مریم اور دجال کے دوسری پیشین گوئیوں میں بھی کثرت سے
مجازو استعارات پائے جاتے ہیں دیکھو شواہد عشرہ مندرجہ اعلام
الناس حصہ اول کو اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات

جو کتب مقدسہ میں اب تک پائی جاتی ہیں اُن میں بھی مجاز و استعارات کثرت سے ہیں اور علمار اسلام قدیم سے آجتک اُن سے استدلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کرتے چلے آئے ہیں باوجودیکہ اُن میں مجاز و استعارات کثرت سے موجود ہیں۔ پھر اگر بعض پیشین گوئیوں مسیح موعود اور مہدی معہود میں بھی حسب قواعد علم معانی و بیان کے تاویل مجاز و استعارہ وغیرہ کی مانی جاوے تو پھر کون سا استبعاد ہے کہ قدیم سے سنت الٰہیہ ہے کہ پیشین گوئیوں میں استعمال مجاز و استعارہ وغیرہ کا رہا ہے۔ الحاصل ہمارا تمسک صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں ہے۔ اور تفسیر کشاف معالم تفسیر رازی ابن کثیر مدارک اور فتح البیان کے حوالے ہمارے رسائل میں جو دئیے گئے ہیں وہ صرف مخالفین کے الزام اور افحام کے لئے تاکہ خود اُن کے مسلمات سے اُنپر ہماری حجت قائم ہو جیسا کہ ہم نے آپ کے رسالہ کا رد آپ ہی کے مسلمات مندرجہ رسالہ سے کیا ہے نہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک ان مفسرین کے اقوال بہ مقابلہ نصوص قطعیہ کے حجت ہوں اور جو اقوال اُن کے نصوص قطعیہ کے مخالف ہوں ہم اُن کو بھی تسلیم کرلیویں حاشا و کلا لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق ہاں خوب یاد آیا آپ اسجگہ پر اتنا ہی کریں کہ جو روایات آپ نے ابن کثیر سے نقل کی ہیں مہربانی فرماکر اُن کے تمام روایات کی توثیق و تعدیل علم اسمار الرجال سے فرما دیویں اور ہم کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ روایات متمسک بہاکے رجال کی توثیق و تعدیل کرتے پھریں کیونکہ ہمارے متمسکات اول تو نصوص قرآنیہ سے ہیں ثانیًا صحیح بخاری سے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مسلم فریقین ہے سوائے ان نصوص کے جو ادلہ پیش کی جاتی ہیں وہ تائیدًا یا آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے ۔ وبس۔

قولہ میںنے پہلے بھی عرض کیا تھا الے آخرہ۔

اقول ہم نے اتباع قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور نیز اثر ابن عباس مندرجہ صحیح بخاری وغیرہا کا کیا ہے باقی جو روایات کہ ہمارے مذہب کی مخالف ہیں وہ اس وجہ سے کہ نصوص قرآن مجید کے بھی مخالف ہیں احادیث صحیح بخاری کے معارض ہیں اور نیز اثر ابن عباس مندرجہ صحیح بخاری کے مناقض ہیں اگر ان کو ماؤل کر کر مطابق کتاب وسنت صحیحہ مرفوعہ کے نہ کیا جاوے تو وہ سب ساقط الاعتبار ہیں دیکھو قواعد تعادل اور ترجیح ادلہ کو جو علم اصول میں منضبط ہیں اور اسی طرح پر اقوال مندرجہ تفاسیر جن میں سب طرح کے اقوال رطب ویابس کا ذخیرہ ہوتا ہے اور وہ خود بھی باہم متعارض اور مختلف ہیں پس وہ کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں اور مسیح موعود جو باتفاق فریقین حکم عدل ہے ان سب روایات متضادہ اور اقوال متخالفہ کو کیونکر تسلیم کر سکتا ہے اس کا تو فرض منصب یہی ہے کہ بلحاظ حکم ہونے کے تمام اختلافات کو مٹا دیوے اور جب کہ وہ اختلافات کا مٹانے والا ہوا تو بالضرور وہ ایک ایسے قول یا روایت کو اختیار کرے گا جو سب سے زیادہ اقوی ہو اور قرآن مجید کے مطابق ہو دیکھو درمیان دو نقطوں کے خط مستقیم تو ایک ہی ہوتا ہے باقی جس قدر خطوط اس کے اردگرد واقع ہوتے ہیں وہ خطوط غیر مستقیم کہلاتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ مسیح موعود باوجود حکم عدل ہونے کے ایسے متعارضات کو جو مصداق ہیں سند پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا سب کو قبول کرے اور جملہ فرقہائے متخالفہ سنی شیعہ رافضی خارجی حنفی شافعی مالکی حنبلی مقلد غیر مقلد وہابی بدعتی وغیرہم سب کو راضی کر دیوے یہ امر تو عقلاً بھی ممتنع ہے کہ **الضدان لا یجتمعان** اور یہی وجہ ہے اس بات کی کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ مہدی کی تکفیر علماء وقت سے واقع ہو گی کما بیننا فی رسالتنا **مسک العارف** اور واضح ہو کہ حقیقت پیشین گوئی کی قبل از وقوع پورے طور پر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی

حتی کہ خود ملہم کو بھی اُس کی حقیقت مآلہ و ما علیہ مع تفصیل جزئیات کے محقق طور پر منکشف نہیں ہوتی ہے پھر ایسی پیشین گوئی میں اجماع کے کیا معنے اگر کسی صحابہ سے یا تابعی سے یا دیگر علماء سے کسی پیشین گوئی کی نسبت بحکم فذھب وھلی الی انہا الیمامۃ اوھجر کے کوئی خیال خلاف واقع مروی ہو اور بعد تحقیق اور تنقیح کے اُس کا خلاف ہونا نصوص شرعیہ سے ثابت ہو جاوے تو پھر اُس خیال خلاف واقع کی پیروی کرنا اور اُسی خیال کی پیروی کرکر قرآن مجید میں بہ تقدیم و تاخیر کلمات منظومہ اصلاح لگانا یہ تحریف و الحاد نہیں تو اور کیا ہے مثلاً اس مقام میں ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ معنی توفی کے جو آپ رفع کے لیتے ہیں یا کسی مفسر نے واسطے مطابقت اپنے خیال کے توفی کے معنے رفع کے لئے ہیں اُس کا ثبوت آپ کہاں سے دے سکتے ہیں قرآن مجید میں کہیں اُس کی نظیر نہیں جہاں دیکھو قبض روح کے معنے ہیں محاورات احادیث میں کہیں اُس کا پتہ اور نشان نہیں ملتا وہی معنے موت کے اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان وغیرہ محاورات صحابہ اور دیگر عرب عربا کے محاورات اور بول چال میں اُس کا کھوج نہیں ملتا جس کتاب لغت کو دیکھو اُس میں یہی لکھا ہوا ہے توفاہ اللہ ای قبض اللہ روحہ پھر آپ ہی ایمان و انصاف سے فرماویں کہ توفی کے معنی جو کسی تفسیر میں رفع کے لکھے ہوں تو ہم اُنکو کیونکر قبول کریں اب آپ ہی غور کرو کہ ایسے معنے پر اصرار کرنا الحاد تحریف لغو اور بے اصل نہیں تو اور کیا ہے - اور پھر دیکھو کتب صحیحہ اسماء الرجال کو کہ اُس میں ہزاروں جگہ توفی اور اُس کے مشتقات کے معنی بجز موت کے اور کچھ نہیں آتے و من ادعی فعلیہ البیان - اور پھر آپ کا یہ اقرار ہے کہ توفی بہ معنی قبض کے جب متعلق روح سے ہو اُس

کے دو ہی نزد ہیں ایک موت دوم نوم اور ما نحن فیہ میں نوم کے معنی آپ نے بھی نہیں لیئے تو پھر لفظ توفی ما نحن فیہ میں موت کے معنوں میں متعین ہوا یا نہیں اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو ہم دلائل قطعیہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ اُس سے مراد رفع روحانی ہے نہ رفع جسمانی پھر کیا دلیل آپ کے پاس ہے جس سے معنی توفی کے رفع کے لئے جاویں اور چونکہ آپ اس مسئلہ حیات مسیح میں دعوی اجماع کا کیا کرتے ہیں لہذا آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کس وقت میں اجماع ہوا اور کس قدر مجتہدین نے اس مسئلہ پر اجماع کیا اول تو آپ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ ایسی وہمی اور خیالی باتوں کو جو بہ موجب فذھب وھلی انھا الیمامۃ او ھجر کی پیشین گوئی کی نسبت متخیل ہو جاتی ہیں اُس کو اجماع قرار دے لیا ہے علاوہ اُس پر یہ کہ قبل از وقوع پیشین گوئی کے اُس کی حقیقت پر معہ تفصیل جزئیات کے اجماع کیسا پھر ار دو خوانوں اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنا اور دھوکا دینا اور اُس پر اصرار کرنا اور اہل حق کی تکفیر کرنی ؏ این کار از تو آید مرداں چنیں کنند اور ہم سے جو آپ اجماع دریافت کرتے ہیں یہ اور طرفہ تر ہے اور این گل دیگر شگفت کا مصداق ہے قرآن مجید کو ہم پیش کرتے ہیں احادیث صحیحہ ہمارے رسائل میں ہماری اشتہارات میں لکھی ہوئی ہیں تمام کتب لغات کے حوالجات ہمارے رسائل میں موجود وغیرہ وغیرہ پھر اُس پر اجماع طلب کرنا چہ معنے دارد اچھا اجماع بھی لیجئے اول آپ تعداد اُن صحابہ کی جو حضرت صلعم کی وفات کے وقت معہ حضرت عمر کے خطبہ حضرت صدیق اکبر کے جلسہ میں حاضر و شریک تھے بیان فرماویں بعد ازاں گذارش یہ ہے کہ جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وغیرہ آیات کو پڑھا اُن سب صحابہ نے اس استدلال صدیقی پر کوئی جرح نہیں کیا خود حضرت عمر

نے بھی تسلیم کر لیا اب فرمائے کہ الرُّسُل میں حضرت عیسی داخل
ہیں یا نہیں بشق ثانی کیا وجہ کہ صحابہ اہل لسان نے اس پر جرح نہیں
کیا اور بشق اول مدعا ہمارا ثابت ہوا اور یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں بس جس قدر تعداد صحابہ کرام
مذکورین کی آپ بیان فرمادیں گے ان سب کا اجماع اور اتفاق
مسئلہ وفات عیسی بن مریم پر ثابت ہوگا دیکھو ملل ونحل شہرستانی
کو فزجر القوم الی قولہ آگے رہی بحث خلا کی وہ آگے آتی
ہے فانتظر۔

قولہ مسیح ابن مریم کی دشمن میں آہ

اقول یہاں پر مؤلف صاحب نے علم بلاغت کی بڑی داد دی
ہے فرماتے ہیں کہ بلاغت کا مقتضی یہی ہے کہ حسب حال مخاطب
کے القاء الکلام کیا جاوے لہذا انی متوفیک کو مقدم فرمایا گیا
مگر یہاں مؤلف صاحب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسی
کو اپنی موت کا اس قدر ہراس اور خوف کیوں ہوا جو موجب قلق
و اضطراب ہوگیا اور موت بھی ایسی جو فی سبیل اللہ واقع ہو جو مقربین
الٰہی کی آرزو ہوا کرتی ہے کما قال فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ او مؤلف صاحب کیا آپ کے نزدیک بھی
مقتضائے شان نبوت عیسوی ہے اور پھر صفت امانت میں جو
حسب اقرار مندرجہ تحریر مؤلف کے مختص بذات باری ہے اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کفار یہود کو شریک سمجھنا جو آپ کی تحریر سے لازم آتا ہے
آیا یہی توحید شان رسالت عیسوی کی ہے اور یہی حال حضرت
عیسی کی توحید کا آپ کے نزدیک ہے جس مقتضائے حال کے
بموجب اللہ تعالیٰ نے متوفیك کو واسطے اطمینان دہی او
رفع قلق و اضطراب حضرت عیسی کے مقدم کیا گیا اور پھر وہ حضرت
عیسی جو صفات مختصہ الوہیت میں کفار یہود کو شریک سمجھ رہے

تھے واہ حضرت آپ نے خوب کلام اللہ کی داد بلاغت دی کہ ایک
خاتم انبیاء بنی اسرائیل کو مشرک قرار دے دیا و نعوذ باللہ
الکریم من ھذا الشرك العظیم حاشا و کلا انبیاء علی نبینا
و علیہم السلام کی ذوات مقدسہ ایسے عقاید شرکیہ سے پاک ہیں
اور آپ کا یہ عقیدہ شرکیہ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کرنا محض
افترا ہے۔ اے حضرت تقدیم متوفیک کی ہرگز ہرگز اس واسطے
نہیں ہے جو آپ کے خیال فاسد میں ہے بلکہ جیسا کہ ہم سابق میں
ثابت کر آئے ہیں وہ یہ خوف تھا کہ کہیں میں صلیب سے قتل
نہ کیا جاؤں کیونکہ ایسا قتل صلیبی موجب ملعونیت ہے اور یہ خیال
حضرت عیسیٰ کو بہ مقتضائے بشریت اس واسطے آیا کہ یہود مردود
نے ان کے قتل بالصلیب کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نکیا
تھا حتیٰ کہ صلیب پر بھی چڑھا ہی دیا تھا اور اس قسم کی دعا کا
مانگنا سنن انبیاء علیہم السلام سے کچھ بھی منافی شان نبوت کے
نہیں ہے دیکھو ادعیہ مندرجہ قرآن مجید کو تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَ
تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ وغیرہ وغیرہ کو حتیٰ کہ نماز جنازہ میں بھی اسی قسم کی دعا
مروی ہے من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن
توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان پس ایسی دعاء عیسوی اور خیال
مرکوزہ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے ان کے مقتضائے
حال کے بموجب فرمایا کہ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ
اِلَیَّ کما مر بیانہ سابقاً پس جو دعاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
جناب باری میں کی تھی وہی قبول فرمائی گئی لیکن یہ بات نہ قرآن
مجید سے ثابت ہو سکتی ہے اور نہ اناجیل سے کہ حضرت عیسیٰؑ نے
آسمان پر چڑھ جانے کے لیئے دعا کی تھی اور نہ نظم کلام الٰہی متضمن
اجابت دعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھائے گئے
صرف ان کی موت طبعی حتف انف کے طور پر اور الی اللہ مرفوع ہونا

خلاف مزعوم یہود مردود کے البتہ ثابت ہوتا ہے ہاں اگر احادیث دعا میں یہ جملہ ہوتا اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَی السَّمَآءِ بِجَسَدِکَ الْعُنْصُرِیِّ تو البتہ گنجایش تھی کہ حضرت عیسیٰ نے خود بھی یہ دعا کی ہوگی کہ یا اللہ مجھکو جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لے واین ہذا من ذالک اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ علی ہذا القیاس معنی قبض کے لئے حسب تقریر مذکور خیال فرماویں اگر مراد آپ کی اس سے قبض روح بطور وفات ہے تو فبہا اور اگر قبض روح مع جسد ہے جس کو آپ آسمان پر اٹھا لینا سمجھ رہے ہیں تو اس محاورہ کا ثبوت آپ کی ذمہ ہے جو کبھی قیامت تک بھی آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ اور آپ جو ازالہ اوہام پر بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں کہ اس میں مناط تردید نسبت صدوری کو لکھا ہے حالانکہ آیت میں مناط تردید نسبت وقوعی ہے۔ آپ کی خوش فہمی اس نکتہ چینی سے ناظرین کو معلوم ہو گئی ہوگی۔ اس وقت میرے پاس ازالہ موجود نہیں ہے جو اس کی طرف مراجعت کرتا مگر یہ عرض ہے کہ جب کہ نسبت صدوری اور نسبت وقوعی فعل متعدی ہیں مثلاً قتل و صلب میں باہم تلازم ہے تو پھر کون سا اعتراض ازالہ پر وارد ہو سکتا ہے کیونکہ متلازمین میں ایک کا ذکر ایسے محل پر دوسرے کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے اور آپ نے ہمارے رسائل کو نہیں دیکھا جو اناجیل سے بعض اقوال کے پیش کرنے پر آپ ایزاد کرتے ہیں اے حضرت آیات مذکورہ کی تفسیر میں اول ہم نے سیاق و سباق قرآن مجید کو لیا ہے اور بحکم یفسر بعضہ بعضاً کے دیگر آیات بینات اور نصوص قطعیہ سے استدلال کیا ہے۔ اور ثالثاً احادیث اصح الصحاح صحیح بخاری سے تمسک کیا ہے اور رابعاً دیگر احادیث کو جو ان احادیث صحیحہ کی مؤید ہیں بھی اخذ کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور روایات انجیلی کو بھی واسطے تائید اور اسکات و افحام مخالفین پیروی اسلام یعنی عیسائیوں کے

نمبر اخیر پر لے یا ہے اور قضیہ حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج آپ کے مسلمات سے ہے کما مر مفصلاً پھر فرمائے کہ اس میں کیا حرج ہے غرض کہ آپ اس بحث معرکۃ العلما میں داخل ہو کر عجیب مصیبت میں پڑ گئے ہیں نہ مذہب باطل کو ترک کیا جاتا ہے کہ مرید برگشتہ ہو جاویں گے یا اُن کے اوپر آپ کو ذلت جہالت کی واصل ہو گی اور نہ باطل کا احقاق ہو سکتا ہے کہ مضمون جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ ہماری طرف سے برابر پہونچ رہا ہے ہر دو مشکل

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

افسوس جہالت ایسی مرض ہے کہ ہزاروں اردو خوانوں سادہ لوحوں کی مہلک ہو رہی ہے نہ تو مثل صحابہ کے مہارت لسانی اور اشراق نوری ہے کہ راہ راست پر فہم مراد ہی چلیں اور نہ استعداد علمی کہ فصاحت اور بلاغت اور سباق اور مقتضی حال کے ملاحظہ کرنے کے بعد معنی مراد کو سمجھیں فقط مشعل راہ ایک شخص عوزلہ کو جس کا مصداق برعکس نہند نام زنگی کا فور کے ہے بنا رکھا ہے اللہ ہدایت کرے اس عوزلہ کی ماہیت واقعی سمجھنی ہو تو رسالہ فارسی کے رد کو دیکھو گے تب معلوم ہو گی۔

قولہ یہ استشہاد اُن کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباس کی قول سے پکڑا تھا۔ آہ۔

اقول ہاں یہ استشہاد ہمارا ویسا ہی ہے اور بموجب قواعد تعادل اور ترجیح ادلہ کے جو علم اصول میں مندرج ہیں یوں ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ قضیہ مشہور اور مسلمہ ہے کہ خذ ما صفا و دع ما کدر ہم اس جگہ پر چند قواعد علم اصول کے ایسے تحریر کرتے ہیں کہ ناظرین منصفین کے لئے ان مسائل متنازعہ فیہا کے فیصلہ میں کام آویں وہی ہذہ۔ اما الترجیح فھو تقویۃ

جواب صفحہ ۵۹ بیان قواعد تعادل و ترجیح

احد الطرفین علی الاخر فیعلم الاقوی فیعمل بہ و یطرح الاخر و القصد منہ تصحیح الصحیح و ابطال الباطل و للترجیح شروط الاول التساوی فی الثبوت فلا تعارض بین الکتاب و خبر الواحد الا من حیث الدلالۃ ـ الثانی التساوی فی القوۃ فلا تعارض بین المتواتر والاحاد بل یقدم المتواتر بالاتفاق کما نقلہ الجوینی ـ من نظر فی احوال الصحابۃ و التابعین و تابعیہم و من بعدہم وجدہم متفقین علی العمل بالراجح و ترک المرجوح و الترجیح قد یکون باعتبار الاسناد و قد یکون باعتبار المتن و قد یکون باعتبار المدلول و قد یکون باعتبار امر خارج ـ و یرجح ما کانت الوسائط فیہ قلیلۃ و ذلک بان یکون اسنادہ عالیا ـ و ترجح روایۃ من کان فقیہا علی من لم یکن کذلک لانہ اعرف بمدلولات الالفاظ ـ و ترجح روایۃ من کان عالما باللغۃ العربیۃ لانہ اعرف بالمعنی ممن لم یکن کذلک و یقدم ما دل علی المراد بغیر واسطۃ علی ما دل علیہ بواسطۃ ـ تقدم الاحادیث التی فی الصحیحین علی الاحادیث الخارجۃ عنہما ھکذا فی حصول المامول من علم الاصول نقلت منہا منتخبا للقواعد التی یحتاج الیہا جو شخص ان قواعد کی رعایت کرے گا وہ ان مسائل متنازعہ فیہا میں فیصلہ حقہ کر سکتا ہے مثلا وہ اثر ابن عباس کا جو صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ متوفیک ممیتک یا وہ حدیث جو اسی اثر کے ذیل میں باسناد بخاری منقول ہے کہ فاقول کما قال العبد الصالح آہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توفی اور حضرت عیسی کی توفی کو بلا تغییر و تبدیل الفاظ کے یکساں ارشاد فرمایا ہے وہ برعایت تمام قواعد عشرہ مذکورہ کے واجب الاخذ ہے اور جو قول ابن عباس یا کسی تابعی کا یا مفسر

کا کائنا من کان تفسیر عباسی یا کسی دوسری تفسیر میں مندرج ہو درصورت تعارض کے وہ واجب الترک ہے نظر اور غور کرو قواعد عشرہ پر علی ہذ القیاس ہر ایک بحث میں مسائل متنازعہ فیہا کے ان قواعد عشرہ کی رعایت سے حق واضح ہو جاوے گا و تلك عشرة کاملة - مؤلف صاحب نے اس جگہ پر ایک اور اپنا کمال ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحب کشاف کی عبارت جو مؤلف نے نقل فرمائی ہے اُس میں متوفیک کے معنی ممیتک دو جگہ لکھے ہیں اول ممیتك حتف انفك لا قتلا بایدیہم اور دوسرے قیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء و ہا ھك الاٰن اس پر مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے متوفیک کے معنے جو ممیتک لکھے ہیں اس معنی کو بسبب لانے صیغہ تمریض کے خود ضعیف کر دیا ہے ایہا الناظرون دیکھو یہ کس قدر دجل عظیم مؤلف صاحب کا ہے کیونکہ صاحب کشاف نے جو قیل کے تحت میں ممیتک لکھا ہے اس کو بقیود فی وقتک بعد النزول من السماء سے تو ہی مقید کر دیا ہے پس وہ ممیتک جو مقید ہو بقیود فی وقتک بعد النزول من السماء آہ وہ قول صاحب کشاف کے نزدیک مرجوح ہے نہ وہ ممیتک جو مقید ہو بقید حتف انفک لاقتلا بایدیہم کے کیونکہ یہ قول تو اول ممبر پر لکھا گیا ہے اور قیل کے تحت میں نہیں ہے اور شاید اسی خیال سے کہ یہ دجل ادنی تامل سے اہل انصاف پر واضح ہو جاوے گا مؤلف صاحب صفحہ ۶۰ کے حاشیہ میں باوجود متمسک ہوا گردانے عبارت تفسیر کشاف کے فرماتے ہیں کہ اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا ہے انتہی بلفظہ -

اور ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ جن وجوہ

جواب صفحہ ۶۰ و ۶۱

ثمانیہ ٭ سے مؤلف نے ہمارے مذہب حقہ پر جرح کیا ہے اس کا رد ہم ادلہ قاہرہ سے کر چکے ہیں اور مسلمات مؤلف ہی سے کالشمس فی نصف النہار واضح ہو چکا ہے اور حتی الوسع توفیق و تطبیق بین المتعارضات بھی ایسی کردی ہے جو مخالفین کے مذہب کے بموجب قیامت تک ہرگز نہ ہو سکے گی و للہ الحجۃ البالغۃ۔

اور یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ جس طرح پر آیت یٰعِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ حسب اقرار مؤلف کے در صورت بطلان اُن معنی خیالی مؤلف کے جو آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے تصور کئے ہیں منافی مذہب مؤلف کے ہے اسیطرح پر آیتہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور وان من اهل الکتاب بھی مخالف مذہب مؤلف کے ہے اور آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کوئی تعلق مذہب مخالفین سے نہیں ہے کیونکہ سیاق وسباق آیت میں نزول عیسیٰ بن مریم کا کہیں پتہ اور نشان نہیں ہے اور اس بارہ میں جو مفسرین روایات لکھتے وہ صرف اپنے خیال کے بموجب جو ہم پر حجت نہیں اور احادیث صحیحہ بھی منافی مذہب مخالفین کے ہیں آگے

٭ وجوہ ثمانیہ مولف کے یہ ہیں وجہ اوّل بطلان مذہب اہل حق بشہادت کلمہ بل وجہ دوم اتحاد مرجع ضمیر ما قتلوہ و بل رفعہ اللہ الیہ وجہ سوم اللہ تعالےٰ کا حکایت فرمانا افترا اور بہتان یہود کو اور قتل بالصلیب کی نفی کرنی اور رفع جسمی از روایت ہاے کثیرہ وجہ چہارم دلالت آیت و ان من اہل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ و یوم القیمۃ یکون علیہم شہیدا وجہ پنجم وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا مسیح بن مریم سے کہ میں تم کو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا وجہ ششم اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بل کے یعنی بل رفعہ اللہ الیہ ساتویں وجہ وانہ لعلم للساعۃ (۸) ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا- ان جملہ وجوہ ثمانیہ کا ابطال بجوابہاے شافی وکافی ہم ایسا لکھ چکے ہیں کہ باقی رسالہ کے جواب کی کچھ حاجت نہ تھی لاکن تبرعاً ہم نے کل لغویات کا جواب دیا ہے- منہ

رہیں وہ روایات رکیکہ و متعارضہ متمسک بہا مخالفین کے سو وہ
حسب قواعد عشرہ مذکورہ کے ساقط عن الاعتبار ہیں پس ہم کو کوئی
ضرورت پڑی ہے کہ ہم قرآن مجید کی آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ
وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ میں تقدیم و تاخیر مان کر اصلاح کلام الٰہی کی کریں
جس سے انواع انواع کے فساد لازم آتے ہیں کما مر بیانہ و نعوذ
باللہ منہا اور مؤلف نے * جو آخر عبارت میں وجہ تضعیف
معنی ممیتک کی بیان کی ہے وہ بھی قابل دیدنی ہے کیونکہ جبکہ
ثابت ہو چکا کہ متوفیک کے معنے ممیتک ہی ہیں پھر وہ ضعیف
کیونکر ہو سکتے ہیں کما ثبت سابقاً ای مؤلف صاحب وجہ اس
کی تضعیف کی تو صرف یہی ہے کہ اس میں محض اپنی طرف سے
بلا کسی قرینہ اور دلیل کے انضمام قیود خارجہ عن المدلول یعنی الآن
اور بعد النزول کا کیا گیا ہے و بس اور حاشیہ صـ۹ میں جو مؤلف
القول الجمیل پر ایراد کر کر پھر ازالہ اوہام پر اعتراض کرتا ہے وہ
بھی اس کی خوش فہمی ہے القول الجمیل ہمارے پاس نہیں اور نہ ازالہ
اوہام موجود ہے جو انکی طرف مراجعت کی جاوے مگر یہ تو ظاہر
ہے کہ جیسا کہ حضرت اقدس ع توفی کے معنے موت کے اس جگہ لیتے ہیں
صاحب کشاف کی عبارت سے صاف ثابت ہے کہ اس کے
نزدیک بھی صحیح بلکہ اصح معنے توفی کے موت کے ہی ہیں پس
عبارت کشاف کی بالضرور شاہد ہے واسطے لینے معنی توفی کے

وقت معارضہ کے مردود کو بالضرور پیش نظر رکھو کہ لطف
کامل حاصل ہو تعرف الاشیاء
باضدادھا قضیہ مسلمہ ہے۔ منہ

جواب ص ۹ ۲۰۴

موت کے لئے اور مؤلف جو ایراد کرتا ہے کہ ایام الصلح کے اخیر میں انکار فرشتوں کا کیا گیا ہے اُس کا جواب صرف یہ ہے کہ لعنۃ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ حیا بھی نہیں آتی خود پھسلنا اور دوسرے پر ہنسی اور تمسخر کرنا بلکہ کافر کہنا کیا صوفیار گدی نشینوں کی یہی شان ہے نعوذ باللہ من اناس تشیخوا قبل ان یشیخوا

قولہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے آہ

اقول سابق میں ہم ادلہ یقینیہ سے ثابت کرچکے ہیں کہ آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے مراد رفع روحانی ہے نہ رفع جسمانی اور مؤلف خود اپنی کتاب میں جو شمس الہدایت علی حیات المسیح ہے یا شمس الہدایت فی وفات المسیح ہے لکھ چکا ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک حضرت عیسی کا رفع برزخی یعنی روحانی ہوا ہے اور رفع برزخی کے لئے ضروری ہے کہ بعد الموت ہو پھر آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کیونکر دلیل صارف ہوسکتی ہے اس امر کے لئے کہ اصلی معنی مراد متوفیک یا توفیتنی کے چھوڑ دے جاویں اور معنی بھی وہ کہ تمام **قرآن** مجید میں تمام **احادیث** میں تمام **محاورات** عرب میں تمام کتب **لغات** میں اُس محاورہ کے وہی معنی مراد اہل لسان کے ہیں لاغیر۔ یا بلا فوائد مقتضائی علم فصاحت و بلاغت کے تقدیم و تاخیر نظم کلام الٰہی میں کی جاوے جس سے طرح طرح کے مفاسد لازم آتے ہیں کمامر بیانہ مفصلاً۔ آگے رہا اثر ابن عباس کا جس میں اقسام اقسام کے تعارضات سابق میں ہم بیان کرچکے ہیں سو اُس کا اسرائیلیات سے ہونا اور اہل کتاب سے منقول ہونا ظاہر ہے کیونکہ رفع جسمانی اور نزول جسمانی کا مسئلہ اہل کتاب ہی کے یہاں تھا اور اسلام نے تو اُس کو بڑے شد و مد سے نفی کیا ہے اب دیکھو کہ یہود تو اب تک بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایلیا نبی جسم

عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور اُن کے نزول کو بھی جسمانی اعتقاد کر رہے ہیں اسی لئے اُنھوں نے عیسیٰ بن مریم کو اب تک نبی نہیں مانا کیونکہ اُن کے اعتقاد کے بموجب جس کا متمسک یہ توراۃ ہے ایلیا نبی کا نزول جسمانی آسمان سے اب تک نہیں ہوا آگے رہا مذہب نصاریٰ کا سو وہ بھی رفع جسمانی مسیح اور نزول جسمانی مسیح کے معتقد ہیں آپ خود صفحہ ۴۶ میں رسولوں کے اعمال پہلے باب سے اس کو مشرح لکھ چکے ہیں اور قرآن مجید نے بھی اس مسئلہ کو اہل کتاب کی طرف منسوب کر کر نفی اور رد کیا ہے دیکھو آیت اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ کو وَيَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ وغیرہما کو پس ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ مخترعہ رفع اور نزول جسمانی کا مختص باعتقادات باطلہ اہل کتاب ہے جس کی نفی اور رد اسلام بڑے زور و شور کر رہا ہے حتیٰ کہ آپ نے بھی اقرار کرلیا ہے کہ اہل تحقیق کا مذہب رفع جسم برزخی کا ہی ہے یعنی رفع روحانی ہے پس نزول بھی روحانی ہوگا۔ آگے آپ جو یہ کہتے ہیں کہ ابن عباس اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے اس کی نسبت یہ گذارش ہے کہ پیشین گوئیوں میں قبل از وقوع اکثر ایسا وہم خلاف واقع اہل علم کے خیالوں میں بھی پیدا ہوجاتا ہے بلکہ ملہم کی رائے بھی خلاف نفس الامر کی طرف مائل ہو جاتی ہے مگر قبل از وقوع کے ہے نہ بعد از وقوع یاد کرو فذهب وهلى کو اور اگرچہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع بجسم عنصری ہونے مسیح کے قائل نہیں لیکن ابن عباس نے شاید اس کو اُن کی غلطی خیال کر کر یہ وہم کیا کہ صحیح یوں ہے کہ یہ قصہ رفع کا قبل از واقع صلیب واقع ہوا ہے اور یہ سب تاویلات اثر ابن عباس کی ہم برعایت تمھارے کرتے ہیں ورنہ ہم اس اثر کو بسبب تعارضات مندرجہ اس کے متن کے اور نیز بوجہ تعارض نصوص قطعیہ

کے ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں نظر کرو قواعد عشرہ مذکورہ پر۔ اور پھر یہ عرض ہے کہ اگر اس اثر کو ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع فرماتے تو کسی نہ کسی حدیث مرفوع صحیح یا ضعیف میں اس کا نشان اور پتہ ضرور ملتا کیونکہ اللہ تعالے کے ایک عجائبات قدرت میں سے تھا اور ایک معجزہ عظیم الشان تھا بلکہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر بالضرور ہونا چاہئے تھا برعکس اس کے قرآن مجید جا بجا ایسے خرق عادت کی نفی فرما رہا ہے اور علاوہ ان سب کے خود اُسی اثر میں تین وہ مذاہب بیان کئے گئے ہیں جو اہل کتاب سابق کے ہی ہیں نہ اہل اسلام کے پس جب کہ اس قدر قرائن موجود ہیں تو پھر اُس اثر کے اسرائیلیات ہونے میں کیا شک باقی رہا اور جو کچھ وجہ دوم میں مؤلف نے لکھا ہے سو پہلے ہم ثابت کرچکے ہیں کہ جو معنی وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے مخالفین کرتے ہیں وہ محض غلط ہیں کیونکہ ان معنی کے لینے میں حرف لکن کا تمام نظم و نسق کلام الٰہی میں فوت ہوجاوے گا جیساکہ سابق میں ہم اس بحث لکن کو مفصل کرکر لکھ چکے ہیں فلیرجع الیہا۔

قولہ تیسری وجہ۔ آہ۔

اقول اگرچہ اس وجہ کا رد کافی و جواب شافی سابق میں ہم مسلمات مؤلف اور دلالت سباق و سیاق آیت سے کرچکے ہیں مگر لحاظ عجنبی ہونے مخاطب کے پھر دوبارہ ایک مختصر تقریر اور تفسیر آیت کی حسب دلالت سباق و سیاق نظم کلام الٰہی کے اور نیز حسب مسلمات مؤلف کے یہاں پر بھی کئے دیتے ہیں واضح ہو کہ آیت مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے ثابت ہے کہ یہود کے قول میں جو قتل مسیح بن مریم واقع ہے اُس سے مراد قتل صلیبی ہے کیونکہ یہود کا مقصود حضرت عیسی کے قتل سے نفس قتل نہ تھا بلکہ مقصود اُن کا قتل بالصلیب تھا اور مؤلف کو بھی اس کا چندجگہ

(حاشیہ: ۶۲ صفحہ ۱۶۸ ازالہ)

اقرار ہے اور سر اس میں یہ تھا کہ حسب توریت اور اعتقاد اُن کے
کے یہی قتل صلیبی موجب ملعونیت تھا توریت میں اب تک یہ مسئلہ
مندرج ہے کہ قتل صلیبی موجب لعنت کا ہے اور اعتقاد یہود کا
بھی اب تک یہی ہے کہ قتل صلیبی موجب لعنتی موت کا ہے پس
اسی قتل صلیبی کو متعدد وجوہ سے اللہ تعالے نے نفی فرمایا ہے
کیونکہ کلام بلیغ مقتضائے حال کے موافق ہونا چاہیے اور حال
یہود کا یہ تھا کہ انھوں نے اپنے قول کو چند تاکیدات کے ساتھ
مؤکد کیا تھا اور کہا تھا کہ انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم
رسول اللہ حرف ان اور تکرار ضمیر متکلم مع الغیر وغیرہ علت تاکید
ہیں اور لفظ رسول اللہ کا جو استہزاءً کہا گیا ہے اُس سے یہود
کا یہ مقصود ہے کہ اگر عیسی بن مریم رسول اللہ ہوتا تو مقتول
بالصلیب جو موجب ملعونیت ہے کیوں ہوتا غرض کہ اس سے
مقصود یہود کا یہ تھا کہ مسیح عیسی بن مریم نعوذ باللہ مردود اور ملعون
رہیں جس کا رد اللہ تعالیٰ نے بہ چند وجوہ فرمایا ہے لہذا اللہ تعالیٰ
نے اولاً فرمایا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ چونکہ مسئلہ رسالت عندالیہود
ایک مسئلہ عظیم الشان ہے لہذا واسطے اثبات رسالت عیسی بن
مریم کے اللہ تعالےٰ نے اس قتل بالصلیب کی اولا محض نفی فرمائی
اور ارشاد ہوا کہ قتل بالصلیب واقع ہی نہیں ہوا لیکن اب اس کلام
سے یہ وہم پیدا ہوا کہ قتل بالصلیب مطلقا جب واقع نہیں ہوا
تو پھر اس کی کیا وجہ کہ ہر دو فریق یہود و نصاریٰ باتفاق قتل صلیبی
کے معتقد ہیں سو اس وہم ناشی عن السابق کو بحرف لکن جو استدراک
کے لیئے آتا ہے دفع کیا گیا اس طرح پر کہ حضرت عیسی یہود کے لئے
مقتول بالصلیب کے ساتھ مشابہ کیئے گئے یا قتل حضرت عیسی کا
قتل صلیبی سے مشابہ کیا گیا اور صورت واقعہ یہ ہوئی تھی کہ اول تو
صلیب اُس وقت کی ایسی نہ تھی کہ مصلوب اُس پر معًا فوت ہو جاوے

۱۰ | ۵ | ۱۷

دوسرے دو ایک ساعت میں حضرت عیسی صلیب پر سے اُتار لئے گئے کیونکہ واقعۂ صلیب وقت شام جمعہ کا دن تھا جیسا کہ مؤلف کو بھی اس کا اقرار ہے اور یہود کے یہاں بسبب تعظیم یوم السبت کے لیلۃ السبت اور یوم السبت کو کوئی مصلوب صلیب پر چڑھا نہ رہتا تھا اور چونکہ حضرت عیسی بسبب مصائب حوالات اور شدائد صلیبی کے ناتوان اور ضعیف ہو گئے تھے اور نیز بے ہوشی بھی وارد ہوگئی لہذا بسبب بے ہوشی کے مشابہ مقتول بالصلیب کے یہود کے لئے کیے گئے اور پھر اُسی کی تائید فرمائی جاتی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسی کے مقتول ہونے میں اختلاف کیا ہے وہ اسی قتل کے بارہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور علم یقینی اس واقعہ کا ان کو کچھ بھی حاصل نہیں ہے اور جو کچھ انھوں نے کہا ہے اٹکل اور تخمین سے کہا ہے اور یقینا اُنھوں نے قتل نہیں کیا یعنی قتل بالصلیب نہیں کیا جس کے سبب وہ مصلوب ملعون ہوجاتا ہے بلکہ اللہ تعالے نے اس کو اپنا مقرب اور مرفوع کیا ہے اور مرفوع و مقرب کیونکر نہ کرتا کہ وہ عزت والا اور صاحب حکمت ہے یعنی اپنے رسولوں کو لعنتی موت سے محفوظ رکھتا ہے جو اُس کی عزت کا مقتضا ہے اور کسی کو رسول کرکر لعنتی موت سے نہیں مارتا یہ اُس کی حکمت کا تقاضا ہے اور جتنے اہل کتاب ہیں سب کے سب اس مضمون بالا پر یعنی اپنے شاک اور متردد ہونے میں قتل بالصلیب سے پیشتر موت سے ہی ایمان و یقین رکھتے ہیں اور ایسا ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ جب اول ہی سے کسی واقعہ کے وقوع میں شک اور تردد پڑ جاتا ہے تو پھر متاخرین اُس واقعہ کو متیقن الوقوع نہیں گردان سکتے اور قیامت کے دن خود حضرت عیسی اہل کتاب پر ان کے ان افعال شنیعہ کی جو اُن کے ساتھ کیے گئے گواہی دیویں گے کہ با وجود ان تمام منصوبوں کے یہود ناکام رہے اور حضرت عیسی کامیاب ہوگئے کہ قتل صلیبی سے بچ نکلے پس یہود کی رسوائی دنیا میں بھی ہوئی

اور آخرت میں بھی ذلت اور رسوائی ان کی گواہی سے ان کو ملے گی
اب ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاکیدات واسطے نفی قتل کے جو
مکرر سہ کرر کی گئیں ہیں اس کا سِر یہی ہے کہ حضرت عیسٰی ملعون نہیں ہیں
بلکہ رسول اور نبی برحق اور مرفوع الدرجات ہیں اور نیز مسئلہ کفارہ
عیسائیوں کا سرتاپا غلط ہو گیا۔ اب مؤلف کے قاعدہ قصر قلب کو اُسی پر
قلب کرتے ہیں کہ آیت مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ از قبیل قصر قلب
منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے ہے اور تنافی الوصفین اگرچہ
بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لئے مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا
دوسرے وصف کے لئے بالاتفاق ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد
برعکس ما یذکرہ المتکلم مقصود ہو اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت
منافی ہے قتل صلیبی کو اور قتل صلیبی منافی ہے رفع عزت کو اور
بہ موجب احکام توریت اور عقائد یہود کے مقربین مقتول بالصلیب
نہیں ہو سکتے اور جب کہ معنی رفع کے تقریب کے ہیں دیکھو مفردات
راغب اصفہانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ الرفع التقریب اور تقریب
عام ہے خواہ بعد موت کے ہو یا قبل اس کے تو ارادہ رفع روح کا یعنی
مقرب الی اللہ ہونا کب مستلزم ہے جمع بین الحقیقت و المجاز کو کیونکہ ہم
ثابت کر چکے ہیں کہ درصورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اپنے
حقیقی معنوں میں رفع مستعمل ہوا ہے نہ مجازی معنوں میں اور نہ مقتضی
ہے وقوع کذب کو آیت مذکورہ میں کیونکہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے
ہیں کہ محکی عنہ یعنی مرفوع الدرجات ہونا حضرت عیسٰی کا قبل واقعہ
صلیب کے بھی موجود ہے بعد ملاحظہ ماضویت * اضافیہ کے
اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطا سے ملا
ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطا کے ہوتی

* ہم کب کہتے ہیں کہ ما بعد بل کے ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول ہے جو محل فصاحت ہو۔ منہ

ہے اور بالخصوص قصر بطریق العطف وجوبا نص علی المثبت و المنفی کا مقتضی ہوتا ہے بنابر علیہ آیت میں واسطے ابطال ملعونیت مسیح کے جو مزعوم یہود کا تھی تصریح رفع روحانی کی ضروری تھی جو کی گئی اور موت طبعی کا ذکر متوفیک کے ضمن میں آگیا ہے دیکھو عبارت صاحب کشاف کی جو خود ممتنع صفحہ ۵۹ میں نقل کی ہے بس بے محل عبارت بل بقی حیاً ثم توفہ اللہ و رفعہ الیہ کا زیادہ کرنا فصاحت و بلاغت قرآن کریم کو جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا ہے مخل ہے یہاں تک تو کلام بر تقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بل کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اس کو حرف ابتدا کا کہا جاوے تو بھی ارادہ معنی رفع جسمی کا مخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطا وصواب اور دھوکا نکالنے کے تصریح بہ مثبت و منفی ضروری ہے اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں بانحصار کلمہ بل کے معنے انتقال ہی میں جس وقت مابعد اس کے جملہ ہو کیونکہ آیۃ مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب کے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ ہماری طرف سے جو شہادت نظائر لفظ توفی کے ارادہ معنی موت کے لئے پیش کی جاتی ہیں بعد مؤید ہونے نص مذکور کے ارادہ موت کے لئے واجب السماعت ہیں بلکہ میں عرض کرتا ہوں بالفرض اگر نص مذکور مؤید بھی نہ ہوتی تاہم شہادت مذکورہ علت موجبہ ارادہ معنی موت کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی سے بالضرور تھی کیونکہ لفظ توفی جبکہ ہزاروں جگہ اسی ایک قبض روح کے معنوں میں محاورہ توفاہ اللہ میں مستعمل ہوا ہے لاغیر چنانچہ مؤلف صفحہ ۵۲ میں خود اس کا مقر ہو چکا ہے و المرأ یؤخذ باقرارہ تو معنی مزعوم مخالفین کے نہ جب کہ قرآن مجید میں آئے ہیں نہ احادیث میں نہ محاورات عرب میں نہ کتب لغات میں تو پھر اس کے کیا معنے کہ بعد قیام قرینہ صارفہ کے

اُس سے اور معنی مغائر اُس معنی اول کے لے سکتے ہیں کیونکہ اور معنی تو اُس قسم کے محاورہ کے کہیں آئے ہی نہیں اور یہ تو مخالفین کی بڑی جہالت اور سفاہت ہے کہ صرف وہی اقوال جو متعلق معنی مخترعہ لفظ متنازعہ فیہ کے ہیں اُن کو اپنے استدلال میں پیش کرنا کیونکہ یہ تو مصادرہ علی المطلوب ہے جو ہرگز جائز نہیں ایسے محل پر واسطے اجتناب کرنے مصادرہ علی المطلوب سے دیگر نظائر کا پیش کرنا ضروری ہے جو نہ آج تک مؤلف صاحب نے اور نہ اور کسی نے پیش کیا ہے اور ایسے معنی مخترعہ کے سلئے نہ وہ حدیث جو اُن معنی پر دال نہ ہو قرینہ ہو سکتی ہے نہ اور کچھ۔

قولہ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے الی قولہ اور پھر رسالہ فارسی ملاحظہ فرمادیں۔

اقول اس قول میں جو مؤلف صاحب نے اغلاط کئے ہیں بسبب طول کلام کے ہم اُس میں گفتگو نہیں کر سکتے صرف اس قدر ناظرین کو متنبہ کئے دیتے ہیں کہ جو الفاظ بطور نظیر کے توفی کے لئے مثل لعل اسف مصباح صلوٰۃ کنز قنوت اور بروج کے لکھے ہیں ان کو دوسرے معنے خواہ لغوی ہوں یا مجاز کے طور پر کلام عرب میں مستعمل ہوئے ہیں بہ خلاف محاورہ توفاہ اللہ کے کہ سوائے قبض اللہ روحہ کے اور کسی معنوں میں مستعمل ہی نہیں ہوا پس قیاس کرنا محاورہ توفاہ اللہ کا اوپر لفظ لعل وغیرہ کے کیسا قیاس مع الفارق ہے ورنہ مؤلف ثابت کرے کہ سوائے متوفیك اور فلما توفیتنی کے جو متنازعہ فیہ ہے کلام عرب میں کون سی ایسی نظیر توفی کی ہے جس سے معنے توفیتنی کے اقبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہو اور بل رفعہ اللہ الیہ کا مؤید ہونا واسطے لینے معنی موت کے متوفیک اور توفیتنی متعدد جگہ پر ثابت ہو چکا پس یہ آیت غیر معنی موت کے لئے کیونکر قرینہ ہو سکتی ہے جب

۱۸۸۱ء

کہ کسی جگہ پر معنی توفاہ اللہ کے سوا قبض اللہ روحہ کے
آئے ہی نہیں اور جو نص قرآنی آپ نے پیش کی تھی وہ تو حسب
قرائن سیاق و سباق کے ہماری مراد میں یعنی رفع روحانی و تقرب الی
اللہ میں ہی محکم ہوگئی اور احادیث صحیحہ عرفاً بھی ہمارے مذہب کی ہی
مؤید رہیں اور کشف محی الدین بن عربی وغیرہ کا چونکہ کشف ذ
کشف ہے ہم کو مضر نہیں کما سیاتی فانتظرہ پس جب کہ مسیح بن مریم
کی وفات ادلہ قطعیہ سے ثابت ہوچکی اور آیت بل رفعہ اللہ
الیہ سے رفع جسمانی مراد لینا ممتنع ثابت ہوا پس در صورت
تعذر حقیقت کے مسیح بن مریم سے مراد بالضرور وہی بروز عیسی بن
مریم نہیں تو اور کیا مراد ہوسکتا ہے

تنبیہ

یہ تو ظاہر ہے کہ بعض احادیث متفق علیہ در بارہ نزول مسیح بن مریم
کے ساتھ قید منکم وارد ہیں چنانچہ اماکم منکم اور صحیح مسلم میں
یہ بھی ہے کہ فامکم منکم یعنی امکم بکتاب اللہ و سنت
رسولہ پس جس قدر احادیث کہ اس قید سے مطلق آئی ہیں خواہ صدہا
ہی ہوں وہ جملہ احادیث مطلقہ اس مقید پر محمول کی جاویں گی کیونکہ
قاعدہ متفق علیہا علم اصول کا ہے کہ مطلق مقید پر محمول ہوا کرتا ہے
ارشاد الفحول میں لکھا ہے الثانی ان یتفقا فی السبب والحکم
فیحمل احدھما علی الاخر اتفاقا و بہ قال ابوحنیفۃ و
رجح ابن الحاجب وغیرہ ان ھذا الحمل ھو بیان للمطلق
ای دال علی ان المراد بالمطلق ھو المقید وقیل انہ یکون
نسخا و الاول اولی وظاھر اطلاقھم عدم الفرق بین ان
یکون المطلق متقدما او متاخرا او جھل السابق فانہ یتعین
الحمل الحاصل خود مخبر صادق حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم
نے مراد اپنے ابن مریم سے صاف طور پر بیان فرما دی ہے کہ وہ مسیح بن

مریم موعود ایک امام کتاب و سنت کا ہوگا تمھیں میں سے اگر مراد
آپ کی یہ نہ ہوتی تو پھر قید امامکم منکم یا امکم منکم کا
کونسا فائدہ معتدبہا کلام متکلم بلیغ میں ہو سکتا ہے بینوا توجروا
باقی رہی یہ بات کہ ابن مریم سے مثیل ابن مریم مراد لینا کس قاعدہ
سے ہے سو علم معانی و بیان کا مطالعہ کرو جس سے ثابت ہوگا
کہ یہ محاورہ کلام عرب بلکہ دیگر السنہ میں بھی اس قدر کثرت سے پایا
جاتا ہے کہ اگر اس کے شواہد نقل کئے جاویں تو ایک دفتر طویل
ہو جاوے دیکھو تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اطلاق اسم الشی
علی ما یشابھہ فی اکثر خواصہ و صفاتہ جائز حسن
تفسیر کبیر صفحہ ۶۸۹ اور ہم نے اپنے رسائل مؤلفہ میں اس کے شواہد
قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی لکھے ہیں افسوس کہ مخالفین وہی
اپنی پرانی باتیں کئے جاتے ہیں جن کا ہم جواب شافی و کافی دے
چکے ہیں

قولہ اب حدیث مندرجہ فتوحات شیخ اکبر کی جس میں تاویل بہ مثیل عیسی ممکن
نہیں بیان کی جاتی ہے الی آخر الترجمہ یعنی الی قولہ مگر ہم صاحب
کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

اقول جیسا کہ شیخ اکبر کو اس قصہ کی صحت کشف معلوم ہوئی
ہے ایسا ہی اگر نضلہ بن معاویہ انصاری کا بھی یہ واقعہ کشفی ہی ہے
تو ہم کو مسلم ہے اور ہمارے واسطے کچھ مضر نہیں اور اگر جیسا کہ
آپ کے خیال میں ہے ویسے ہی عالم شہادت میں محمول علی الظاہر
واقع ہوا ہے تو بہ چند وجوہ فاسد ہے۔ اما اولا انکہ پتھر کے اندرون
کسی انسان کا سکونت کرنا بالکل غیر ممکن ہے کیونکہ اندرون پتھر کے
سنۃ ضروریہ اور دیگر حوائج انسانیہ کیونکر پورے ہو سکتے ہیں کما قال
اللہ تعالی وَ مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ و
غیر ذلک من الضروریات یہ حواری تو حضرت عیسی سے بھی

بڑھ گیا حضرت عیسی تو آسمان چہارم کی فضا میں ہی سکونت پذیر تھے مگر یہ حواری اندرون پتھر کے سکونت پذیر ہوا۔ ثانیاً پتھر پھٹ کر کسی انسان کا اس میں سے نکل آنا حضرت آدم کے وقت سے لے کر اس وقت تک کوئی نظیر اس کی نہیں ملتی العجب ایسے عجیب و غریب معجزہ کو ایک لشکر صحابہ کا معائنہ کرے اور پھر تعجب یہ ہے کہ محدثین اس کی تضعیف کریں اور پھر شیخ اکبر کو اس کی تصحیح کشف سے کرنی پڑے ان ہذالشئ عجیب اگر ایسا معجزہ عالم شہادت میں واقع ہوتا تو درجہ تواتر کو پہونچ جاتا خصوصاً جب کہ ایک لشکر صحابہ نے معائنہ کیا تھا۔ ثالثاً کسی انسان کا سر مثل چکی کے پاٹ کے ہونا محض غیر معتاد اور غیر مشاہد ہے ہاں جنات کی نسبت ایسی تمثلات سننے میں آیا کرتے ہیں مگر کسی انسان کا سر مثل چکی کے پاٹ کے کبھی نہیں سنا گیا اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو تو سب طرح کی قدرت ہے تو کہا جاوے گا کہ ہر کہ شک آرد کافر گردد اس کی قدرت میں کس کو کلام ہے یہاں تو ایسے قصہ کے وقوع میں کلام ہے کہ آیا واقع بھی ہوا ہے یا نہیں اللہ تعالے کو بالضرور سب طرح کی قدرت ہے اور یہ بھی قدرت ہے کہ مثلاً مخالفین کے سر یا مہر شاہ صاحب کا سر مثل چکی کے پاٹ کے ہوجاوے تو کیا مخالفین کے سر مثل چکی کے پاٹ کے ہوبھی گئے ہیں جواب اس کا یہی ہوگا کہ قدرت کسی امر پر اور چیز ہے اور وقوع اس امر کا اور چیز ہے ہاں اگر یہ قصہ نضلہ بن معاویہ انصاری کا ایک کشف ہو تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مثلاً زریب بن برتملا کو حضرت عیسی نے پیشتر اپنی روانگی کے طرف ہندوستان و کشمیر و تبت وغیرہ کے روانہ کر کر حلوان عراق میں (جو ہندوستان اور ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے) مقیم رہنے کو تا نزول اپنے کے اس مقام میں فرما دیا ہو اور بعد نزول حضرت عیسی کے اس پہاڑ میں اس کا انتقال ہوگیا ہو اور اس کو اسی جگہ پر حضرت عیسی نے دفن کردیا ہو اور جو

قصص زریب بن برتملا

کچھ فتوحات میں مذکور ہے یہ سب قصہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو کشف میں معلوم ہوا ہو تو اس میں کوئی فساد لازم نہیں آتا کہ عالم کشف میں اس قسم کے اسرار مشاہد ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور اگر نزول عیسی بن مریم کو زریب بن برثملا کے بیان کے موافق آخر زمانہ میں بھی مانا جاوے تو خود حضرت عیسی نے اپنے دوبارہ آنے کا فیصلہ نزول ایلیا کے قصہ میں فرما دیا ہے اور یوحنا کو فوت اور طبیعت ایلیا میں مان کر یوحنا کو بروزی ایلیا قرار دیا ہے پھر اسی فیصلہ کے بموجب اپنا دوبارہ آنا حواریوں سے بروزی طور پر بیان فرمایا کما حو مرنا ۲ سابقا ورنہ پھر آپ ہی فرماویں کہ جب کہ انکی نبوت کے ثبوت کے لئے بموجب پچھلی کتابوں کے نزول ایلیا کو ایک بڑی علامت گردانا گیا تھا اگر ایلیا بروزی طور پر بصورت یوحنا نہیں نازل ہوا تو پھر حضرت عیسی کی نبوت بموجب اناجیل کے کیونکر ثابت ہو سکتی ہے اور یہود پر کون سی حجت قائم ہو سکتی ہیں اور دیکھئے کہ یہود نے اسی مسئلہ بروزی کو جب تسلیم نہ کیا تو حضرت عیسی کی نبوت سے منکر رہے اور اب تک مکذب ہیں اور جو جو علامات آخر زمانہ کی زریب بن برثملا نے بیان کیں ہیں وہ سب اب موجود ہیں پھر اب نزول عیسی کا کیونکر نہ مانا جاوے اور ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ ہر ایک صدی میں جو مجدد آتا ہے وہ اپنے وقت کا مسیحا ہی ہوتا ہے۔ شعر

ابن مدد ما در اسلام چو خورشید عیاں   کہ بہر دور مسیحا نفسے مے آید

نواحی حلوان جس وقت میں فتح ہوا اُس کا فاتح بھی ایک قسم کا مسیحا ہی تھا اور اُس کا مقابل جو سردار نصاری کا تھا وہ ایک قسم کا دجال تھا ہاں اس زمانہ کا دجال بھی دجال اکبر ہے اور مسیح بن مریم بھی بڑا عظیم الشان مجدد ہے۔ رابعًا نضلہ بن معاویہ انصاری کا یہ کہنا کہ ثم غاب عنّا یعنی پھر زریب ہم سے بالکل غائب ہو گیا یہ جملہ بھی صریح

دلالت کرتا ہے کہ یہ سب معاملہ کشفی ہے ورنہ پھر غیبوبت دفعۃً کیسی خاصّاً جب کہ بہ موجب حکم حضرت عمرؓ کے سعد بن ابی وقاص ۴۰۰۰ مہاجرین اور انصار کے ساتھ ۴۰ روز تک دو بارہ اُسی مقام میں واسطے ملاقات زریب بن برثملا کے مقیم رہے اور وہاں پر اُس کو چار ہزار مہاجرین اور انصار جستجو اور تلاش کرتے رہے اگر زریب بن برثملا اُسی عالم شہادت میں زندہ تھا تو پھر اُن کو کیوں نہ ملا اور اگر کہا جاوے کہ اُس مقام سے کسی دوسرے مقام کو چلا گیا ہوگا تو کہا جاوے گا کہ با وجود وصیت حضرت عیسیٰ کے جو اُس کو واسطے سکونت رکھنے اُس جگہ کے کی تھی تو پھر اُس نے خلاف وصیت کیوں کیا اور پھر وہ وصی کیونکر رہا اور پھر ایسی مسافت بعیدہ پر کیوں چلا گیا کہ پھر اُس کا پتہ اور نشان چار ہزار مہاجرین اور انصار کو کہیں نہ ملا۔ اے مؤلف صاحب یہ سب اس قسم کے فضیحات نسوان اُمّت کے خیالات ہیں جنھوں نے کشفی امور کو عالم شہادت کا لباس پہرا دیا ہے مگر تمام رویا اور کشف کو محمول علی الظاہر کرنا خلاف تعلیم اسلام کے ہے و بس۔ اور مؤلف صاحب سے استفسار ہے کہ سعد بن ابی وقاص کی نسبت لفظ حتی تنزل بہذا الجبل موجود ہے اور زریب بن برثملا کے ہے نزل بہذا الجبل جملہ موجود ہے اور پھر مکرر سعد بن ابی وقاص کے لئے فنزل سعد اس حدیث میں لکھا ہوا ہے تو یہ لوگ کہاں سے نازل ہوئے تھے جو حضرت مسیح موعود بن مریم کی نسبت فقط ایک لفظ نزول سے چوتھے آسمان سے اُن کو اُتارا جاتا ہے۔ افسوس کہ ان مخالفین کو ایک لفظ نزول کی تحقیق بھی نہیں ہے جس کے معنے ایک جگہ سے دوسرے مقام پر اترنے کو کہتے ہیں و بس اور بڑا تعجب یہ ہے کہ یا تو نضلہ بن معاویہ انصاری بسبب قریب غروب ہونے آفتاب کے اور خوف فوت ہو جانے نماز عصر کے گھبرا گئے اور واسطے نماز عصر کے اذان دینے لگے اور پھر بعد اذان کے نماز عصر کا بھی کچھ خیال

نہ کیا اور ایک مدت تک وصی عیسی سے گفتگو کرنے لگے یہ گفتگو جو نضلہ
اور وصی عیسی کی اس حدیث میں مذکور ہے قریب دو گھنٹے سے کم میں
نہیں ہو سکتی بس ان کو یہ جملہ بھی بالکل یاد نہ رہا کہ حتی زھقت بہم
العصر و کادت الشمس تغرب فالجاء نصلہ السبی و الغنیمۃ
الی سفح الجبل ہاں اگر یہ قصہ کشفی قرار دیا جاوے تو اس صورت
میں کسی طرح کا استبعاد معلوم نہیں ہوتا ایک مدت دراز عالم
کشف میں آناً فاناً طے ہو سکتی ہے عجائبات عالم کشف کی نظیر
ہمارے واسطے عالم رویا موجود ہے فقس علیہ۔

حلوان عراق جس کا اس روایت میں مذکور ہے وہ
ایک بلدہ ہے متصل بلاد جبال کے مراصد الاطلاع میں لکھا ہے
منها حلوان العراق وهی اخر حدود السواد مما یلی الجبال الی
قوله وهی بقرب الجبل ولیس للعراق بقرب الجبل غیرها۔

قولہ اور پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث نواس
بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسی بن مریم بالمنارۃ
البیضاء شرقی دمشق آہ ہے

اقول ہم بڑے افسوس سے ناظرین کی خدمت میں عرض
کرتے ہیں کہ جن باتوں کا جواب شافی وکافی ہم دے چکے ہیں انھیں باتوں
کو بغیر جواب دیے مخالفین نقل کر دیتے ہیں چاہیئے یہ تھا کہ ہمارے
جوابوں کو رد کر کر ان باتوں کا اعادہ کیا جاتا نہ یہ کہ بغیر جواب دیے
انھیں پرانی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے چنانچہ حدیث نواس بن سمعان
کا جواب شافی وکافی ہم رسالہ تحذیر المؤمنین عن اکفار المسلمین
میں دے چکے ہیں لہذا اس جگہ پر اس کا اعادہ موجب طوالت پر
ملالت سمجھا گیا ناظرین اگر چاہیں تو تحذیر المؤمنین کا مطالعہ فرماویں
و بس۔

قولہ اب ہم بعد پیش کرتے حدیث کشفی محی الدین بن عربی

صاحب کے جو باسناد لکھی گئی ۔ آہ

اقول اے مؤلف صاحب ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ قصہ نضلہ بن معاویہ انصاری کا سب کشفی ہے اندریں صورت زریب بن برثملا حواری جو فوت شدوں میں داخل ہے عالم شہادت میں کیونکر آسکتا ہے وہ تو چار ہزار مہاجرین و انصار کو بھی نہ ملا باوجودیکہ چالیس دن تک وہ لشکر چہار ہزار مہاجرین و انصار کا اُس کی تلاش اور جستجو کرتا رہا مگر کہیں اُس کا پتہ نہ لگا پھر جب کہ حضرت عمر اور مہاجرین و انصار کو نہ ملا تو اب اُس کے ملنے کا مطالبہ بیجا مسیح موعود سے کس طرح پر کر سکتے ہیں ۔ اور شب معراج میں بھی جو معراج ہوا تھا ہم اُس کو بھی اپنے رسائل میں ثابت کر چکے ہیں کہ وہ ایک عظیم الشان کشف تھا پھر عالم ارواح میں جو مذاکرہ ہوا ہے آپ ان کانوں سے کیونکر سن سکتے ہیں کہ نہ بہ موجب آپ کے اقرار کے آپ کو وہ اشراق نوری اور انشراح صدری حاصل ہے جو ایسے عالم روحانی کی باتیں آپ سن سکیں اگر بے سننے کے لئے تو اور ہی کان ہوتے ہیں ۔

شعر

گوش خر بفروش دیگر گوش خر ۔۔۔ کیں سخن را در نیابد گوش خر

بھلا آپ کو وہ مذاکرہ بھی یاد ہے جو آیات ذیل میں ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ اور جب آپ اس مذاکرہ کا یاد ہونا ثابت کر دکھاوینگے تو ہمارے مسیح موعود اس آپ کے مذاکرہ مطلوبہ کا واقع ہونا بطور بروز کے ثابت کر دکھاوینگے ۔

قولہ اس کے بعد ہم ایک اور حدیث ۔ آہ ۔

اقول یہ قول محض خلاف ادلہ عقلیہ و نقلیہ کے ہے کما مرّ بیانہ مفصلا انه من مسلماتکم اور اگر معنی توفی کے ماخن فیہ میں انامت کے تسلیم بھی کئے جاویں تو پھر بھی مدعا آپ کا فوت ہے کیونکہ اگر حضرت عیسی کی توفی بطور انامت کے واقع ہوئی ہوتی تو بالضرور پھر دو پہر میں حد درجہ ایک دو دن میں جاگ اُٹھتے اور فیرسل الاخری کا مضمون پیدا ہوجاتا یہ کیسی انامت ہوئی کہ دو ہزار برس گذر گئے ابھی تک فیرسل الاخری کا مضمون واقع نہیں ہوا اس سے صاف ثابت ہوا کہ فیمسك التی قضی علیها الموت کا مضمون ہی واقع ہوا ہے کیونکہ آیت میں بموجب آپ کے اقرار مندرجہ صفحہ ۵۳ کے دو ہی صورتیں مذکور ہیں ایک ارسال دوسری امساک در صورت انامت کے ارسال واقع ہوتا ہے اور درصورت موت کے امساک جب ہم دیکھتے ہیں کہ قریب دو ہزار برس سے امساک ہی امساک ہے اور ارسال نہیں ہے تو بالضرور ماننا پڑے گا اُسی صورت کو جس میں امساک ہوتا ہے اور وہ موت ہے نہ انامت اور سورہ انعام کی آیت هو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنهار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمی میں جو توفی بمعنی انامت کے ہے وہ بھی رات بھر تک ہوتی ہے نہ دو ہزار برس تک بلکہ اس میں تو تصریح ہے کہ اللہ تعالے رات میں سُلا دیتا ہے اور دن میں اٹھا دیتا ہے حواشی بیضاوی میں لکھا ہے قال الزعفرانی ناقلا عن الامام النفس الانسانیة جوهر مشرق روحانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءه فی جمیع الاعضاء و هو الحیوة ففی وقت الوفات ینقطع ضوءه عن ظاهر البدن و باطنه و ذلك هو الموت و اما فی وقت النوم فینقطع ضوءه عن ظاهر البدن من بعض الوجوه ولا ینقطع عن باطنه فثبت ان النوم و الموت من جنس واحد

لکن الموت انقطاع تام و النوم انقطاع ناقص انتہی
پس اگر انقطاع ناقص ہوتا تو ضرور بحکم فیرسل الاخری کے حضرت
عیسی جاگ اُٹھتے اور جب کہ دو ہزار برس سے ابھی تک نہیں
جاگے تو معلوم ہوا کہ فیمسک التی قضی علیہا الموت کے
مصداق ہو گئے ہیں و بس۔ اور آیت فلما توفیتنی نے تمام نزاعکو
کا فیصلہ کر دیا پس مؤلف صاحب کا ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنا
کچھ مفید مدعا نہ ہوگا صفحہ ۶۹ و ۷۰ میں جو مؤلف نے بحث ارسال
وغیرہ کی عبث اور فضول کی ہے اُس کا کوئی نتیجہ حاصل نہیں
ہو سکتا اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ مرسل حدیث حجت ہے تو اسی
صورت میں ہے کہ معارض قرآن مجید کے نہ ہو نیز مخالف احادیث
مرفوعہ صحیحہ کے نہ ہو مگر در صورت تعارض کذائی کے مرسل کیونکر
حجت ہو سکتی ہے اور جب کہ در صورت عدم تعارض کے بھی اُس
کا یہ حال ہے کہ فذھب الجمھور الی ضعفه و عدم قیام
الحجة به تو در صورت تعارض کذائی کے کون اُس کو تسلیم کر سکتا ہے
لہذا ہم اُن اغلاط کا اظہار اس جگہ نہیں کرتے جو مؤلف نے
بہ صفحہ ۶۹ و ۷۰ بحث ارسال میں کیں ہیں۔ الغرض حدیث کہو
یا قول حسن بصری کا جو ابن کثیر میں ہے یعنی ان عیسی لم یمت و
انه راجع الیکم جو نص بل رفعه الله الیه کے مخالف ہے ہرگز
ہرگز حجت نہیں ہو سکتا اور آیت و ان من اھل الکتب الخ
اور وانه لعلم للساعة میں کوئی دلالت نزول جسمی مسیح
بن مریم پر نہیں ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ
خیالیہ مخالفین کا نصوص قرآنیہ کے مخالف اور تفسیر القرآن بالاحادیث
الصحیحہ کے بھی معارض ہے وماذا بعد الحق الا الضلال

قولہ ناظرین انصاف فرماویں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور
نون تاکید الی قولہ ایک جگہ بھی بمعنے حال یا ماضی کے نہیں آیا

نظائر لیؤمنن کی قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں۔

اقول اس جگہ پر مؤلف نے اپنے جہلا مریدوں کے لئے نظائر لیؤمنن کی بہت کثرت سے لکھکر فرمایا ہے کہ آپ ایک جگہ بھی قرآن کریم سے نہ سہی اہل لسان کے کلام میں ہی دکھلائیں کہ مضارع مؤکدہ بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ افسوس کہ وہی پرانی باتیں مولوی محمد بشیر کے رسالہ سے لکھدی ہیں اور یہ خبر نہیں کہ ہم نے اُن تمام نظائر کے معنے جو صحیح ہیں اپنے رسائل میں مشرح اور مفصل کر کر لکھدے ہیں جنسے مؤلف کے اعتراض کا جواب کافی وشافی حاصل ہوجاتا ہے جناب السید السند حواشی مطول میں فرماتے ہیں قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد و التقضی بحسب المقامات و وجه المناسبة ان الزمان المستقبل مستمر يتجدد شيئاً فشيئاً ان يراد بالفعل الدال عليه معنى يتجدد على نحوه بخلاف الماضی لانقطاعه و الحال لسرعة زواله الی اخر العبارة یعنی مضارع سے قصد استمرار کا علی سبیل التجدد اور تقضی کے بحسب مقامات کے قصد کیا جاتا ہے اور صیغہ مضارع کا جو واسطے دلالت کرنے کے اوپر استمرار کے خاص کیا گیا اور ماضی و حال کو استمرار کے لئے مقرر نہ کیا اُس کی یہ وجہ ہے کہ زمانہ مستقبل ایک ایسی شے مستمر ہے جو چیزے چیزے متجدد ہوتی رہتی ہے پس جو فعل کہ اُس زمانہ متجدد پر دلالت کرے اُسی کو دوام تجددی کے واسطے مقرر کیا گیا اور یہی مناسب تھا بہ خلاف ماضی کے کہ وہ منقطع ہو چکا اور زمانہ حال سریع الزوال ہے لہذا صیغہ حال دوام تجددی کے لئے مقرر نہ ہوا۔ اور نیز دوسری جگہ وہی السید السند لکھتے ہیں و قد يقصد فی المضارع الدوام التجددی و قد سبق تحقيقه ایضاً قال كما ان المضارع المثبت یفید استمرار الثبوت

یجوز ان یفید المنفی استمرار النفی و غیر ذلک من العبارات الصحیحۃ پھر اس صیغہ مستقبل کے دوام تجددی کے واسطے جیسا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں مستعمل ہونے میں کسی خلاف بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک مسئلہ اتفاقیہ علم بلاغت کا ہے اور ظاہر ہے کہ جب صیغہ مستقبل سے استمرار مراد ہوا تو پھر ازمنہ ثلاثہ بھی اسمیں شامل ہوگئے مثلاً آیت وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا میں لام تاکید اور نون تاکید موجود ہے لیکن اس جگہ پر مجرد استقبال مراد لیا جاوے تو معنے فاسد ہوے جاتے ہیں کیونکہ یہ وعدہ صرف زمانہ آیندہ کے لئے ہوا جاتا ہے اور حال میں جو لوگ مجاہدہ میں مشغول ہیں یا پہلے مجاہدات بجا لاچکے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی راہوں سے بے نصیب رہیں پس یہ معنے ہرگز مراد الٰہی نہیں ہیں بلکہ اس آیت میں عادت مستمرہ جاریہ دائرہ بین الازمنۃ الثلاثۃ کا بیان ہے جس کا حاصل مطلب یہی ہے کہ ہماری یہی عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں بلکہ سنت مستمرہ دائرہ سائرہ کا بیان کیا گیا ہے جس کے اثر سے کوئی زمانہ باہر نہیں۔ اور مثلاً کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ میں صیغہ لاغلبن لام تاکید اور نون تاکید کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے یہاں پر بھی یہ آیت ہر ایک زمانہ میں سنت دائرہ اور عادت مستمرہ الٰہیہ کا بیان کر رہی ہے یہ نہیں کہ آیندہ رسول پیدا ہوں گے اور خدا انھیں غالب کرے گا بلکہ مطلب کلام بلیغ الٰہی کا یہ ہے کہ کوئی زمانہ ہو حال یا استقبال یا گذشتہ سنت اللہ یہی ہے کہ رسول آخر کار غالب ہی ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّلَنَجْزِیَنَّھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ میں بھی لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ موجود ہے اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبلہ سے متعلق کر دیا جاوے تو یہ معنی ہوے جاتے ہیں کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آئیندہ کوئی نیک عمل کرے تو اُس کو یہ جزا دی جاوے گی اس معنی سے یہ ماننا پڑیگا کہ خدائیتعالی نے آیت کے نزول کے وقت تک کسی کو حیات طیبہ عنایت نہیں کی تھی فقط یہ آئیندہ کے لئے وعدہ تھا لیکن جس قدر ان معنوں میں فساد ہے وہ کسی عقلمند پر مخفی نہیں اور مثلاً آیت وليَنصرنّ الله من ينصره ان الله لقوی عزیز میں لفظ لینصرن کے آخر میں بھی نون ثقیلہ موجود ہے لیکن اگر اس آیت کے یہ معنی کریں کہ آئیندہ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہماری مدد کرے گا تو ہم اُس کی مدد کریں گے تو یہ معنی محض فاسد اور خلاف سنت مستمرہ الٰہیہ کے ہیں کیونکہ اللہ جل شانہ کی تو قدیم سے یہ سنت مستمرہ چلی آئی ہے کہ وہ اُس کے دین کی مدد کرنے والوں کی مدد ہمیشہ کیا کرتا ہے یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ پہلے تو نہیں مگر آئیندہ کسی نامعلوم زمانہ میں اس قاعدہ کا پابند ہو جاوے گا وبس۔ اور مثلاً آیت وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ میں ذرا غور کی جاوے اگر اس جگہ آپ کے طرز پر معنے کیے جاویں تو اس قدر فساد لازم آتا ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ یہ قاعدہ آئیندہ کے لئے باندھا گیا ہے اور اب تک کوئی شخص نیک اعمال بجا لا کر صلحا میں داخل نہیں کیا گیا گویا آئیندہ کے لئے گنہگار لوگوں کی توبہ منظور ہے اور پہلے اس سے یہ دروازہ بند رہا ہے۔ اے پیر صاحب میں کہاں تک اس کی نظائر قرآن مجید سے پیش کروں کہ رسالہ طویل ہو جاوے گا اور مجھکو تاکید اختصار کی ہے آپ کو اگر شرح و بسط سے اس لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ کی بحث

اعجاز احمد

دیکھنی منظور ہو تو ہمارے رسائل اعلام الناس حصہ سوم وغیرہ کو ملاحظہ فرماؤ تب حقیقت حال نون ثقیلہ کا آپ کو پتہ لگے گا۔

قولہ دوسرا قبل موتہ کا جو آپ نے معنی کیا ہے الخ

اقول اولاً یہ گذارش ہے کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ میں فی وقت نزول عیسی بن مریم فی آخر الزمان جو قید بڑھاتے ہیں آیت میں اس قدر عبارت کہاں مذکور ہے اور اگر محذوف ہے تو اُس کے حذف کا کون سا قرینہ آیت میں موجود ہے اگر کہو کہ حضرت ابو ہریرہ کا بر وقت روایت کرنے حدیث نزول مسیح موعود کے اس آیت کا پڑھنا ہی قرینہ ہے اس قدر عبارت کے محذوف ماننے کا تو ثانیا یہ عرض ہے کہ ابو ہریرہ کے قول میں یہ عبارت کب مذکور ہوئی ہے وہ حدیث کو روایت کرکر صرف یہ فرماتے ہیں کہ فَاقْرَءُوْٓا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اس قول سے البتہ اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول عیسی مریم کا اس آیت کے مضمون کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جس مناسبت کی وجہ سے انھوں نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ فاقرءوا ان شئتم وان من اهل الكتب الخ اور وہ مناسبت یہی ہے کہ تمام اہل کتاب کا استمراراً اور دواماً یقین اور اذعان کرنا مضمون ماقبل آیت پر جو قبل موت مسیح کے واقع ہوا ہے جس سے کسر صلیب لازم آتا ہے زمانہ مسیح موعود کے ساتھ زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے یعنی یہ مضمون آیت کا مسیح موعود کے نزول کے وقت زیادہ تر منکشف ہو جاوے گا کیونکہ اُس کے وقت میں قتل صلیبی کی نفی دلائل واضحہ سے کی جاوے گی گویا ابو ہریرہ کے ذہن میں یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر کا مطلب اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد دونوں باہم یکساں اور قریب قریب ہیں اس واسطے ابو ہریرہ نے یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر جس سے مراد ابطال دین نصرانیۃ کا ہی روایت فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ سے بھی قریب قریب یہی مطلب معلوم ہوتا ہے

کیونکہ جب قتل صلیبی سے حضرت عیسیٰ کو محفوظ و مصئون ماننا چاوے تو پھر نہ صلیب پرستی باقی رہتی ہے اور نہ کفارہ اور نہ ابنیت عیسیٰ بن مریم کی اور نہ یہود کا اعتقاد نسبت ملعونیت حضرت عیسیٰ کے قائم رہ سکتا ہے کیونکہ ملعونیت حضرت عیسیٰ کی موقوف ہے قتل صلیبی پر اور جب کہ قتل صلیبی واقع ہی نہیں ہوا بلکہ رفع روحانی بحسب الدرجات ہوا ہے تو پھر رسالت اور نبوت بھی اُن کی ثابت رہی اور یہ سب امور عیسیٰ بن مریم موعود کے زمانہ میں حجت و برہان سے واقع ہوں گی جیساکہ مضمون مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں واقع ہوا لاکن ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تطہیر جو بموجب اقرار مؤلف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی تشریف آوری کے بعد واقع ہوئی اُس کی یہ شان تو نہیں تھی کہ تمام یہود اور نصاری حضرت عیسیٰ کی تطہیر پر ایمان شرعی لے آئے ہوں بلکہ یہ تطہیر جس طرح پر حجت و برہان سے واقع ہوئی ہے اُسی طرح پر کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت اُس مسیح موعود کے وقت میں واقع ہوگا جس کا ذکر نزول حدیث مرویہ ابو ہریرہ میں واقع ہوا ہے گویا کسر صلیب کی شہادت کے لئے حضرت ابو ہریرہ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ فاقرأوا ان شئتم وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ پس ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حدیث مرویہ ابو ہریرہ کی روایت کے بعد اس آیت کا پڑھنا اس بات کا قرینہ نہیں ہے کہ مضمون عام آیت کو جو اِنْ اور اِلَّا کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اُسکو مقید بقید فی وقت نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان کہا جاوے کیونکہ صحابہ کرام کی اکثر عادت تھی کہ جس کسی مسئلہ کو یا حدیث کو کسی آیت سے مناسبت ہوتی تھی بعد بیان کرنے اُس مسئلہ کے یا بعد روایت کرنے اُس حدیث کے اُس آیت کو بھی صرف* واسطے اظہار مناسبت کے

* **حاشیہ** خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے کلام میں اس قسم کا استشہاد

پڑھ دیا کرتے تھے یہ مراد ان کی نہیں ہوتی تھی کہ مضمون عام آیت کا صرف اسی مسئلہ پر یا حدیث خاص کے ساتھ مقید ہے بلکہ وہ آیت اپنے عموم پر باقی رہتی تھی کیونکہ العبارۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب قضیہ مسلمہ ہے و بس - اور یہ جو مؤلف کہتا ہے کہ لفظ قبل مضاف اور موتہ مضاف الیہ کے درمیان مقدر ہوئے لفظ ایمان کی نظیر دکھلاؤ - یہ مؤلف کی بڑی جہالت قواعد اضافت سے ہے ادنی درجہ کے طلبہ بھی جانتے ہیں کہ اضافت بادنی ملابست جائز ہوجاتی ہے پس جب کہ ایک مضاف ایسا ہی کہ اس کو مضاف الیہ سے بواسطہ کسی دوسری شے کے ملابست ہو تو درمیان ایسے مضاف اور مضاف الیہ کے وہ شے محذوف مان سکتے ہیں کما قال اللہ تعالی لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بعد الرسل دیکھو یہاں پر لفظ بعد الرسل کی طرف مضاف ہے اور الرسل مضاف الیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان لفظ ارسال محذوف مان سکتے ہیں تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ بعد ارسال الرسل ایضا قال تعالی یخصفان علیہما من ورق الجنۃ لفظ ورق مضاف ہے اور الجنۃ مضاف الیہ ہے اس مضاف اور مضاف الیہ کے مابین لفظ اشجار محذوف مان سکتے ہیں یعنی من ورق

موجود ہے عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من النار و مقعدہ من الجنۃ قالوا یارسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا و ندع العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اهل السعادۃ فسییسر لعمل السعادۃ و اما من کان من اهل الشقاوۃ فسییسر لعمل الشقاوۃ ثم قرء فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ الآیہ متفق علیہ

اشجار الجنۃ ایضًا تلک القری نقص من انبائہا مابین انباء مضاف اور ضمیر ہا مضاف الیہ کے لفظ اہل محذوف مان سکتے ہیں تو علیٰ ہذا القیاس بقرینہ لفظ لیؤمنن کے مابین قبل اور موتہ کے لفظ الایمان کو مقدر مانکر قبل الایمان بموتہ مقدر کر سکتے ہیں اس میں کون سا محذور نحوی لازم آتا ہے مؤلف بیان کرے

قولہ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے لہذا مؤلف رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بھی بمجبوری تسلیم کرنی ہوگی۔

اقول کیا آپ کے نزدیک الہام * حجت نہیں ہے اگر نہیں ہے تو ہمارے اُن ادلہ شرعیہ یقینیہ کا نقض کیا جاوے جو اعلام الناس حصہ دوم وغیرہ میں مندرج ہیں اور جنکا جواب مخالفین سے آج تک نہیں ہو سکا اور بٹالوی نے بھی اُن کے مقابلہ میں آج تک سکوت ہی اختیار کیا ہے باوجودیکہ یہ حصہ دوم خاص بٹالوی کے رد میں لکھا گیا ہے اور چونکہ آپ کے مسلمات سے ہے کہ لا یکون الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ دیکھو صفحہ سے کو تو پھر یہ قول آپ کا ناشی جہالت سے نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور ان کو محاورہ قرآنیہ نے صاف جواب دے دیا۔ اب ناظرین پر بطلان تقریر مؤلف صاحب کا بشہادت قرآن کریم ظاہر ہوگیا ہوگا معنی آیۃ کا وہی ہے جو حسب محاورہ قرآن مجید بھی ہو اور عبارت طویلہ کا اُس میں اپنی طرف سے مقدر کرنا نہ پڑے اور قول ابو ہریرہ سے بھی موافق و مناسب ہو جاوے اور قول ابن عباس متوفیک ممیتک کے بھی مطابق رہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی توفی اور حضرت عیسیٰ ع کی

---

* یعنی الہام متحدیانہ اُس ملہم کا جس کی ملہمیت بدلائل یقینیہ ثابت ہوچکی ہو نہ ہر کس و ناکس کا الہام کہ وہ تو ہمارے نزدیک بھی حجت نہیں ہے۔ منہ

توفی کو یکساں بلا کسی تفاوت کے اصح الصحیح بعد کتاب اللہ میں بیان فرمایا ہے اس سے بھی متوافق ہو جاوے۔

قولہ لیؤمنن کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔

اقول مجھکو مخالفین کی بیچارگی پر بڑا رحم آتا ہے سب طرح سے ہاتھ پیر ایدھر اودھر مارتے ہیں لیکن محض بے سود اول مولوی بشیر نے آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کو نزول مسیح پر فی اخر الزمان قطعی الدلالۃ قرار دیا تھا جب تار و پود اس کے استدلال کا ہم نے حصہ سوم اعلام الناس میں ادھیڑ کر پھینک دیا جس کا جواب آج تک مولوی بشیر سے نہیں ہو سکا تو اب مؤلف صاحب نے اس آیت کو قطعی الدلالت نہ رکھا بلکہ ظنی الدلالت ہونے کے قائل ہوئے اور بعوض اس کے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قطعی الدلالت ہونے کا قول کیا مگر ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں تو کوئی دلالت نزول مسیح موعود فی آخر الزمان پر ہے ہی نہیں نہ دلالت مطابقی ہے نہ دلالت تضمنی نہ دلالت التزامی صرف مخالفین کا خیال ہی خیال ہے اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی جو تفسیر حسب سیاق وسباق و رعایت قواعد نحو و بلاغت وغیرہ کے ہم نے کی ہے وہ رفع روحانی مسیح پر دلالت قطعی کرتی ہے اور رفع جسمی کی نفی کرتی ہے۔

اب مؤلف صاحب کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ارجاع ضمائر میں جو مفسرین کا اختلاف تھا اس کا فیصلہ تو ہم نے بدلائل کتاب و سنت کر دیا اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا قطعی الدلالت ہونا رفع روحانی پر ثابت ہو چکا اور یہ برکات فہم علوم قرآن کے اسی مسیح کے نزول کے طفیل سے نازل ہو رہے ہیں جس کی نسبت مخبر صادق نے فرمایا تھا کہ امامکم منکم اور شرح اس جملہ کی شارحین حدیث یہ لکھ گئے تھے کہ امکم بکتاب ربکم و سنت نبیکم لہذا اب حسب فیصلہ اس امام کتاب

ازالہ صفحہ ۴۹۶

و سنت کے آپ پر فرض ہے کہ آیات متنازعہ فیہا پر ایمان لے آویں ورنہ
ممکن نہیں ہے کہ آپ ہمارے ادلہ قطعیہ یقینیہ کو منقوض کر سکیں کیونکہ
وما ذا بعد الحق الا الضلال۔

قولہ اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے
کہ مثبت لہ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو۔

اقول وقت نزول مسیح کا تو آیت میں کہیں ذکر ہی نہیں ہے جو صرف
وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کے وقت میں موجود ہوں گے پس
اقل درجہ اس قدر تو ضروری ہے کہ وقت نزول آیت سے جس قدر اہل کتاب
ہیں وہ سب کے سب ایمان لاویں کیونکہ آیت میں الا بعد نفی کے واقع
ہوا ہے یعنی ان و ان من اہل الکتب میں بہ معنی نفی ہے اور الا اس کے
بعد تو بنا بر قاعدہ مسلمہ کہ استثنا منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے آیت
مذکورہ بھی کلام ایجابی ہوگئی اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے
چاہتا ہے کہ مثبت لہ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو اب مطابق
قاعدہ مسلمہ آیت مذکورہ میں ایمان لانا ان تمام اہل کتاب کے لئے ہوا جو
اقل درجہ وقت نزول آیت سے موجود ہوں پھر وہی کذب کا کذب لازم
آگیا جو حضرت اقدس نے ازالہ میں علما پر وارد کیا تھا اور یہ اعتراض
بھی قائم رہا کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے
منکر خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے تب
یہ حصر جو نفی اور اثبات سے مفہوم ہوتا ہے نزول مسیح کے وقت کے
تمام اہل کتاب کے لئے درست نہ ہوا۔

قولہ اس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب
مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں۔ آہ

اقول اے مؤلف صاحب آپ کی تاویلات رکیکہ سے کیا ہوتا ہے
نصوص قطعیہ قرآن مجید کی باواز بلند کہہ رہی ہیں کہ سلسلہ کفر کا بھی قیامت
تک باقی رہے گا خواہ مغلوب ہو کر ہی ہو کما قال تعالیٰ وجاعل

[margin, vertical:] ۷ جون ۱۹۰۲ء

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ایضاً کما قال
تعالیٰ وَ اَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ان
آیتوں سے بطور منصوص کے ثابت ہوا کہ ایسا زمانہ قیامت تک کبھی نہیں آسکتا
کہ بسیط الارض پر کوئی فرقہ کفرہ فجرہ کا باقی نہ رہے ہاں البتہ غلبہ اہل
اسلام اور اسلام کا کبھی جسمانی طور پر اور کبھی روحانی طور پر اور کبھی دونوں
طرز پر بالضرور ہوگا جیسا کہ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا منطوق ہے اور یہی ہے
تمام ادیان باطلہ کا ہلاک ہونا مسیح موعود کے وقت میں چنانچہ مفسرین نے
اس آیت کو زمانہ مسیح موعود کے واسطے لکھا ہے لیکن جمیع من فی الارض کی ہدایت
تو مشیتہ الٰہیہ کے محض خلاف ہے فرمایا اللہ تعالے نے وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ایضاً قال تعالیٰ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ
لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين الا من رحم
ربك ولذلك خلقهم وتمت كلمة ربك لاملئن جهنم
من الجنة والناس اجمعين۔ وغير ذلك من الايات الكثيرة
اس آیہ اخیرہ میں مؤلف کہتا ہے کہ استثنا الا من رحم ربك موجود
ہے۔ اور استثنا زمانیات کا مستلزم ہے انتشار زمان کو لہذا مسیح کے
وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملۃ واحدہ پر ممکن ہوگا
انتہی ایہا الناظرین یہ قاعدہ مخترعہ مؤلف کا قابل غور ہے معلوم ہوتا
ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ اور جس آیت میں ایسا استثنا الا کے ساتھ آیا
ہے وہ آیت مؤلف کے نزدیک زمانہ مسیح کے ساتھ ہی مخصوص ہے مثلاً
فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اس
سورہ کو مسیح کے زمانہ کے ساتھ مؤلف کے نزدیک اسوجہ سے خصوصیت
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر بلکہ حضرت آدم

کے وقت سے لے کر اس دم تک ایسا زمانہ کوئی نہیں آیا کہ تمام انسان
مومن صالح الایمان وغیرہ ہو جاویں اور استثنا زمانیات کا مستلزم ہی استثنا
زمان کو لہذا مسیح کے وقت سب کا مومن صالح الاعمال وغیرہ ہو نا ممکن
ہو گا۔ ایضًا فرمایا اللہ تعالی نے ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ یہ آیۃ
بھی مؤلف صاحب کے نزدیک زمانہ مسیح سے ہی مخصوص ہو گی کیونکہ
اس میں بھی وہی قاعدہ موجود ہے کہ استثنا زمانیات کا مستلزم ہے
استثنار زمان کو لہذا مسیح کے وقت سب کا مومن صالح الاعمال ہونا ممکن
ہو گا ایضًا فرمایا اللہ تعالے نے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ
اللّٰهُ چونکہ اس آیت میں بھی اِلَّا حرف استثنا کا موجود ہے اور استثنا زمانیات
کا مستلزم ہے استثنار زمان کو لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے
زمانہ میں ایک ایسا زمانہ بھی مؤلف صاحب کے نزدیک ضرور آیا ہو
گا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے نعوذ باللہ تمام قرآن
مجید کو نسیًا منسیًا کر دیا ہو گا ثم نعوذ باللہ منہ مجکو مؤلف صاحب کے
علم پر افسوس آتا ہے کہ مؤلف ابھی تک استثنا کو بھی نہیں سمجھتا اُس نے
حقیقت استثنا یہ سمجھ رکھی ہو کہ مستثنیٰ منہ حرف استثنا کے لانے سی کل مستثنیٰ ہو جاتا ہے
حالانکہ مستثنیٰ منہ ایک ایسی شے عام ہوتی ہے جو مستثنیٰ اور غیر مستثنیٰ کو
شامل ہو تاکہ بذریعہ حرف اِلَّا اُس شئے عام میں سے مستثنیٰ کو نکالا جاوے
یہ ہرگز ممکن نہیں کہ کل مستثنیٰ منہ کو حرف اِلَّا سے مستثنیٰ کر لیا جاوے
کہ یہ استثنا تو بالکل باطل ہے کیونکہ ما جاءنی القوم اِلَّا القوم ایک
کلام محض لغو اور بیہودہ ہے جو کسی طرح پر صحیح اور درست نہیں ہو سکتا
پس لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ عام اور شامل ہے من رحم اور غیر من
رحم کو جب بذریعہ اِلَّا کے اُس میں سے من رحم کو نکال لیا تو غیر مرحوم
باقی رہ گئے جو وہی مختلفین ہیں اور غیر مرحوم ہیں پس وہی کافر ہیں
اور جب کہ استثنا کل زمانیات کا محض باطل ہوا تو استثنا زمانہ کا بھی باطل

ہو گیا اور اگر مؤلف کہے کہ یہاں پر استثنا منقطع ہے کہ جس میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا اندریں صورت مستثنیٰ منہ ایک ایسی شئے عام نہ ہوئی جو شامل ہو مستثنیٰ اور غیر مستثنیٰ کو تو بھی ہماں آش در کاسہ ہے بلکہ زیادہ تر فساد لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ یہاں پر نوع انسان اور جن کی لئے فرماتا ہے کہ لا یزالون مختلفین اور ایک تیسری نوع مثلاً ملک کو بذریعہ حرف الا کے مستثنیٰ فرماتا ہے بطور استثنا منقطع کے اندریں صورت ایک بڑی قباحت یہ لازم آتی ہے کہ نوع جن و انس میں کسی زمانہ میں کوئی فرد بھی جو مرحوم ہو سکے مختلفین سے برآمد نہیں ہو سکتی اور بالکل معنی فاسد ہوے جاتے ہیں ایہا الناظرون نصوص قطعیہ کا رد کرنا اور جن احادیث کے معنی صحیح اور درست موافق نصوص ہو سکتے ہیں اُن معنی کو تسلیم نہ کرنا اور طرح طرح کے مفاسد تعلیم اسلام میں شامل رکھنا کس قدر الحاد اور زندقہ ہے جس حدیث میں وارد ہے کہ زمانہ مسیح میں کل ملل باطلہ ہلاک ہو جاویں گے سوائے اسلام کے اور کوئی ملۃ نہ رہے گی اس سے مراد یہی ہے کہ حجت اور برہان سے دین اسلام کل ملتوں پر غالب ہو جاوے گا اور باقی ملل مردہ اور ہلاک ہو جاویں گے یہی مضمون بعینہ قرآن مجید میں موجود ہے لیظہرہ علی الدین کلہ اور نیز فرمایا لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ ان معنی کو چھوڑ کر ایسے فاسد معنی کرنا جس کو عقل بھی قطعی رد کرتی ہے اور نصوص قطعیہ قرآن مجید کے اُس کو رد کرتے ہیں یہی تو شیوہ یہود کا تھا جو آپ جیسے علمار امت نے اختیار کیا ہے۔

قولہ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہو گیا۔

اقول مؤلف اختلاف بیّن بین الحلیتین کی یہ تاویل کرتا ہے کہ سرخ رنگ سے مراد ایسی سرخی ہے جو کم ہو اور گندمی رنگ بھی

اُسے کہہ سکیں اور گھونگر والے بال سے کم گھونگر وال ہوتا ہے جس کو سیدھے بال والا کہہ سکیں ہٰذا یہ دو حلیے جو بظاہر مختلف دو شخصوں کے معلوم ہوتے ہیں ایک ہی شخص یعنی مسیح بن مریم بنی اسرائیلی کا ہی حلیہ ہے نہ دو شخصوں کا اس تاویل بعید اور سخیف کا رد خود حدیث متفق علیہ میں موجود ہے عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال رأیتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلا ادم کاحسن ما انت راء من ادم الرجال الحدیث جس کے معنی ہیں نہایت عمدہ گندمی رنگ آدمی ظاہر ہے کہ سرخ رنگ والے کو عمدہ گندمی رنگ نہیں کہا جا سکتا علی ہذا القیاس لفظ سبط کا جعد پر ہرگز ہرگز اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ لفظ سبط جس کے معنی سیدھے بال والے کے ہیں جعد کا نقیض ہے کما فی القاموس السبط ویحرک وکنف نقیض الجعد اور ظاہر ہے کہ ایک نقیض کا اطلاق دوسرے نقیض پر ہرگز نہیں ہو سکتا یہ حلیہ تو مسیح موعود کا ہے جو بروزی طور پر عیسٰی بن مریم ہے اور خاص عیسٰی بن مریم کا حلیہ یہ ہے فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر ہے پس از روے لغت عرب کے ظاہر ہے کہ پہلا حلیہ دوسرے حلیہ پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور دوسری روایت بھی اس تاویل رکیک کو باطل کرتی ہے اور وہ یہ ہے عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم رأیت عیسٰی رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ و البیاض ظاہر ہے کہ جو رنگ گندمی ایسا ہو کہ مائل ہو سرخی اور سپیدی کی طرف اس کو بھی احمر یا سرخ رنگ نہیں کہا جا سکتا اور جب کہ ظاہر اور بین طور پر حلیتین کا اختلاف خود الفاظ حدیث سے ثابت ہو گیا تو لا محالہ صاحب حلیہ بھی دو شخص ہوئے وھو المدعا اس حدیث اخیر میں جو لفظ مربوع کا ہے وہ بھی حضرت اقدس مرزا صاحب پر صادق ہے کیونکہ حضرت اقدس نہ طویل القامت ہیں اور نہ قصیر القامت اور نہ فربہ اور سمین ہیں اور نہ دبلے لاغر قد آپ کا سب طرح سے

درجہ اعتدال پر واقع ہوا ہے اور اسی کو مربوع الخلق یا رابعہ کہتے ہیں آ.
ہم بموجب علم جغرافیہ کے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسی نبی اسرائیلی کا
احمر ہوتا ہی ضروری ہے اور مسیح موعود کا ادم اور اسمر اللون ہوتا لابد
ہے وجہ یہ ہے کہ رنگ شامیوں کا اکثر احمر ہی ہوتا ہے بشرطیکہ دیگر
اسباب بوجہ تغیر لون کے پیدا نہ ہوئے ہوں و علی ھذا القیاس رنگ اہل
ہندوستان کا باعتبار آب و ہوا و بہ لحاظ حر و برد کے آدم یعنی گندمی
رنگ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اور اسباب سماوی یا ارضی باعث تغیر لون کے
پیدا نہ ہوئے ہوں اور آدم ابو البشر کو جو آدم کہا گیا اس کی وجہ یہی
ہے کہ وہ گندمی رنگ تھے اور گندمی رنگ اسی وجہ سے ہے کہ ان
کا ہبوط ارض ہند میں ہوا تھا کما فی تفسیر ابن کثیر و قال السدی
قال اللہ تعالی اھبطوا منھا جمیعا فھبطوا و نزل ادم بالھند
معہ الحجر الاسود الی اخرہ و قال عمر ان ابن عیینۃ عن
عطا بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فاھبط
ادم بدحنا ارض بالھند الی قولہ و عن الحسن البصری قال اھبط
ادم بالھند و حوا بجدۃ اور یہ تو ظاہر ہے کہ رنگ تابع حر و برد کے
ہوا کرتا ہے چونکہ جانب جنوب میں باعتبار وضع قرب آفتاب کے گرمی
زیادہ ہوتی ہے لہذا جنوبی آدمیوں کا رنگ جو حبش وغیرہ ہیں سیاہ
ہوتا ہے اور شمال میں چونکہ سردی زیادہ ہوتی ہے لہذا شمالی لوگوں کا
رنگ سفید ہوتا ہے اور مابین ان دونوں طرفوں کے جس قدر متجاوز ہوتے
جاویں اسی قدر سپیدی یا سیاہی مندرج ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ بھی
علم جغرافیہ قدیم میں ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اقلیم رابع وسط میں واقع
ہوئی ہے لہذا وہ اعدل الاقالیم ہے اور اقلیم رابع کے ادھر ادھر
کی طرف جو اقلیم ثالث اور خامس ہیں وہ قریب باعتدال ہیں اور
ثانی اور سادس بعید از اعتدال اور اول اور سابع ابعد از اعتدال
ہیں کیونکہ قرب و بعد آفتاب کے لحاظ سے ہوا کے حار و بارد

ہونے میں بڑا تفاوت پڑ جاتا ہے اور چونکہ ملک شام اقالیم معتدلہ
میں واقع ہے لہذا رنگ اُن لوگوں کا سرخ واقع ہوا ہے کیونکہ
نضج کامل جو حرارت معتدلہ سے ہوتا ہے وہ حمرت کو مقتضی ہے نظر
کرو اخلاط اربعہ کی طرف اور دیکھو اُن کے الوان کو جو بہ سبب تفاوت
درجات حرارت اور برودت کے سرخ سپید سیاہ اور زرد ہو جاتے ہیں
اور اہل ہند چونکہ اعدل الاقالیم سے کسی قدر جنوب کو متجاوز ہیں لہذا
رنگ اُن کا بہ لحاظ حر و برد کے مائل بہ گندمی ہوا اگر دیگر اسباب
مائعہ حادث نہ ہوں خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت آدم کا نام جو آدم ہوا
وہ یہیں وجہ کہ آدم انسان گندم گوں کو کہتے ہیں اور حضرت عیسے
چونکہ شامی ہیں لہذا اُن کو احمر کہا گیا۔ گویا حدیث صحیح نے اس بات
کی طرف بھی ایک اشارہ لطیف کیا کہ مسیح موعود ہندوستان میں ہوگا
تو عیسی موعود کو آدم کہنا اُس کے ہندی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور
عیسی اسرائیلی جو برنگ احمر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رویا میں
دکھایا گیا وہ اشارہ تھا کہ یہ شخص شامی ہے ایک اور نکتہ بھی یاد
رکھنا چاہیئے کہ احادیث صحیح بخاری میں جس مسیح بن مریم کا حلیہ آدم
اور سبط الشعر لکھا گیا ہے اُس کے ساتھ ہی ساتھ دجال کا بھی ذکر
ہوا ہے اور جس عیسی بن مریم کا حلیہ احمر جعد الشعر لکھا ہے اُس کے ساتھ
دجال مذکور نہیں ہے و بس۔ اور ابن عمر کا حلف کرنا نفی حمرۃ پر صاف
دلالت کرتا ہے اوپر اختلاف حلیتین کے کیونکہ ابن عمر کو صرف ایک
روایت مسیح موعود کے گندمی رنگ ہونے کے پہونچی ہے اور ابن عباس
کی روایت میں جو احمر جعد عریض الصدر وارد ہے وہ عیسی بن مریم
اسرائیلی ہے اور نیز چونکہ عالم کشف اور رویا میں ایسے اشتباہ
واقع ہو جاتے ہیں اگر ابن عمر اور ابن عباس کو اتحاد ہر دو مسیح کا اشتباہ
روایت کرنے میں بھی ہو گیا تو کیا حرج ہے اب واقعات نے اُس
اشتباہ کا فیصلہ پورے طور پر کردیا جیسا کہ اکثر پیشین گوئیوں کا تحقیق

فیصلہ بر وقت وقوع کے ہی ہوا کرتا ہے۔

قولہ اور آنحضرت عیسےٰ کو بہ نص محکم بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے الی قولہ دو بارہ نازل ماننے رہے ہیں پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہو گیا۔

اقول یہ بھی کوئی وجہ تطبیق کی ہے کہ معنی احمر کے جو بہ معنی سرخ رنگ کے ہیں گندم گوں لئے جاویں اور معنی سبط الشعر کے جو سیدھے بال والے کے ہیں گھونگر والے لیئے جاویں اجتماع نقیضین سے کہیں تطبیق ہو سکتی ہے اور پھر اس حلیہ کی نسبت کیا کہو گے جو ابی سعید سے بروایت حاکم مشکوۃ شریف میں وارد ہے کہ المھدی منی اجلی الجبھة اقنی الانف الحدیث یعنی روشن پیشانی والا اونچی ناک والا ہے آخر حدیث تک چونکہ یہ مہدی صدی چہاردہم کا مصداق لا مھدی الا عیسیٰ کا ہے لہذا حلیہ اس مہدی کا جو اس حدیث میں مذکور ہے حضرت اقدس میں موجود ہے اور پھر ایک حلیہ ہی تو دلیل مہدویت نہیں بکثرت احادیث صحیحہ ایسی موجود ہیں جن سے مکذبین کو مفر نہیں مل سکتا مثلاً **حدیث** ان اللہ یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا رواہ ابو داؤد و رواہ الحاکم فی المستدرک دیکھو سر صدی موجود ہے جس میں سے ۱۷ برس گذر چکے اگر یہ مدعی جس نے اپنے دعوی پر صدہا نشان آسمانی دکھائے مجدد اس صدی کا نہیں ہے تو پھر وہ حدیث جس کو تمام محدثین اور شراح حدیث قرنا بعد قرن تصدیق و تسلیم کرتے چلے آئے ہیں نعوذ باللہ غلط ہوئی جاتی ہے یا **حدیث** تقوم الساعة و الروم اکثر الناس رواہ احمد و ابو داؤد جمع الفوائد فی البدر و النہایہ میں لکھا ہے و از انجملہ کثرت حکومت نصاری ست مسلم از مستورد روایت کردہ کہ فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم برپا شود قیامت و

باشند روم بیشتر از ہمہ کس مراد بہ روم در ایں جا نصرانیاں یند کہ قریب زمانہ قیامت بسیار شوند و حاکم اکثر روے زمین گردند۔ و مصداق اینخبر از مدت یک صد سال بلکہ زیادہ در عالم موجود و مشہود ست در رسالہ حشریہ نوشتہ چوں جملہ علامات حاصل شود قوم نصارائے غلبہ کنند و بر ملک ہائے بسیار متصرف شوند انتہی۔ **حدیث** یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں غلبہ دین نصرانیت کا ہوگا کیونکہ کسر صلیب مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا کیونکر متحقق ہوسکتا ہے جب تک کہ صلیب پرستی کثرت سے نہ ہو۔ **حدیث** اجتماع خسوف و کسوف کے ماہ رمضان شریف میں واسطے تصدیق دعوی مہدویت مہدی موعود کے جو ابتدای خلقت زمین و آسمان سے کبھی نہیں ہوا تھا وہ واقع ہوا یا **حدیث** عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم و رایت عیسی رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ و البیاض سبط الشعر متفق علیہ کذا فی المشکوۃ اس حدیث میں بھی عیسی موعود کا حلیہ مذکور ہوا ہے اور یہ حلیہ حضرت اقدس پر صادق ہے کیونکہ آپ نہ طویل القامت ہیں اور نہ قصیر القامت اور نہ فربہ اور سمین ہیں اور نہ دبلے اور لاغر قد آپ کا سب طرح سے درجہ اعتدال پر واقع ہوا ہے اور اسی کو مربوع الخلق یا ربعہ کہتے ہیں اور الی الحمرۃ و البیاض جو فرمایا گیا اس کے معنے صاف ظاہر ہیں کہ اسمر اللون یعنی گندم گوں ہیں کیونکہ جب کوئی رنگ مائل بہ سرخی و سفیدی ہوتا ہے اسی کو ادم یا اسمر اللون کہتے ہیں آگے رہا سبط الشعر سو آپ ٹھیک سبط الشعر یعنے سیدھے بال والے ہیں نہ گھونگر بال والے۔ اور **حدیث** عن ابن مسعود لا تقوم الساعۃ حتی لا یحج البیت رواہ ابو یعلی و الحاکم ھکذا فی منتخب کنز العمال صفحہ ۱۳ جلد ۶

اس حدیث کا مصداق بھی واقع ہو چکا چنانچہ ملاحظہ اخبارات سے اور نیز شہرت عامہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ حضرت سلطان روم بھی دول یوروپ کے ساتھ متفق ہو کر ہر ملک و بلاد کے حجاج کو روک دینے پر رضامند ہو گئے تھے امیر کابل شاہ ایران خدیو مصر سلطان شام وغیرہم نے اپنے اپنے ملک کے حجاج کو روک دیا غرضیکہ لا یحج البیت کا مصداق پورا واقع ہوا اور اغلب ہے کہ مراد کعب احبار کی انه یقع فی زمن عیسیٰ سے اسی حدیث مذکورہ کا مصداق زمانہ عیسی میں واقع ہونا مطلوب تھا جس کو بعض شراح نے سمجھا کہ ہدم کعبہ زمانہ عیسی موعود میں ہوگا و هو غلط فاحش کما بینا فی رسائلنا۔ اور حدیث لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من رکوبة تضیٔ اعناق الابل ببصری رواه ابو عوانه عن ابی الطفیل عن حذیفة بن اسید یعنی نہیں قائم ہوگی قیامت جب تک کہ ظاہر نہ ہولے سواری میں سے آگ کہ روشن کردیوے اعناق الابل بصری کو جو ایک قریہ ہے ملک شام میں۔ شارحین حدیث اعناق الابل کے دو معنے لکھتے ہیں اول تو اونٹ کی گردنیں میرے نزدیک یہ معنی صحیح نہیں ہیں دوسرے ملک شام میں کچھ پہاڑیاں ہیں جنکا نام اعناق الابل ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ریل گاڑی اور نیز دخانی جہاز کی نسبت پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قریب قیامت کے ایک سواری نکلے گی جس کی رفتار کی علت آگ ہوگی اور بعض احادیث صحیحہ میں جو دجال کے بارہ میں ہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ معہ ماء و نار دیکھو تمام کلیں جو اس قوم دجال نے ایجاد کیں ہیں اُن سب کی کار روائی پانی اور آگ سے ہے لا غیر علی هذا القیاس ریل گاڑی کی بھی علت رفتار آگ اور پانی ہی ہیں مگر چونکہ ریل گاڑی میں ہر وقت دور و نزدیک سے آگ کا مشاہدہ شب و روز ہر ایک شخص کو ہوتا رہتا ہے اور اُس کی حالت رفتار میں ہر وقت دھواں نکلتا رہتا کہ

جو یہ دلالت عقلی دلیل ہے آگ پر لہذا یہاں پر صرف ایک جزو سبب یعنی
آگ کو بیان فرمایا اور بصری ایک موضع ہے مواضعات ملک شام سے
مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ملک شام میں ریل گاڑی یا دخانی جہاز جاری
ہوں گے اور روشنی اُن کی سے پہاڑیاں ملک شام کی جن کا نام اعناق
الابل ہے اُس آگ کی روشنی سے روشن ہوں گی چنانچہ یہ پیشین گوئی واقع
ہوچکی ملک شام میں ریلوے بھی جاری ہے اور جو خلیج یا دریا وسمندر
ملک شام کے متعلق ہیں اُن میں دخانی جہاز بھی چل رہے ہیں اور پھر
دفعتاً فوقتاً اس آگ گاڑی کی ترقی بھی ہوتی جاتی ہے اب واضح ہو کہ
چونکہ اس حدیث میں آگ مقید ہے ساتھ اُس قید کے کہ وہ آگ ایک
سواری سے نکلے گی لہذا جس حدیث میں مطلق آگ کا ذکر فرمایا گیا ہے
اور پھر یہی صفات اُس کی بیان کی گئیں ہیں اُس سے مراد وہی مقید
آگ ہے جو گاڑی سے پیدا ہوگی کیونکہ علم اصول کا قاعدہ ہے کہ مطلق
مقید پر محمول ہوا کرتا ہے اور دیکھو دخانی جہاز کو اُس کو جو دخانی کہتے
ہیں وہ اسی واسطے کہ دخان اُس سے ہروقت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے
حالانکہ اُس کی کل بھی پانی اور آگ سے خالی نہیں اور ریل کو آگ گاڑی
بھی اکثر لوگ بولتے ہیں غرضکہ حاصل کلام یہ ہے کہ اشراط الساعۃ
جو مہدی اور مسیح موعود کی امارات اور علامات ہیں وہ اب سب موجود
ہیں اگر شرح ان اشراط الساعۃ کی بہ تفصیل دیکھنی منظور ہو تو دیکھو
ہمارے رسائل مسک العارف وغیرہ کو جتنے اہل بصیرت کو آنحضرت
خاتم النبیین صلے اللہ علیہ و سلم کی نبوت اور رسالت کے
لئے شواہد النبوت اور دلائل الرسالت ہیں۔

قولہ اور سب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا
ہوا فرماتے ہیں صلعم لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل
من ابناء الفارس

اقول اس حدیث کو مؤلف صاحب نے چھپا

وجہ سے رد کیا ہے **اقول** وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے خود سلمان فارسی ہی کو فرمایا ہے نہ غیر کو

اقول شرم شرم شرم یہاں سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مؤلف صاحب کو علم تفسیر اور علم حدیث میں بھی بڑا کمال ہے جیسا کہ علوم آلیہ میں کمال رکھتے ہیں مختصر اظہار اس کا کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے تفسیر میں سورہ جمعہ کی اس آیت کے ذیل میں ارشاد فرمائی ہے وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ چنانچہ ہم **مشکوۃ شریف** سے نقل کرتے ہیں **عن** ابی هریرة قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ و سلم فنزلت علیه سورة الجمعة فلما نزلت وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قالوا من هؤلاء یارسول اللہ قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ و سلم یده علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء متفق علیه۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت سلمان صحابی تھے پس یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے وہ مصداق ہو سکیں۔ اور دوسرے لفظ من هؤلاء کا جو حدیث میں موجود ہے اگر هؤلاء کا مشار الیہ باوجودیکہ وہ صیغہ جمع کا ہے نہ مفرد کا بتاویل بعید حضرت سلمان کو قرار دیا جاوے تو رجل من هؤلاء یا رجال من هؤلاء حضرت سلمان کیونکر ہو سکتے ہیں پھر تقابل اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا یہ چاہتا ہے کہ آخرین کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ سے متاخر ہو۔ **وجہ ثانی** میں آپ فرماتے ہیں جناب مرزا صاحب نے تو انجام الفصیح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے اور سمرقند خراسان سے ہے نہ فارس سے جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ کی ہے ان پر ظاہر ہے

اقول ما شاء اللہ پیر صاحب علوم جغرافیہ سے بھی بہت بہرہ

ہیں اس قول میں جو پیر صاحب نے غلطی کی ہے وہ ادنیٰ درجہ کے طلبہ
مدرسہ پر واضح ہو ہی گی ہم اُس غلطی کو ابھی نہیں بتاتے مگر چونکہ پیر صاحب
کے مسلمات سے ہم جواب دیتے ہیں لہذا عرض ہے ای مؤلف صاحب
تمام نقشجات اور جغرافیوں میں خراسان فارس کا ایک صوبہ لکھا ہے جب
کہ خراسان فارس کا ایک صوبہ ہوا اور سمرقند خراسان میں ہوا تو فرمائیے
سمرقند فارس میں ہوا یا نہیں اس مقام پر پیر صاحب پر وہ مثل صادق
آتی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے شہزادہ کو کسی رمال سے علم رمل پڑھوایا
بعد فراغ تحصیل علم کے جلسہ امتحان شہزادہ کا منعقد ہوا بادشاہ نے مدور
نگینہ انگشتری کا اپنی مٹھی میں چھپاکر دریافت کیا کہ ہماری مٹھی میں کیا ہے
شہزادہ نے جواب دیا کہ گول گول کوئی پتھر ہے فرمایا اُس کو متعین کرکر
نام لو جواب دیا کہ اے قبلہ و کعبہ آپ کی مٹھی میں ایک چکی کا پاٹ ہے
اُس جلسہ شاہانہ میں اُستاد کو خفت تو ہوئی مگر اُس نے یہ معذرت کی
کہ حضور والا یہ علم کا قصور نہیں ہے بلکہ عقل کا قصور ہے یک من علم را
دہ من عقل می باید مثل مشہور ہے ای پیر صاحب کیا آپ کو ابھی تک
خبر نہیں کہ خراسان فارس میں ہے اور سمرقند آپ خراسان سے فرماتے
ہی ہیں تو اب سمرقند فارس میں ہوا یا آپ کے گولڑہ میں **تیسری وجہ**
میں آپ لکھتے ہیں کہ مراد العلم معرفت باللام سے علم مطابق کتاب و
سنت کے ہے نہ مخالف اُن کے۔ **اقول** اعلحضرت یوں فرمایا ہوتا
کہ العلم سے مراد وہ علم ہے جو میری رائے کے مطابق ہو کیونکہ حضرت
اقدس کا علم تو سب مطابق کتاب وسنت کے ہے یا ماخوذ از کتاب وسنت
ہے یا حقائق و معارف کتاب و سنت کے ہیں چنانچہ ناظرین رسالہ ہذا
کو معلوم ہو گیا ہو گا ورنہ آپ کسی ایک مسئلہ حضرت اقدس کو بتاویں
کہ وہ کتاب و سنت سے کیا مخالفت رکھتا ہے **چوتھی وجہ** میں
آپ فرماتے ہیں کہ مانا ہم نے کہ علم و ایمان کو وہ رجل حاصل
کرے گا مگر وہ شخص مسیح موعود کیونکر ہو گیا **اقول** ای مؤلف صاحب

حصول علم کو مسیح کے ساتھ منافات ہونے کے تو آپ بھی قائل نہ ہوں گے کیونکہ نبی مسلم ہیں اندریں صورت وہ شخص جو علم اور ایمان کو بوقت معدوم ہونے کے بسیط الارض سے ثریا سے آثار لاوے وہ دعوی کرتا ہے کہ مسیح موعود میں ہی ہوں اور اصل مسیح بن مریم فوت ہوچکے اس دعوی پر کتاب اللہ پیش کرتا ہے سنت صحیحہ پیش کرتا ہے رویا اور مکاشفات صالحین امت کے پیش کرتا ہے آسمان وزمین اُس کے دعوی کی تصدیق کر رہے ہیں کما بینا فی رسائلنا پھر کیا وجہ کہ وہ مسیح موعود نہ ہوسکے+

قولہ پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں منجملہ علامات مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اُس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں الی اخر الجواب۔

اقول حضور کی خدمت میں بدلائل قاطعہ کتاب و سنت پہلے ثابت کرچکا ہوں کہ دین نصرانیت بالکل مٹنے کا نہیں بلکہ اُس کا ہلاک حسب قول اللہ تعالے کے اس طرح پر ہوگا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ایضًا دین اسلام کا غلبہ حجت و برہان سے اُس طرز سے ہوگا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے لیظهره علی الدین کله اور نیز اس طرح پر ہوگا کہ کفی باللہ شهیدا یعنی اللہ تعالی کی طرف سے نشانات اور تائیدات بہ مقابل مخالفین کے اُس کے شامل حال ہوں گے چنانچہ یہ سب امور وقت دعوی مجددی سے اب تک واقع ہورہے ہیں مگر جن صاحبوں نے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا ہے تو پھر اس کا کیا علاج ہے۔

آنکھیں اگر مُندی ہیں تو پھر دن بھی رات ہے اسمیں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

+ جس صاحب کو اس حدیث متفق علیہ مذکورہ کی شرح مع مالہ و ما علیہ دیکھنی ہو وہ ہمارے رسالہ **مسک العارف** کو مطالعہ فرماوے۔ منہ

قولہ پھر امروہی صاحب موصوف صفحہ (۵۵) پر اس حدیث کے ٹکڑہ یعنی لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مصداق مرزا صاحب کو ٹھیراتے ہیں الی اخرہ۔

اقول حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ تمام دنیا کے انسان ایسے عابد و زاہد ہو جاویں گے کہ سب کے سب دنیا کو ترک کر دیویں گے لہذا ان سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی کیونکہ یہ معنے نصوص قطعیہ کے مخالف ہیں کما مرّ اولا پس جب کہ مخالفین اسلام باقی رہے اگرچہ ان کا مذہب بسبب نہ ہونے حجت اور برہان کے ان کے پاس ہلاک ہو گیا تو پھر جو معنے ہم نے کیئے ہیں کہ مخالفین اسلام کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام کے بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جاوے گا اس میں کون سا حرج ہے بینوا توجروا۔ اور چونکہ آپ خود فرماتے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی لہذا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ خزائن معارف علمیہ اور اموال حقائق دینیہ وہ مسیح موعود اس قدر تقسیم کرے گا کہ اس کے مستفیدین و مستفیضین سیراب ہو جاویں گے تو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ معنی مال کے ما یمیل الیہ الطبع کے ہیں ہاں مخالفین اس کو قبول نہ کریں گے جیسا کہ فلا یقبلہ احد کا مصداق آپ پر صادق ہے۔

اور **مؤلف** یہ جو کہتا ہے کہ اسلام کی حقیت زید و عمر کی طرف محتاج نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم (ظاہرین الی یوم القیامۃ) اس پر شاہد ہے۔

اقول یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ ظاہرین صفت واقع ہوئی ہے طائفۃ مؤمنین کی اور نیز حسب الحکم حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین کے ظہور اور غلبہ اسلام کا بذریعہ مؤمنین کے ہی ہو سکتا ہے لا غیر اور یہ امر بھی مسلمات سے ہے کہ مہدی

اور مسیح بھی دونوں مومن ہی ہوں گے بلکہ مجدد ہوں گے اندریں صورت یہ قضیہ کہ (ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیت اسلام بالبراہین والخ مسیح موعود نہیں ہو سکتا) اگر سالبہ کلیہ ہے تو محض غلط ہے کیونکہ بعض مومن بیان کنندہ حقیت اسلام بالبراہین والخ حسب مقدمات مذکورہ کے مہدی اور مسیح بھی تو ہو سکتا ہے اور اگر سالبہ جزئیہ ہے تو مفید مدعای مؤلف نہیں ہو سکتا معائنہ کرو ان **امارات و علامات مسیح موعود** اور مہدی معہود کو جو حسب پیشین گوئی مخبر صادق واقع ہو گئیں اور صدی میں سے ۱۷ برس گذر گئے اور **کسوف و خسوف** جو خاص **مہدی موعود** کا نشان تھا وہ بھی ۱۳۱۱ھ ہجری میں واقع ہو چکا اور پھر دیکھو دعوی مدعی مہدویت کو کس قدر ادلہ یقینیہ سے ثابت ہو چکا وغیرہ و غیرہ معہذا پھر یہ **مدعی** کیونکر **مہدی موعود اور مسیح مسعود** نہ ہو گا کہ اس صورت میں تمام آثار و اخبار مخبر صادق کے **نعوذ باللہ** کاذب ہو جاویں گے اور ادلہ شرعیہ کا اہمال لازم آوے گا۔ **و اللازم باطل فالملزوم مثلہ۔**

قولہ آیت **سبحان ربی الخ** جو جواب میں قول کفار کے واقع ہوئی ہے اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے تو چاہیئے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں ان سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو سکے الخ ما قال

اقول ای مؤلف صاحب ہم کب کہتے ہیں کہ آیت ما نحن فیہا میں جو امور مذکور ہیں وہ سب بہ نسبت قدرت قادر مطلق کے ممتنع ہیں **حاشا وکلا و نعوذ باللہ منہا** بلکہ فقط ہمارا قول بھی وہی ہے جو آپ نے صفحہ ۷ میں خود لکھا ہے **و ھو ھذا** عدم ایقاع ان امور کا بہ لحاظ اس کے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاویں گے جیسا کہ آیت **وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ** تعالی **الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا**

بشراً مُّبینًا میں ہے۔ پس جب کہ ان جملہ امور مندرجہ آیت کا عدم ایقاع آپ کے مسلمات سے ہے تو اب ہم کو کچھ ضرورت اس کی باقی نہیں رہی کہ ترقی فی السمآءِ کو ممتنع لذاتہ قرار دیویں مقصود ہمارا وہی ہے جو آپ کے مسلمات سے ہے کہ یہ جملہ امور مندرجہ آیت واقع نہیں ہوئے کوئی امر کسی مصلحت الٰہی کی وجہ سے وقوع میں نہیں آیا اور کوئی امر کسی دوسری حکمت الٰہیہ کی وجہ سے واقع نہیں ہوا امتناع اور امکان میں ہم نے کب بحث کی تھی جو آپ امتناع اور امکان کو لے بیٹھے صرف عدم وقوع میں بحث تھی جو آپ کو بھی مسلم ہے اور پھر آپ کے قول کو ہم مکرر لکھتے ہیں کہ مقصود آیت سے یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اس کے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے یا حق سبحانہ و تعالیٰ حسب اقتضائے کفار کے جس وقت وہ جیسا کہ چاہیں نشان ظاہر کرے خصوصًا وہ نشان جو متمم حجت ہونے کے لئے موجب ہلاک ہو وہ فعال لما یرید ہے اگر چاہے اجابت مسئول تمہاری کی فرما دے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت نہیں میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے مجھکو اسی میں مشغول رہنا چاہئے اور مسئولہ کی طرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے انتہی بلفظہ۔

اب ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ مضمون ہذا جو حسب اقرار مؤلف مدلول آیت کا ہے یہ کہاں اور وقوع امور مذکورہ کہاں پس جب کہ اللہ تعالےٰ اپنی کسی مصلحت یا کسی حکمت کی وجہ سے آسمان پر کسی رسول و نبی کا چڑھا دینا خلاف حکمت اور مخالف مصلحت قرار دیتا ہے خصوصًا بوقت اصرار و سوال کفار کے حضرت سید المرسلین حبیب رب العلمین کے لئے بھی اس تاکید بلیغ سے اس کا عدم وقوع ارشاد فرماتا ہے کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا تو پھر حضرت علیسی کا رفع بجسدہ العنصری آسمان پر بغیر کسی نص قطعی کے کیونکر تسلیم کیا جاتا ہے کیا وہ بشر رسول سے بڑھکر ابن اللہ تھے یا خدا

ہی تھے جو اُن کے لئے تو یہ رفع بجسدہ العنصری تسلیم کیا جاوے اور سید الاولین و الآخرین کے لئے اُس کا خلاف حکمت اور مصلحت کے ہونا مانا جاوے۔ ای مؤلف صاحب تم کو ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ربّ العلمین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے جو ایسی تفریق ناقص اور تقسیم بھونڈی کی جاتی ہے تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی

قولہ صـ۷۹ و ۸۰ ھل ینظرون سے او کسبت فی ایمانہا خیرا تک ذکر ہے یوم حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا الے آخر الجواب۔

اقول ای مؤلف صاحب ہم کب کہتے ہیں کہ زمین پر کوئی فرشتہ متمثل بصورت بشری نہیں ہوا جو آپ ہم پر یہ نقض وارد کرتے ہیں کہ یہ شخص متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا وغیرہ وغیرہ آیا یہ سب ارواح کواکب تھے بلکہ ہم قائل ہیں اس کے کہ تمثل ملائکہ بصور بشری کتاب اللہ وسنت نبوی سے ثابت ہے مگر اس تمثل میں التباس و اشتباہ بھی ضرور رہتا ہے چنانچہ تفسیر آیۃ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون میں آپ خود بھی تحریر فرماتے ہیں کہ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور برعایت انتفاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا اور اگر ایسا ہوا تو پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا انتہی بلفظہ پس یہ تمثل ملائکہ کا جو بصور بشری کتاب و سنت میں وارد ہواہے وہ التباس اور اشتباہ سے کفار کے لئے کب خالی ہے جس کو ایمان بالغیب کی حکمت مقتضی ہے یہاں تو گفتگو ملائکہ کے اُس نزول من السماء ما نحن فیہ میں ہے جس میں کسی طرح کا التباس اور اشتباہ باقی نہ رہے جس کو آپ بھی حسب اقرار خود مخصوص بروز قیامت فرماتے ہیں و ھو ھذا جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا نزول بادلوں کے

سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہو گا بہ دلیل یوم تشقق السماء
بالغمام و نزل الملئکۃ تنزیلا انتہی بلفظہ پس اگر نزول مسیح
ملائکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھے ہوے اس عالم میں مانا جاوے تو فرمائیے
کہ پھر اس صورت میں کون سا التباس یا اشتباہ باقی رہے گا جب کہ
آپ خود فرماتے ہیں کہ دفع اشتباہ اس عالم میں حاصل نہ ہوگا پھر آسمان
پر سے مسیح کا نزول بجسدہ العنصری اگر دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ
رکھے ہوے تسلیم کیا جاوے تو پھر آپ اپنے اقرار کے بہ موجب فرمائیے
کہ حدیث دمشقی میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوے
جو مذکور ہے اس کو آیات مذکورہ تکذیب کر رہے ہیں یا نہیں بینوا
توجروا ای حضرت قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیے تاکہ
ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنی مفید مطلب پر دال ٹھیرا کر آیات
اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں حاصل کلام یہ ہے کہ نزول مسیح کے
معنے ملائکہ کے کندھوں پر جو آسمان پر سے خیال کئے گئے ہیں وہ مخالف ہیں
نصوص بینہ قرآنیہ کے اور ایسا خرق عادت جو کفار کو ایمان کی طرف مجبور
کر دے حکمت ایمان بالغیب کے بالکل مخالف ہے اور آپ کا انتظار وہی
انتظار کفار کا ہے جو آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے کہ ھل ینظرون
الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام و الملائکۃ وقضی الامر
ایضاً ھل ینظرون الا ان یاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک او
یاتی بعض ایات ربک یوم یاتی بعض ایات ربک لا ینفع
نفساً ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا
ایضاً و قالوا لو لا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکا لقضی الامر
ثم لا ینظرون و غیرہ و غیرہ - الحضرت آپ نے کیوں ایسا انتظار
مسیح کے لئے کر رکھا ہے جو کفار کا سا انتظار ہے اس عالم میں تو آپ کا یہ
خیال ہرگز واقع نہ ہوگا اگر نزول مسیح و ملائکہ آپ کے اقرار کے بموجب
بھی واقع ہوگا تو اسی طور سے ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے

و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا و للبسنا علیھم ما یلبسون
اسی آیت کی تفسیر میں آپ خود ہی فرماتے ہیں اگر فرشتہ زمین پر اُترتے بھی اور
زمین پر چلے پھرے اور مشہود خواص وعوام ہو جسے تو بالضرور خواص اعدلوگا
آدمیوں کے اُس میں ہونے چاہئیں جب ایسا ہوا تو پھر وہی لبس اور اشتباہ
بحال خود باقی رہے گا اور اصل بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ عالم ملائکہ
کے بالکل منکر ہیں کیونکہ کواکب اور اجرام علویہ کے لئے آپ کے نزدیک ملائکہ
کا توسط نہیں ہے حالانکہ یہ امر تمام نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے بالکل مخالف
ہے دیکھو تحفۃ المؤمنین وغیرہ کو جس میں ہم نے بدلائل یقینیہ توسط ملائکہ
کا ہر ایک عالم علوی اور سفلی کے لئے ثابت کیا ہے پھر فرشتوں کا خود تو انکا
کرنا اور دوسروں پر انکار کا افترا کرنا خدا را ترسے و مصطفی را حیا ئے۔

قولہ اسی اور نوے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ
کون سے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آویں لئے
اخر الجواب۔

اقول یہاں پر مؤلف صاحب نے اپنی تاریخ دانی ایسی ہی ثابت
فرمائی ہے جیسا کہ کسی شیعہ نے کہا تھا کہ سید عبد القادر جیلانی نے بھی حضرت
امام حسین کی بغاوت کے فتوے پر مہر کی تھی بھلا آپ سے استفسار ہے کہ اگر
حضرت نوح کی عمر ۱۴۰۰ برس کی اور حضرت آدم کی عمر ۹۳۰ سال کی ہوئی وکذا و
کذا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ حضرت عیسی کی عمر بھی دو ہزار برس یا زائد
کی ہوگی یہ آپ کا قیاس ایسا ہے جیسا کسی ظریف نے کہا ہے **شعر**

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

پھر علاوہ اس پر آپ یہ فرماتے ہیں کہ اسی نوے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے

یہ کون سے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ اسے حضرت آپ کو باوجود تاریخ دانی کے اس قدر بھی نہیں معلوم کہ حضرت عیسی کے زمانہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بنی آدم کی اکثر عمریں قریب سو برس تک کے ہوئی ہیں اور آپ کسی ایسے شخص کا پتہ زمانہ حضرت عیسی میں نہیں دے سکتے جس کی عمر دو ہزار برس کی ہوئی ہو ومن ادعی فعلیہ الاظہار و البیان اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ جس عہد اور زمانہ کے لوگوں کی عمریں اکثر سو برس کی ہوتی ہوں اُن لوگوں میں بعمر اسی یا نوے سال کی بالضرور نکوس اور واژگونی عارض ہو جاوے گی اور اب تو اکثر لوگوں کی عمریں جو حسب پیشین گوئی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ساٹھ ستر کی ہوتی ہیں اُس میں تو نکوس اور کوز پشتی بعمر شصت سال ہے آجاتی ہے یہ بقول زبان زد خلائق ہو رہا ہے کہ

شعر

چو شصت آمد نشست آمد پدیدار ۔ چو ہفتاد آمد افتاد آلہ از کار

پس اگر فرض کیا جاوے کہ حضرت نوح کی عمر ۱۴۰۰ برس کی ہوئی تو اُن کے لئے اسی یا نوے سال میں کوئی اہل عقل کیونکر نکوس کا مجوز ہو سکتا ہے علی ہذا القیاس جس زمانہ کے لوگوں کی عمریں سو برس تک کی ہوویں تو ہر ایک اہل عقل اور سمجھہ والا یہ بھی سمجھہ لیوے گا کہ اسی یا نوے سال میں نکوس اور واژگونی اُن کو پیدا ہو جاوے گی غرض کہ طول اور قصر عمر کے بموجب نکوس اور کوز پشتی کا عارض ہوتا ایک بدیہی امر ہے جس کو ہر ایک انسان ذی عقل سمجھہ سکتا ہے اللہ تعالی کا کلام اور خطاب انسان ذی عقل

سے ہے نہ لایعقل سے پس قرآن مجید کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اُن
امور کو بھی سمجھاوے اور بیان کرے جس کو ہر ایک انسان ذی عقل
وقت خطاب کے سمجھ سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی عمر تو حدیث صحیح
سے ثابت ہو چکی ہے کہ ایک سو بیس برس کی تھی کما بینا سابقا
پس ہر گاہ کہ ہم حدیث صحیح سے حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس برس
کی ثابت کر چکے ہیں تو آپ کی تفصیل اعمار بعض انبیا کی جو تواریخ بلا
سند سے لکھی ہے آپ کو کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے کجا اعمار دیگر انبیا
کی جو زمین میں رہے اور کجا حضرت عیسیٰ جو دوسرے آسمان پر آپ
کے خیال کے بہ موجب بلا تغیر و تبدل بیٹھے ہوئے ہیں نہ اُن کو حاجت
اکل و شرب کی ہے اور نہ کوئی بال اُن کا سفید ہوتا ہے اور الآن
کما کان کے مصداق ہیں اور وہ صفت حیاۃ کی جو خاص اللہ تعالیٰ
کے واسطے ہے کہ لا یزول و لا یحول وہی حضرت عیسیٰ کے واسطے
تجویز کی جاتی ہے یہ تو زمین و آسمان کا تفاوت ہے ع ببیں تفاوت
راہ از کجا ست تا بہ کجا ۔ اور مؤلف صاحب نے جو اصحاب کہف
کے لئے تین سو نو برس تک کی عمر آیت و لبثوا فی کھفھم ثلث
مائۃ سنین سے قطعی طور پر مقرر فرمائی ہے کیا مؤلف صاحب نے
آیت و اللہ اعلم بما لبثوا قرآن مجید میں نہیں دیکھی۔ اگر نہی
فلا تمار فیھم الا مراء ظاھرا وارد نہ ہوتی تو میں اس مدت
لبث اصحاب کہف میں گفتگو کرتا مگر چونکہ اصحاب کہف کے لبث
سے خواہ وہ کسی قدر مدت تک ہو عمر مزعوم حضرت عیسیٰ کی ثابت
نہیں ہو سکتی تو پھر ایک امر میں جو محول بعلم الٰہی ہے گفتگو کرتا محض

بحث ہے۔

قولہ مسیح بن مریم اس آیت کے دو شق میں سے وَ مِنکُم مَن یُرَدُّ اِلیٰ اَرذَلِ العُمُرِ میں داخل ہے الیٰ آخر الجواب

اقول اس جواب میں مؤلف صاحب نے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُتار نے اتارتے زمین پر گراہی دیا اسے حضرت جب کہ حضرت عیسیٰ آپ کے نزدیک اب ارذل عمر میں داخل ہیں تو بالضرور لِکَیلَا یَعلَمَ بَعدَ عِلمٍ شَیئًا کے مصداق ہو گئے ہوں گے پھر اگر فرض بھی کیا جاوے کہ زندہ بھی ہوں تو در صورتے کہ تمام حواس خمسہ ظاہری اور نیز باطنی ان کے ایسے ارذل اور ضعیف ہو گئے کہ لِکَیلَا یَعلَمَ بَعدَ عِلمٍ شَیئًا کے مصداق بن گئے تو وہ اب اُتر کر آسمان سے علوم شرعیہ کی تجدید نہ ہی تعلیم ہی ہی کیونکر انجام دیویں گے اور شیخ اکبر کا کشف ان کے لئے کیا مفید ہوگا۔ باقی رہا مسیح کا آسمان پر چڑھ جانا اور وہاں پر بلا تغیر و تبدل و بغیر اکل و شرب کے مدت تخمینا دو ہزار برس تک سکونت پذیر ہونا اور پھر بجسدہ العنصری اُترنا و غیرہ و غیرہ اگرچہ آپ کے نزدیک حالات متوسطہ میں سے ہے لیکن قادر مطلق کے ایک بڑے عجائبات قدرت اور اعجب العجاب سے بالضرور ہے لہذا ضرور تھا کہ فاطلی اظہار قدرت اس قادر مطلق کے قرآن مجید میں مذکور کیا جاتا کیوں کہ اظہار قدرت قادر مطلق کا ایک مقصود اعظم مقاصد عظیمہ قرآن مجید میں سے ہے۔ اس جگہ پر پیر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسمان پر جانے کا حال چونکہ حالات متوسطہ میں سے ہے لہذا

جواب نمبر ۱۷

اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا یہاں پر پیر صاحب نے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کو بالکل نسیا منسیا کر دیا و لنعم ما قیل دروغ گو را حافظہ نباشد اور ای حضرت واقعہ صلیب کا ذکر جب کہ اللہ تعالیٰ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں فرما چکا ہے کما مر بیانہ مایقا تو اس مقام پر اُس کے ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی جو ذکر فرماتا اس مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی حالت عمری کو دو صورتوں میں منحصر فرمایا ہے اول قبل آنے ارزل عمر کے وفات پا جانا دوم حالت ارزل عمر کو پہونچ جانا جس میں یہ حالت عارض ہو جاتی ہے کہ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا

قولہ طعام کے معنی مالطعم کے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہوکر مایہ حیات ہے طعام کا معنی گیہوں جو وغیرہ نہیں الی قولہ اور قیامت تک ایسے لوگ ہوں گے جنکا مایہ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہو گا

اقول اے مؤلف صاحب حدیث و ایکم مثلی انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی یا فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح و التقدیس کی دلالت اگر آپ کے خیال مزعوم پر ہے تو پھر کسی نبی یا رسول بشر کی کوئی ایسی نظیر پیش فرمائی جاوے جس نے بالکلیہ طعام عمر بھر نہ کھایا ہو یا تخمینا مدت دو ہزار برس تک طعام حقیقی و معروف کی اُس کو کچھ حاجت نہ ہوئی ہو اس کا کون انکار کرتا ہے کہ انبیا علیہم السلام اور مقربین الٰہی کو حقیقی طعام معروف

کی حاجت بہ نسبت عوام کے اقل قلیل ہوتی ہے یہاں تو بحث اس امر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ جو دو ہزار برس سے آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اجناس غلہ گندم و جو وغیرہ طعام حقیقی کے کھانے کی ان کو آج تک مطلق حاجت نہیں ہوئی آیا یہ بات قانون قدرت مقررہ قرآنی کے موافق ہے یا مخالف سو قرآن مجید کا قانون مقررہ ارشاد فرماتا ہے کہ وما جعلنا ھم جسدًا لا یاکلون الطعام و وما کانوا خالدین اور کانا یأکلان الطعام حاصل مطلب آیات الٰہی کا یہی ہے کہ کوئی رسول بشر ایسا نہیں ہوا جس کو عمر بھر مطلق حاجت اکل و شرب حقیقی طعام معروف کی نہ ہوئی ہو ہاں یہ بات جدی ہے کہ ان مقربین کی غذا ذکر تقدیس و تسبیح بھی طعام مجازی مددگار ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں کہ عمر بھر تک غذائے معروف اور طعام حقیقی و عرفی کی ان کو حاجت نہ ہوتی ہو ورنہ پھر آپ ہی فرمادیں کہ آیات مذکورہ اور احادیث بالا میں کیا توفیق و تطبیق ہوگی بینوا توجروا۔ پھر دیکھو صراح میں لکھا ہے طعام بالفتح خوردنی و گندم پس حقیقی معنے طعام کے یہی ٹھیرے اور صرف حقیقت سے طرف مجاز کے بلا قرینہ جائز نہیں پس آیت میں آپ کیوں کر معنے مجازی بلا قرینہ مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ اس سے آپ کی تفسیر دانی معلوم ہوئی ای حضرت ذرا اس کا پتہ و نشان تو دیجئے کہ اللہ تعالےٰ

نے اپنے پاک کلام میں کس جگہ فرمایا ہے کہ اصحاب کہف بغیر اکل و شرب کے تین سو نو برس تک زندہ رہے وہ آیت کون سی ہے بلکہ قرآن مجید سے تو اُن کی حاجت ضرورت طرف طعام کے ہی معلوم ہوتی ہے قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ و لیتلطف اور خود اصحاب کہف نے عرض کیا کہ و اذا اعتزلتموھم وما تعبدون الا اللہ فاووا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ و یھیئ لکم من امرکم مرفقا ظاہر اور متبادر اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مراد رحمت الٰہیہ سے یہی ہے کہ بغیر کسب اور سعی کے اسباب اکل و شرب کے مہیا ہو جاویں اور لفظ مرفق سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اس سے اکل و شرب کے فوائد اور منافع ہیں دیکھو صراح میں لکھا ہے مرفق انچہ بوے نفع یا بند از کارسے و منہ قرأ قولہ تعالی و یھیئ لکم من امرکم مرفقا الی قولہ و مرافق الدار جائے آب و برف انداختن و مانند آن انتہی۔ اور پھر یہ گذارش ہے کہ اصحاب کہف کے حالات مرویہ بنی اسرائیل اگر تسلیم بھی کیئے جاویں تو اُن کی تسلیم سے حضرت عیسی کے حالات آسمانی مخترعہ آپ کے کیونکر ثابت ہو سکتے ہیں بینوا توجروا۔ افسوس ہے کہ مؤلف صاحب کو اس قدر تمیز بھی حاصل نہیں کہ کلمات قرآنی کے معنے حقیقی اور مجازی میں فرق کر سکیں انا للہ و انا الیہ راجعون اور واضح ہو کہ عدم اکل و شرب کوئی کمال نہیں ہے دیکھو جمادات گو کہ اُن میں اکل و شرب مطلق نہیں پایا جاتا

ہے فلہذا جمادات نباتات سے مفضول ہیں اور چونکہ حیوانات میں نباتات سے اکل و شرب زیادہ پایا جاتا ہے لہذا حیوانات نباتات سے افضل ہیں ہاں چونکہ حیوان لایعقل ہیں تمیز اکل و شرب سے او نہیں ہے لہذا انسان سے حیوان مفضول ہے خلاصہ یہ کہ عدم اکل و شرب کچھ کمالات میں سے نہیں ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اعتدال مرعی رہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ **قولہ** حضرت عیسیٰ تو دنیا میں بھی بباعث زہد و فقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے ادای زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے الی اخر الجواب۔

اقول ای مؤلف صاحب حضرت عیسیٰ کا فقیر و محتاج ہونا حتیٰ کہ صاحب نصاب بھی نہ ہوئے ہوں آپ نے کہاں سے ثابت کیا قرآن مجید سے تو اُن کا مالدار ہونا ثابت ہوتا ہے دیکھو فرمایا اللہ تعالیٰ نے **وجعلنے مبارکا اینما کنت** لفظ عام مبارک صریح دلالت کرتا ہے کہ آپ کثیر الخیرات تھے اور پھر اینما کنت بھی عام طور پر دلیل ہے اُن کے مالدار ہونے کی پھر اسی پر تفریع کرکر عبادت بدنی تو **اوصانی بالصلوٰۃ** میں مذکور فرمائی گئی اور عبادت مالی **اوصانی بالزکوٰۃ** میں ارشاد ہوئی۔ اب اگر قرآن مجید سے آپ کی تسکین نہ ہو تو پھر دیکھو تواریخ انجیل کو جس سے حضرت عیسیٰ کا مالدار ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ نے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ کی عبارت پر اعتراض کیا ہے اُس کا جواب ہمارے رسائل میں مفصلا لکھا ہوا ہے افسوس کہ آپ اُنھیں پرانے اعتراضوں کو اعادہ کیے جاتے ہیں اور ہمارے جوابہائے شافی پر ایک ذرہ بھر توجہ نہیں کرتے

ہم اُن کا اعادہ کہاں تک کیئے جاویں اس جگہ آپ سے صرف یہ
استفسار کیا جاتا ہے کہ آپ کے نزدیک تصویر جانوروں کا بنانا جیساکہ
آیت و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی میں مذکور
ہے مکروہ ہے یا نہیں بشق اول آپ کو وہی بات اختیار کرنی پڑی
جو ازالہ میں مذکور ہے اور بشق ثانی کے آپ قائل نہیں فاین المفر
اور انکار معجزات جو ہماری طرف آپ منسوب کرتے ہیں اُس کا جواب
سوای اس کے اور کیا عرض کیا جاوے کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین
خواہ ہم ہوں یا آپ۔

قولہ نزول آیت کے وقت اگر مرجانا اُن کا
ضروری تھا تو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں۔

اقول خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے جس وقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان آیات سے استدلال
فرمایا جیساکہ بخاری اور شروح میں لکھا ہوا ہے کما بیناہ سابقاً تو
استفسار یہ ہے کہ یہ استدلال اُن کا صحیح تھا یا غلط بشق اول مدعا
ہمارا ثابت ہے اور آپ کی ہمہ دانی علوم منطقیہ سب عنقا ہو گئی
گئی اور بشق ثانی اس کی کیا وجہ کہ تمام صحابہ حاضرین نے اُس کو تسلیم
کرلیا اور کوئی نکتہ چینی حضرت صدیق اکبر کے استدلال میں کسی ایک
صحابی نے بھی نہیں کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام رسولوں
کی وفات پر جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں تمام صحابہ حاضرین کا
اجماع ہوگیا پھر آپ کے پاس ایسے اجماع صحابہ کے تسلیم نہ کرنے

جواب نمبر ۳۲

کی کیا وجہ ہے اور پھر دو بارہ آپ کی منطق کی خبر لی جاتی ہے کہ ان قضایا کو دائمہ مطلقہ کون کہتا ہے اُن کو تو ہم مطلقہ عامہ ہی کہتے ہیں لیکن جب کہ قضیہ مطلقہ عامہ میں تحقق نسبت محمولی کا موضوع کے لئے ازمنہ ثلاثہ میں سے کوئی ایک زمانہ ہوتا ہے تو پھر بحکم آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے زمانہ ماضی میں تحقق موت کا حضرت عیسی بن مریم کے لئے واقع ہو گیا تو اب مطلقہ عامہ مؤید اور مثبت ہماری مذہب کے لئے ہوا یا تمھارے مذہب کے لئے بینوا توجروا۔

اور جب کہ حضرت عیسی کے لئے مضمون قضیہ کا بحکم فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے واقع ہو گیا تو قیام مبدأ بھی بموجب آپ کے اقرار کے ثابت ہوا و ھو المطلوب

قولہ یہ آیت سورہ نحل کی ہے الی قولہ فی الجواب الاخر تو بہ حکم آیت مذکورہ روح القدس بھی مر گیا ہو گا الخ

اقول مؤلف صاحب تسلیم کیا کہ قضیہ اموات غیر احیاء مطلقہ عامہ کے رنگ میں ہے لیکن گذارش یہ ہے کہ آپ کے علم منطق کی رو سے کیا مطلقہ عامہ میں بزمانہ ماضی تحقق فعلیت نسبت کا محال ہے جو حضرت عیسی کی نسبت بحکم فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے تحقق فعلیت نسبت کا انکار کیا جاتا ہے۔ والعجب و ما ادراك ما العجب کہ مؤلف صاحب تفسیر آیت و الذین یدعون من دون اللہ الآیہ میں فرماتے ہیں کہ جس قدر ضمائر ذوی العقول کی اس آیت میں مذکور ہیں اُن سے تحکما اصنام غیر ذوی العقول مراد ہیں اور اُس کی دلیل ذلیل یہ ارشاد ہوتی ہے کہ سورہ نحل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے حاصل

آپ کی تقریر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر قرآن مجید مکہ میں نازل ہوا ہے باوجود موجود ہونے الفاظ من دون الله اور ضمائر ذوی العقول وغیرہ کے اُس میں اُن مشرکین کا رد نہیں ہے جو ذوی العقول مثل حضرت عیسیٰ وغیرہ کو معبود مانتے تھے بلکہ جو مشرکین صرف اصنام و احجار کو معبود مانتے تھے اُنھیں کا رد کیا گیا ہے گویا تا ہجرت مدینہ طیبہ کے یہ شرک جائز تھا اور اُس کی ممانعت تاہجرت قرآن مجید میں نازل نہیں ہوئی و نعوذ بالله من هذا القول مثل البول کبرت کلمة تخرج من افواههم ۔ اور مؤلف صاحب جو ملائکہ اور روح القدس سے آیت پر نقض وارد کرتے ہیں اُس سے بھی کمال خوش فہمی اُن کی ظاہر ہوتی ہے اگر ملائکہ اور روح القدس کو وقت نزول آیت کے احیاء غیر اموات مانا جاوے تو رد شرک میں کیا نقض لازم آتا ہے کیوں کہ اللہ تعالے اس آیت میں تمام معبودات باطلہ من دون اللہ کی معبودیت کو خواہ ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول ہوں چند طرح پر باطل فرماتا ہے ۔

اوّلاً یہ کہ الہ کے لیئے صفت خالقیت ضروری ہے اگر صفت خالقیت معتبر نہ ہو تو عدم مخلوقیت تو نہایت ہی ضروری ہے لیکن ملائکہ اور روح القدس میں یہ دونوں صفتیں موجود نہیں ہیں پس وہ الہ کیونکر ہو سکتے ہیں بنا برعلیہ ملائکہ اور روح القدس تو لفظ من دون الله اور لا يخلقون شيئاً و هم يخلقون سے اول ہی خارج ہو گئے اور لفظ اموات غیر احیاء الآیہ سے تمام مرسلین بشر جن کو انسانوں نے معبود قرار دے رکھا ہے وہ سب ہی خارج

ہو گئے پس اگر ملائکہ اور روح القدس کے لئے فضیلت نسبت موت کے
کسی زمانہ آئندہ ہی میں تسلیم کی جاوے نہ فی الحال کما قال اللہ تعالیٰ
کل شئ ھالك الا وجھہ تو وہ معبود کیونکر قرار دئے جا سکتے
ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ایک حضرت عیسیٰ کی حیات کے لئے پیر
جی صاحب پر کس قدر مصیبتیں پڑی ہیں کہ کسی وقت ان کو ان مصیبتوں
سے چھٹکارا نہیں حاصل ہوتا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قولہ اگر ایسا ہے تو آیت سنت اللہ التی قد خلت اور
دوسری آیت و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ میں صریح تناقض صحیح
ہو گا اھ۔

اقول ای مؤلف صاحب تناقض تو آپ کے ذہن
میں ہے نہ قرآن مجید میں جو سنت اللہ کہ گذر چکی وہی سنت اللہ پھر
بحکم قادر مطلق اعادہ کی جاتی ہے اس میں کیا تناقض لازم آتا ہے
یا یہ کہ جو حکم الٰہی کسی قوم کے ہلاک و عذاب کے لئے صادر ہو چکا
اس حکم کے لئے کوئی تبدیل کرنے والا نہیں سیاق و سباق آیت کو
دیکھو فلما رأو باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ و کفرنا بما کنا
بہ مشرکین فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأو باسنا
سنت اللہ التی قد خلت فی عبادہ و خسر ھنالك
المبطلون مطلب آیت کا ظاہر ہے کہ وقت رویت عذاب کے ایمان
نفع نہیں دے سکتا یہ امر اللہ تعالے کی سنت ہے اور پہلے سے
یہ امر ہو چکا ہے لہذا اس حکم کے لئے کوئی تبدیل کرنے والا نہیں کہ
بلکہ وقت مجیئت عذاب اور باس کے جو لوگ کافر رہتے ہیں وہ ہلا

۲۶ فرویر

ہی ہو جاتے ہیں کما قال و خسر ھنالک المبطلون۔

قولہ محاورہ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گذرا ہے یہ ہر دو صورۃ میں صادق ہے اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت صیغہ تحصیلداری سے علحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی۔

اقول یہاں پر مؤلف صاحب نے حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت کرنے کرنے رسالت اور نبوت سے بھی اُن کو معزول کر دیا اور اب جو وہ آسمان سے اُتریں گے معزول عن عہدۃ النبوۃ و الرسالت نازل ہوں گے مگر کوئی قصور حضرت عیسیٰ کا جس کی وجہ سے وہ عہدۂ رسالت سے معزول کیئے گئے ہیں بیان نہیں کیا گیا ای مؤلف صاحب آپ نے جو مثال تحصیل دار معزول شدہ پر قیاس کیا ہے ای حضرت کوئی عہدہ دار بلا صدور جرم اور قصور کے اپنے عہدہ سے معزول نہیں کیا جاتا پھر حضرت عیسیٰؑ سے کون سا جرم صادر ہوا جو اپنے عہدہ نبوت اور رسالت سے وہ معزول کئے گئے بینوا توجروا۔

آپ نے کیا اچھی دوستی اور محبت حضرت عیسیٰ سے کی ہے سچ کہا ہے کسی نے نادان کی دوستی اور جی کا زیان۔ کیا آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت بھی نہیں پڑھی کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔

ایہا الناظرین مؤلف صاحب کا یہاں پر یہ بھی اقرار ہو کہ خلوا جس سے خلت مشتق ہے صفت زمانہ کی بالذات ہوتی ہے کہتے ہیں کہ سال گذشتہ اور قرون خالیہ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیا کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت

کے موصوف کیا جاتا ہے اور اُس کو دو صورتوں میں آپ نے منحصر
کیا ہے ایک موت دوسری معزولی عن العہدہ پھر جب کہ آپ کوئی
جرم حضرت عیسیٰ کا ثابت نہیں کر سکتے اور نیز اُن کا رسول بھی ہونا
اب تک قرآن مجید میں مذکور ہے چنانچہ اسی آیت میں قد خلت
من قبلہ الرسل موجود ہے پس لا محالہ اگر بحکم فلما توفیتنی
کے ان دو شقوں میں سے آپ ان کی موت ہی کے قائل ہو جاویں تو
ان سب مفاسد سے آپ کو چھٹکارا ہو جاوے گا پھر اس صورت
میں آپ یاد رکھیں کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ایک امام آپ
کو ماننا پڑے گا کیونکہ لفظ خلت میں بہ نسبت موت کے ایک اور
امر زائد ملحوظ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح پر زمانہ اور وقت
دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتا ہے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں بنابر
علیہ حضرت عیسیٰ جو وہ بھی قد خلت میں داخل ہو گئے ہیں خواہ آپ
کے اقرار کے بموجب بالعرض ہی دخول سہی دو بارہ لوٹ کر نہیں
آ سکتے بحث قد خلت من قبلہ الرسل کی ہم اپنے رسائل مسک
العارف وغیرہ میں مفصلا لکھ چکے ہیں جس کو تفصیلی بحث دیکھنی منظور
ہو وہ ہمارے رسائل کی طرف رجوع کرے۔

قولہ حاشیہ صفحہ ۸۵ و ۸۶ عیسیٰ بن مریم کا مستثنیٰ
ہونا اثبات مدعا میں مخل نہیں کیونکہ واقعہ احد اور حادثہ وفات
شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برات ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات سے اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں
جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شیٔ من الرسل بہالک فقط ایجاب جزئی

جو نقیض صریح ہے سلب کلی کے لئے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کے نہیں۔ آہ

اقول ای طلباء علم منطق اب بھی پیرجی کی منطق آپ کو معلوم ہوئی اگر معلوم نہ ہوئی ہو تو کسی قدر میں اس کو واضح کرتا ہوں بگوش ہوش بشنوید پیرجی فرماتے ہیں کہ واقعہ احد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برات ہے آں حضرت کی وفات سے ۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مزعوم مخاطب سالبہ شخصیہ ہے مگر آگے اس کے فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شیٔ من الرسل بھالک الخ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ ایہا الناظرون کیسی فاش غلطی اور جہالت ہے کہ ایک ہی مزعوم کو[۴] سالبہ کلیہ قرار دیا گیا اب تک بھی پیرجی صاحب آپ کے نزدیک اس خاکسار کے مخاطب صحیح ہو سکتے ہیں کلا و حاشا۔ اب واضح ہو کہ جب کہ مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ نہ ہوا تو طرز استدلال ہی باطل ہو گیا۔

قولہ حاشیہ صفحہ ۸۵ صورت استدلال نزول آیت کے لحاظ سے یہ ہے الموت لیس بمناف للرسالۃ لانہ لو کان منافیا لما توفی احد من الرسل لکنہ الخ

اقول ایہا الناظرون برائے خدا آپ سے انصاف طلب ہے کہ شکل اول پر تو یہ اعتراض کہ قیام ہیئت نہیں لیکن جو پیرجی صاحب نے قیاس بنایا ہے اس میں قیام ہیئت تو درکنار مادہ قیاس ہی قائم نہیں کیا کوئی ادات شرط آیت میں مذکور ہے

[۴] سالبہ شخصیہ [illegible]

یا مستنبط ہو سکتا ہے اور کیا یہ مقدمہ شرطیہ (کہ اگر منافی ہوتی تو پہلے آپ کے کوئی رسول رسولوں میں سے وفات نہ پاتا) مذکور ہے۔ کیا کلمہ لاکن جو ادات استثنا ہے وہ مذکور ہے پھر طرفہ یہ کہ پیرجی صاحب نے اپنی طرف سے بہت سے لفظ یا آیت میں درج کردئے اور ما محمد الا رسول جو آیت کریمہ میں مذکور تھا اُن کو دلیل سے خارج کر دیا اور پھر جو اعتراض آپ شکل اول پر کرتے ہیں وہ بھی اُن کی تقریر پر وارد ہوتا ہے کیونکہ رفع منافات بین الرسالت والموت اسی وقت یعنی وقت خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو قائم نہیں ہوا بلکہ وقت وفات سے پہلے بھی یہ منافات مرفوع ہے پس چاہیئے کہ حضرت پہلے ہی سے فوت ہو جاتے

قولہ الغرض مقصود کلام سے ابطال مزعوم مخاطبین کا ہے یا اثبات نقیض مزعوم کے جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا آہ

اقول یہاں پر پیرجی صاحب نے مزعوم مخاطبین کا منشا منافات بین الموت والرسالت قرار دیا ہے مگر اولا تو یہ منشا صحابہ کرام کی طرف نسبت کرنا محض غلط ہے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صحابہ کرام نے اس مسئلہ بدیہی مات الناس حتی الانبیا کو بھی نہ سمجھا ہو۔ علاوہ یہ کہ احادیث صحاح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مخاطبین صحابہ کا یہ گمان تھا کہ ابھی تک بہت سی پیشین گوئیاں پوری ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں باقی رہی ہیں مثلاً

تمیز بین الخبیث و الطیب ابھی تک واقع نہیں ہوئی ہے پس
جب تک منافقوں کا صفایا نہ ہو تب تک حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم وفات نہ پاویں گے پس ان مخاطبین کی نسبت منافات کا
خیال ہو ہی نہیں سکتا۔

قولہ لفظ کئی رسول اس لئے کہتا ہوں کہ آیت
بل رفعہ اللہ الیہ کی مخصص ہے عموم کے لئے۔ آہ

اقول ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت بل رفعہ
اللہ الیہ سے حیات مسیح علی الصورۃ الکذائیۃ بالکل مردود ہی
پس الرسل اپنے عموم پر باقی رہا۔ اور ثابت ہوا کہ پیر صاحب
کی تقریب ناتمام ہے کیوں کہ صحابہ کرام میں کوئی صاحب ایسے
نہیں معلوم ہوتے جو منافات کے قائل ہوں پس جب کہ پیر صاحب
کے قیاس استثنائی کا یہ حال ہے تو پیر صاحب کے قیاس استثنائی
کو جس سے بلا قرینہ قرآن مجید میں بہت سی عبارات محذوف ماننی
پڑتی ہیں کون مسلمان تسلیم کر سکتا ہے اور پھر بھی باوجود تقدیر
اس قدر عبارات کے مدعا کے لئے غیر مثبت اب گذارش یہ ہے کہ
جب آپ کے قیاس استثنائی کے لئے نہ تو قوام ہیئت ہے نہ
مادہ قیاس موجود ہے اور معہذا مدعا کے لئے بھی غیر مثبت نہیں تو پھر
شکل اول ہی بنا لیجئے وھو ھذا عیسی بن مریم ایک رسول تھا جو محمد
صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا اور کل رسول جو محمد صلے
اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے وہ اس دنیا سے سب گذر
گئے نتیجہ یہ ہوا کہ عیسی بن مریم بھی موت سے گذر گیا صغری

اس شکل کا یوں ثابت ہے دیکھو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو۔ اور کبری اس شکل کا یوں ثابت ہے و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اور اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو بھی ملحوظ رکھو جو ہم بخاری شریف سے مسک العارف و غیرہ میں معہ شرح و بسط کے درج کرچکے ہیں اور تمام صحابہ حاضرین کا اجماع اور اتفاق کل رسولوں کی وفات پر ثابت کرچکے ہیں فتذکر و لا تکن من الغافلین۔

قولہ حاشیہ ص۳۶ صاحب قول الجمیل نے امت مرحومہ کو بعد انتساب اعتقاد ہذا ناحق مشرک ٹھہرایا دیکھو ص۹۶ قول جمیل بعد اظہار مقصود اس آیت کے ناظرین اس دھوکہ سے جو مسک العارف میں متعلق آیت ہذا کے مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔

اقول ای پیر صاحب اب تو آپ کی منطق دانی صغری کبری پڑھنے والوں پر بھی واضح ہو چکے پس بہ مقابلہ ادلہ حقہ یقینیہ کے آپ کے ان مغالطات سے کیا ہو سکتا ہے اور آپ کو نہیں معلوم کہ صاحب القول الجمیل وہ فاضل جلیل القدر ہے کہ اگر آپ اس سے علوم منطق و ادب و غیرہ تمام عمر پڑھیں تو معہذا آپ کے علوم محصلہ کو اس کے علم کے روبرو وہ نسبت ہو جو قطرہ کو دریا سے ہے اگر آپ کو اس میں کچھ شک ہے یا تردد کسی قدر ہے تو چند سطور کشف الدجی سے نقل کی جاتی ہیں تاکہ آپ کو حقیقت علمیہ ہمارے سلسلہ کے علما کی معلوم ہو و ہو ہذا۔

(۱) مسیح الملنانی ہے اور ہر ایک انسانی لوازم اور خواص

انسانیہ سے مخصوص ہے (نتیجہ) پس مسیح لوازم اور خواص انسانیہ سے مخصوص ہے۔ صغریٰ مسلم ہے اور کبریٰ بھی مسلم قرآن سے ثابت ہے کہ عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے یعنی عیسیٰ بھی ایک آدمی ہے جو آدم والے تمام عوارض اور خواص اپنے اندر رکھتا ہے پس حد اوسط کے گرانے سے جو نتیجہ پیدا ہوا وہ صحیح اور مسلم ہے (۲) مسیح بشر ہے اور کوئی بشر تغیرات بشریہ سے خالی نہیں نتیجہ پس مسیح تغیرات بشریہ سے خالی نہیں۔ صغریٰ مسلم ہے اور کبریٰ بھی مسلم قرآن سے ثابت ہے کہ انسانی ہستی کے لئے تغیرات جسمانی یعنی (عوارض اور خواص انسانی) لازم حال ہیں کبھی صحت کبھی مرض کبھی جوانی کبھی بڑھاپا کبھی زندگی کبھی موت آیات ذیل پر غور کرو (۱) ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق الآیہ یعنی جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اُس کی پیدائش الٹا دیتے ہیں یعنی قویٰ بیکار کر دیتے ہیں (۲) و منکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا یعنی بعض تم میں سے ابتدائے عمر میں فوت کئے جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر (یعنی غایت درجہ کے بڑھاپے) کی طرف رد کیئے جاتے ہیں پھر دانا ہونے کے بعد نادان ہو جاتے ہیں (۳) اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ یعنی اللہ وہ اللہ ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دی اور پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی

وارد کی (۲) ثم انکم بعد ذلک لمیتون پھر اس کے پیچھے تم مرنے والے ہو پس جو نتیجہ ظاہر ہوا وہ بھی صحیح ہے (۳) مسیح بشر ہے اور کوئی بشر بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا (نتیجہ) پس مسیح بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ صغریٰ مسلم ہے اور کبریٰ بھی مسلم۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ کوئی ایسا جسم نہیں بنایا گیا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے دیکھو آیت کریمہ وماجعلناھم جسدًا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ یعنی ہم نے ایسا جسم کوئی نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو اور نہ ان کے لئے ہمیشہ کی زندگی ٹھہرائی ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہ سکیں پس (نتیجہ) بھی صحیح ہے۔ (۴) مسیح بشر ہے اور کسی بشر کے لئے خلد یعنی عمر غیر طبعی نہیں دی گئی دیکھو آیت وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون یعنی ہم نے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے ہمیشہ کی زندگی یعنی عمر غیر طبعی نہیں ٹھیرائی پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ بھی مسلم ہے (۵) مسیح انسان ہے اور ہر ایک انسان کے لئے زمین جائے قرار ہے (نتیجہ) پس مسیح کے لئے زمین جائے قرار ہے۔ صغریٰ مسلم ہے اور کبریٰ بھی مسلم قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک انسان زمین سے پیدا کیا گیا ہے اور جو زمین سے پیدا کیا گیا ہے اُس کے لئے زمین ہی جائے قرار ہے اس طرح سے کہ وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اُس سے علٰحدہ نہیں ہو سکتا دیکھو آیات ذیل (۱) ولکم

فی الارض مستقر و متاع الی حین یعنی تمھارے لیے زمین ہی جائے قرار ہے اور اپنے ایام زندگی کو پورا کرنے تک اُس میں رہ کر فایدہ اُٹھانا (۲) فیہا تحیون و فیہا تموتون و منہا تخرجون یعنی تم زندگی کی حالت میں اس زمین میں رہو گے اور پھر آخر اسی میں مروگے اور پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔ (۳) منہا خلقنا کم و فیہا نعید کم و منہا نخرجکم تارۃ اخری یعنی ہم نے اسی زمین سے تم کو پیدا کیا اور آخر اسی زمین میں تم کو واپس لے جاویں گے اور اسی سے پھر نکالیں گے (۶) مسیح مخلوق ہے اور جو مخلوق ہے وہ فانی ہے (نتیجہ) پس مسیح فانی ہے صغری مسلم اور کبری بھی مسلم قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ہر ایک چیز جو زمین پر موجود ہے وہ زمین سے مخلوق ہے اور وہ زمین سے الگ نہیں ہو سکتی اور اُس کا استقرار زمین کے ساتھ لازم غیر منفک کی طرح ہے وہ فنا ہوتی ہے دیکھو آیت کل من علیہا فان یعنی ہر ایک وہ مخلوق جو زمین پر ہے وہ معدوم ہونے والی ہے پس نتیجہ بھی صحیح اور مسلم ہے۔

(۷) مسیح صرف ایک رسول تھا اور ہر ایک رسول اُس سے پہلے گذر چکا ہے (نتیجہ) پس مسیح بھی گذر چکا ہے صغری مسلم ہے اور کبری بھی مسلم قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح صرف ایک رسول تھے کچھ اور نہ تھے اور اُن سے پہلے اُن کے جنس سے سب رسول عالم فانی سے رحلت کر گئے دیکھو آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیۃ

یعنی مسیح بن مریم صرف ایک رسول تھا اور کچھ نہیں اُس سے پہلے سب رسول گذر چکے ہیں اس آیت میں اللہ تعالی نے قیاس استقرائی سے جو ادلہ یقینیہ میں سے ہے حضرت مسیح ابن مریم کی الوہیت کے باطل اور مشرکانہ عقیدہ کو رد کیا ہے اور حضرت مسیح کی بشریت اور موت پر قیاس استقرائی کو دلیل ٹھیرایا ہے یعنی یہ فرمایا ہے کہ دیکھو مسیح سے پہلے اُس کی جنس کے بہت رسول گذر چکے ہیں اُن میں اُن سے بڑھ کر کوئی بات نہیں اور نہ اُس کے لئے کوئی مابہ الامتیاز قائم ہے پس اسی بشریت کے سلسلہ میں آکر وہ بھی عالم فانی سے گذر چکا ہے اور بشریت اور موت اُس کی الوہیت کے منافی ہے پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ بھی صحیح اور مسلم ہے۔

(۸) مسیح ابن مریم معبود من دون اللہ قرار دیا گیا اور ہر ایک شخص جو من دون اللہ معبود قرار دیا گیا وہ مردہ ہے (نتیجہ) پس مسیح ابن مریم مردہ ہے صغری مسلم ہے دیکھو آیت واذ قال اللہ یا عیسی أأنت قلت للناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ الآیہ جب کہا اللہ تعالی نے ای عیسی کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو تم خدا تعالے کے سوا دو خدا بنالو کبری بھی مسلم ہے دیکھو آیت والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون یعنی جو لوگ بغیر اللہ تعالے کے پرستش کئے جاتے ہیں اور پکارے جاتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں مرچکے ہیں زندہ نہیں

اور نہیں جانتے کہ قبروں سے کب اٹھائے جاویں گے پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ بھی مسلم ہے۔ (۹) مسیح مطابق نصوص بینہ قرآنیہ کے فوت ہو گیا ہے اور کوئی فوت شدہ دوبارہ نہیں آسکتا (نتیجہ) پس مسیح بھی دوبارہ نہیں آسکتا صغریٰ مسلم ہے دیکھو آیات ذیل (۱) یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا (۲) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیئ شھید۔ یعنی اے اللہ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ (۳) بل رفعہ اللہ الیہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عزت کی موت دے کر اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور دیکھو حدیث شریف جو بخاری کی کتاب التفسیر میں مروی ہے فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیہم شھیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (ترجمہ بطور حاصل مطلب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی اپنے نافرمان اور بدعتی امتیوں کے حق میں جب کہ وہ قیامت کے دن آگ کی طرف لائے جاویں گے ویسا ہی کہوں گا جیسا کہ عبد صالح حضرت مسیح ابن مریم نے زبانی بازپرس کے وقت کہا تھا اور وہ یہ ہے یا اللہ میں ان کا نگہبان تھا جب تک کہ میں ان میں تھا پس جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا یہ حدیث ان دونو آیتوں کی تفسیر ہے جو حضرت مسیح کے وفات کے بارہ میں آئی ہیں اور امام بخاری نے تظاہر آیتین کی غرض سے اس حدیث مرفوع اور حضرت

ابن عباس کے قول متوفیک ممیتک کو اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں بطور تفسیر کے روایت فرمایا ہے جس سے لفظ توفی کے معنی (اماتت) کی قطعیت ثابت ہے۔ کبریٰ بھی مسلم ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فوت شدہ انسان دو بارہ دنیا میں نہیں آیا کرتے اور نہ اس کی کوئی نظیر قائم ہے دیکھو آیات مندرجہ ذیل۔ (۱) فیمسک التی قضی علیها الموت یعنی جس پر موت وارد ہوگئی خداتعالیٰ اُسے دنیا میں آنے سے روک دیتا ہے۔ (۲) وحرام علی قریۃ اهلکناها انهم لا یرجعون یعنی وہ قریہ جس کو ہم نے ہلاک کر دیا یعنی حقیقی موت اُن پر وارد کردی اُن کا دنیا میں دو بارہ آنا حرام ہے۔ (۳) حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها و من وراءهم برزخ الی یوم یبعثون یعنی جب کافروں میں سے ایک کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب مجھکو پھر دنیا میں بھیج دے کہ میں نیک عمل کروں اور تدارک مافات مجھسے ہو سکے تو اُس کو کہا جاتا ہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا یہ صرف اُس کا قول ہے یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتدا سے کوئی بھی وعدہ نہیں کہ مردہ کو دنیا میں پھر بھیجے اور پھر آگے فرمایا کہ جو لوگ مرچکے ہیں اُن میں اور دنیا میں ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت تک دنیا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ (۴) و قال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منهم کما تبرءوا منا کذلک یریهم الله اعمالهم حسرات علیهم و ما هم بخارجین من النار یعنی دوزخی لوگ درجوع بہشت

کریں گے کہ ایک دفعہ ہم دنیا میں جائیں تا ہم اپنے باطل معبودوں سے
ایسے بیزار ہو جاویں جیسے وہ ہم سے بیزار ہیں لیکن وہ دوزخ سے
نہیں نکلیں گے۔ (۵) ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون یعنی
پھر تم قیامت کے دن قبروں سے اُٹھائے جاؤ گے۔ (۶) وما ھم
بمخرجین یعنی وہ اُس سے نکالے نہیں جائیں گے۔ (۷) یریدون
ان یخرجو من النار وما ھم بخارجین منہا ولہم عذاب مقیم
یعنی وہ چاہتے ہیں کہ آگ سے نکل جائیں پر وہ اُس سے نکل نہیں
سکتے اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ (۸) فلا یستطیعون
توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون یعنی وہ وصیت کرنے کی قدرت
نہ پاویں گے اور نہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس ہو سکیں گے۔ (۹)
اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیہا خالدون یعنی وہ لوگ جنتی ہیں
اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایسا ہی وہ تمام آیتیں دیکھو جس کے
بعد لفظ خالدون یا خالدین آتا ہے (۱۰) لا یذوقون فیہا
الموت الا الموتۃ الاولی وہ صرف ایک ہی موت چکھیں گے یعنی
دو بارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاویں گے کہ پھر مریں۔ اور دیکھو وہ
حدیث جابر بن عبداللہ کی جو مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے اور وہ
یہ ہے وعن جابر رضی اللہ عنہ قال لقینی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جابر مالی اراک منکسرا
قلت استشہدابی وترک عیالا ودینا قال افلا ابشرک
لما لقی اللہ بہ اباک قلت بلی یارسول اللہ قال ما کلم
اللہ احدا قط الا من وراء حجاب واحیی اباک فکلمہ

کفاحا قال یاعبدی تمن علی اعطک قال تحیینی فاقتل فیک ثانیۃ قال الرب تبارک وتعالی انہ قد سبق منی انہم لا یرجعون رواہ الترمذی یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم مجھکو ملے اور فرمایا ای جابر کیا سبب ہے کہ میں تجھے غمناک دیکھتا ہوں میں نے کہا یارسول اللہ میرا باپ شہید ہوگیا اور میرے سر پر عیال اور قرض کا بوجہ چھوڑ گیا آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس بات کی خوش خبری نہ دوں جس طور سے اللہ جل شانہ نے تیرے باپ سے ملا مینے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ مجھے بتلائے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کسی کے ساتھہ بغیر حجاب کے بات نہیں کرتا مگر تیرے باپ کو اُس نے زندہ کیا اور بالمواجہ گفتگو کی اور کوئی درمیان حجاب نہ تھا اور پھر اُس نے تیرے باپ کو کہا اے میرے بندہ کچھہ مجھہ سے مانگ کہ میں تجھے دونگا تب تیرے باپ نے عرض کیا کہ ای میرے رب مجھہ کو زندہ کرکے پھر دنیا میں بھیج دے تا تیری راہ میں دوبارہ دنیا میں شہید کیا جاؤں تب اللہ تبارک و تعالے نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں ابدی طور پر عہد کر چکا ہوں کہ جو لوگ فوت ہوجاویں پھر وہ دنیا میں بھیجے نہیں جاویں گے انہم لا یرجعون قرآن کریم کی آیت ہے یہ وہ حدیث ہے جو ترمذی میں روایت کی گئی ہے اور اس کے ہم مضمون ایک صحیح بخاری میں حدیث ہے جو بوجہ طوالت درج نہیں کی گئی پس اس شکل کا نتیجہ صحیح اور مسلم ہے (۱۰) مسیح ایک رسول تھا جو محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سے پہلے پیدا ہوا اور ہر ایک رسول جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پہلے پیدا ہوا وہ عالم فانی سے گذر گیا ہے نتیجہ پس مسیح بھی عالم فانی
سے گذر گیا ہے - صغریٰ مسلم ہے دیکھو آیت مبشرا برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی حضرت عیسیٰ نے کہا میں ایک رسول
کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا
صلے اللہ علیہ وسلم - کبریٰ بھی مسلم ہے دیکھو آیت وما محمد
الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیہ یعنی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں کچھہ اور نہیں اُن سے پہلے سب رسول
اس عالم فانی سے گذر چکے ہیں اور دیکھو اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث
جو حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں در بارہ استدلال حضرت صدیق
اکبر نسبت وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و جمیع انبیاء علیہم السلام
روایت فرمائی ہے اور اس استدلال پہ صحابہ کا اجماع اور اتفاق ثابت ہے
ہم نے اس روایت کو اپنے رسالہ الدلیل الصریح علی وفات المسیح
میں معہ ترجمہ نقل کیا ہے - پس نتیجہ بھی مسلم اور صحیح ہے (۱۱) مسیح ایک
بشر رسول تھا اور کوئی بشر رسول جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جا
سکتا نتیجہ پس مسیح بھی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جا سکتا - صغریٰ
بھی مسلم ہے اور کبریٰ بھی مسلم دیکھو آیت کریمہ او ترقیٰ فی السماء
ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان
ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنی کفار کہتے ہیں کہ ای محمد صلعم
ہمارے سامنے تو آسمان پر چڑھ جا اور ہم تیرا چڑھنا ہرگز نہیں مانیں
گے جب تک کہ تو ہمارے سامنے اوپر سے کتاب لے کر نہ لا دے اور

ہم اُسے پڑھ بھی لیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ای رسول تو اُنھیں جواب دو کہ میں ایک بشر رسول ہوں میں آسمان پر چڑھ نہیں سکتا اور نہ بشر کا کام آسمان پر چڑھنا ہے پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ صحیح اور مسلم ہے۔

قیاس استثنائی (۱۲) اگر مسیح زندہ ہے تو وہ نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے لیکن مسیح کا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا ثابت نہیں (نتیجہ) پس مسیح کا زندہ ہونا بھی ثابت نہیں۔ صغریٰ مسلم ہے دیکھو آیت وَاَوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا الآیہ یعنی خدا تعالیٰ نے جب تک کہ میں زندہ رہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے کبریٰ بھی مسلم ہے کیونکہ آیت اور حدیث سے حضرت مسیح کا برطبق مفہوم آیت مادمت حیا ان کے مرفوع الی اللہ ہونے کے بعد نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا ثابت نہیں پس حد اوسط کے گرانے سے جو نتیجہ پیدا ہوا وہ صحیح اور مسلم ہے (۱۳) اگر حضرت مسیح زندہ ہیں تو ان کی اُمت کا اعتقاد درست ہے لیکن اُمت کا اعتقاد تو درست نہیں نتیجہ پس حضرت مسیح بھی زندہ نہیں۔ صغریٰ مسلم ہے کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی اُمت یعنی نصاریٰ اعتقاداً و عملاً دونوں طرف سے حضرت مسیح کی وفات تک نہیں بگڑے دیکھو آیت وَکُنتُ علیہم شہیدًا ما دمت فیہم یعنی میں اُن کا نگہبان تھا جب تک کہ اُن میں موجود تھا اور کبریٰ بھی مسلم ہے دیکھو آیات مندرجہ ذیل۔ (۱) وَ اِذْ قال اللہ یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دون اللہ الآیہ جب کہا اللہ نے ای عیسی مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے

اور میری ماکو اللہ تعالےٰ کے سوا دو خدا بنا لو۔ (۲) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم یعنی البتہ کافروں نے کہا کہ بے شک اللہ تین میں کا تیسرا ہے یعنی اقانیم ثلثہ میں سے ایک اقنوم اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ نصاریٰ کا اعتقاد ٹھیک نہیں بلکہ نہایت ہی بد اور مشرکانہ اعتقاد ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں انکو کافر کہا ہے اور یہ ثابت شدہ اور مسلم امر ہے کہ نصاریٰ اب تحت شہادت حضرت مسیح نہیں کیوں کہ اگر حضرت مسیح زندہ ہوتے تو نصاریٰ بالضرور ان کے تحت شہادت ہوتے اور نہ وہ بگڑتے لیکن چوں کہ وہ بوجہ عدم شہادت حضرت مسیح کے بگڑ چکے ہیں اس لئے حضرت مسیح باری تعالیٰ کی حضور میں اپنی موت اور عدم شہادت کا اقرار کرکے صاف بری ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میری امت کے لوگ میرے مرنے کے بعد بگڑے ہیں اور جب تک میں ان میں تھا میں ان کا نگہبان تھا لہذا میں ان کا ذمہ وار نہیں اب اے مالک رب العزت تو ہی ان کا ذمہ وار اور نگہبان ہے کیوں کہ اب وہ تیری رقابت کے ماتحت ہیں نہ میری شہادت کے نیچے پس ایں صورت میں بری الذمہ ہوں اور اس میں شک نہیں کہ یہ عذر حضرت مسیح کا مقبول بارگاہ الٰہی ہو چکا ہے جیساکہ اس کی طرف بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث جو آیت فلما توفیتنی کی تفسیر واقع ہے اشارہ کر رہی ہے پس اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہی مقصود تھا پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ مسلم ہے (۱۴) اگر حضرت مسیح زندہ ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پیدا نہیں ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پیدا ہو چکے ہیں نتیجہ
پس حضرت مسیح زندہ نہیں صغریٰ مسلم ہے قرآن شریف سے ثابت ہے
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و سلم حضرت مسیح کے بعد آئیں گے دیکھو آیۃ
و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد یعنی حضرت عیسی
فرماتے ہیں کہ ای بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک
رسول توراۃ کی تعلیم کو سچا کرنے والا اور اس رسول کی جو میرے
بعد احمد کے نام سے آئے گا بشارت دینے والا ہوں اور کبریٰ بھی
مسلم ہے کیوں کہ بلاریب آں حضرت صلے اللہ علیہ و سلم برطبق . اس
پیشین گوئی کے دنیا میں تشریف لائے اور انتقال بھی فرما گئے پس
جو نتیجہ پیدا ہوا وہ مسلم ہے اس مقام پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ
بعض نادان مخالف بعد کے لفظ پر اڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعد
کے لفظ سے حضرت مسیح کی وفات ثابت نہیں ہوتی ۔ یہ ان کی سراسر
غلطی ہے دیکھو قرآن میں یہی لفظ حضرت موسیٰ کے حق میں وارد ہے
قال اللہ تعالے ولقد اتینا موسی الکتب و قفینا من
بعدہ بالرسل الآیہ اور یہی لفظ حضرت یعقوب کے حق میں ہے قال
اللہ تعالے ما تعبدون من بعدی اور یہی لفظ حضرت خاتم
النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے حدیث لا نبی بعدی میں
اپنے حق میں فرمایا ہے پس اس لفظ کے جو معنی بلحاظ محل اور موقع کے
ان اولو العزم نبیوں کے حق میں مراد ہوں گے وہی حضرت مسیح کے حق
میں بھی مراد ہوں گے کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام
اور حضرت یعقوب اور آں حضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے حق میں تو اس

لفظ کے معنے موت اور عالم فانی سے گذر جانے کے ہوں اور حضرت مسیح کے حق میں زندگی کے ہیں ایک ہی محل میں دو مختلف معنی یہی اجتماع نقیضین ہے اور وہ باطل ہے۔ (۱۵) اگر حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں آئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہیں لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں نتیجہ پس حضرت مسیح نبی اسرائیلی رسول اللہ دوبارہ دنیا میں آنے والے نہیں۔ صغری مسلم ہے کیوں کہ سب سے پیچھے نبی ہوکر آنے والا ہی خاتم النبین ہو سکتا ہے اور کبری بھی مسلم ہے کیوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے ثابت ہے دیکھو آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین الآیہ اور دیکھو حدیث لا نبی بعدی آیت کے یہ معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ حدیث میں لا واسطے نفی جنس کے ہے یعنی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جنس نبوت تشریعی منقطع ہو چکی ہے یعنی کوئی ایسا شخص جو موصوف بصفت نبوت تشریعی کے ہو بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنے والا نہیں خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ بعد نبوت خاتم النبین کے کوئی نیا پرانا نبی جو صاحب نبوت حقیقی اور تشریعی کا ہو دنیا میں نہیں آسکتا پس جو نتیجہ پیدا ہوا وہ صحیح اور مسلم ہے انتہیٰ۔

اور پھر پیر صاحب کی منطق کی خبر اسی رسالہ میں دوسری طرز پر یوں لی گئی ہے۔ دہو ہذا۔

(۱) مسیح رسول اللہ بجسم عنصری موجود ہے اور ہر موجود بجسم عنصری

زندہ ہے نتیجہ پس مسیح زندہ ہے صغری غیر مسلم ہے کیوں کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کہ مسیح بن مریم رسول اللہ بجسم عنصری اب تک موجود ہے بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے۔ کبری بھی غیر مسلم ہے کیوں کہ بہت چیزیں جسم عنصری کے ساتھ موجود ہیں مگر زندہ نہیں جیسے حجر شجر لوہا وغیرہ اشیاء۔

(۲) مسیح رسول اللہ بجسم عنصری آسمان سے نازل ہوگا اور ہرایک نازل بجسم عنصری زندہ ہے نتیجہ پس مسیح زندہ ہے۔ صغری غیر مسلم ہے کیوں کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کہ مسیح بجسم عنصری آسمان سے نازل ہوگا۔ کبری بھی غیر مسلم ہے کیونکہ نزول مستلزم زندگی نہیں قرآن کریم سے ثابت ہے کہ بہت سی چیزیں نازل ہیں مگر زندہ نہیں جیسا لوہا لباس پانی وغیرہ دیکھو آیات مندرجہ ذیل۔ (۱) و انزلنا الحدید فیه باس شدید (۲) و انزلنا علیکم لباسا یواری سوأتکم و ریشا (۳) و انزل من السماء ماء (۴) و ان من شیٔ الا عندنا خزائنه و ما ننزله الا بقدر معلوم (۱) ہم نے لوہا اُتارا جس میں از حد خوف ہے (۲) ہم نے تم پر لباس اُتارا جو تمھاری شرمگاہوں کے لئے ستر اور تمھارے لئے موجب زینت ہے (۳) اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ (۴) ہرایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور ہم اُنھیں بقدر معین نازل فرماتے ہیں۔ پس حد اوسط کے وضع کرنے سے جو نتیجہ پیدا ہوا وہ بھی غلط ہے۔

(۳) مسیح رسول اللہ بجسم عنصری آسمان پر زندہ موجود ہے اور ہرایک وہ شخص

جو جسم عنصری آسمان پر زندہ موجود ہے آسمان سے نازل ہو گا نتیجہ پس مسیح آسمان سے نازل ہو گا ۔ صغری غیر مسلم ہے کسی آیت اور حدیث صحیح میں یہ تصریح نہیں کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے اور وہاں سے ہی نازل ہو گا ۔ کبری بھی غیر مسلم ہے کیوں کہ آسمان پر کسی جسم عنصری کا جانا غیر ممکن اور محال عادی یعنی خلاف سنت اللہ ہے پس کوئی شخص جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جا نہیں سکتا دیکھو آیت کریمہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا یعنی تو کہدے یارسول اللہ کہ میں آسمان پر چڑھ نہیں سکتا کیوں کہ میں صرف ایک بشر رسول ہوں پس نتیجہ بھی غیر مسلم ہے ۔

(۴) مسیح دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہو گا اور جو نازل ہو وہ آسمان ہی سے نازل ہوتا ہے نتیجہ پس مسیح بھی آسمان سے نازل ہو گا ۔ صغری مسلم ہے بصورت نزول بروزی جیسا کہ اکابر اولیا کا مذہب ہے دیکھو تفسیر محی الدین ابن عربی ص۲۶۲ کبری غیر مسلم کیوں کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہت سی چیزیں نازل ہوئیں مگر کسی نے آسمان سے اترتے نہیں دیکھا جیسے لباس چار پائے لوہا وغیرہ پس نتیجہ بھی غیر مسلم ہے ۔

(۵) مسیح آسمان سے نازل ہو گا اور ہر ایک چیز جو نازل ہو وہ صاعد ہے نتیجہ پس مسیح صاعد ہے صغری غیر مسلم ہے کیوں کہ یہ ثابت نہیں کہ مسیح آسمان سے نازل ہو گا کسی حدیث صحیح میں آسمان کا لفظ نہیں کبری بھی غیر مسلم ہے کیوں کہ بہت سی چیزیں نازل ہیں اور صاعد نہیں جیسا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہے ۔ (۶)

مسیح بجسم عنصری آسمان پر مرفوع ہوا اور جو مرفوع ہوا وہ زندہ ہے نتیجہ پس مسیح بھی زندہ ہے صغریٰ غیر مسلم ہے کیوں کہ جسم عنصری کے ساتھ مسیح کا مرفوع ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں - کبریٰ بھی غیر مسلم ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس مرفوع ہوئے اور وہ زندہ نہیں کیوں کہ قرآن شریف سے اُن کی جسمانی زندگی ثابت نہیں اور نہ مفسرین میں سے کوئی اُن کی زندگی کا قائل ہے پس نتیجہ بھی غیر مسلم ہے -

اور مؤلف حاشیہ میں یہ جو کہتا ہے کہ دفع استعجاب مخاطبین ہیں قد خلت من قبلہ الرسل کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں - الخ -

افسوس کہ مؤلف قد خلت من قبلہ الرسل کو قضیہ کلیہ تو مانتا ہے مگر بلحاظ قبلیت کے اُس کو کلیہ نہیں مانتا جب کہ قد خلت صیغہ بھی ماضی کا ہے اور لفظ قبل بھی اُس کا ظرف واقع ہوا ہے جس نے بطور عبارت النص کے مخصوص زمانہ ماضی کے ساتھ کر دیا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ بلحاظ قبلیت کے وہ کلیہ نہ ہو ان ھذا لشیء عجاب علاوہ یہ کہ جب کہ دیگر انبیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیش تر ہوئے وہ تو قد خلت میں داخل ہو کر وفات پا چکے اور مسیح باوجودیکہ قد خلت من قبلہ الرسل میں داخل ہے اُس نے وفات نہیں پائی تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ -

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ مؤلف کو صحت استدلال صدیقی مسلم ہے اور اندریں صورت کلیت قد خلت من قبلہ الرسل

کی بھی مسلم ہے پس جب کہ ہم تخصیص عیسی بن مریم کی قد خلت من قبلہ الرسل سے بہ دلائل قاطعہ باطل کر چکے کما مر بیانہ مفصلاً
پس جو کچھ ہم مسک العارف یا حصہ سوم اعلام الناس میں شکل اول بدیہی الانتاج سے موت مسیح بن مریم کی آیت قد خلت من قبلہ الرسل سے بیان کر چکے ہیں وہ ثابت اور حق ہے اور مؤلف کے مغالطات اور دھوکہ محض مثل سراب کے ہیں جو کسی اہل عقل کے نزدیک لائق قبول کرنے کے نہیں ہیں۔

قولہ افائن مات چونکہ بہ مقابلہ او قتل کے واقع ہوا ہے لہذا مات سے مراد موت حتف انفہ ہوگی۔

اقول ای مؤلف صاحب قد خلت کے آگے تو مات بھی ہے اور قتل بھی موجود ہے پھر آپ کیوں کر فرماتے ہیں کہ بالضرور قد خلت سے بھی موت حتف انفہ مراد ہوگی ہاں مجھکو خوب یاد آیا کہ آپ نے اس اپنے جواب کو حاشیہ میں وفیہ ما فیہ من وجہین سے مردود فرما دیا ہے

قولہ اور اگر خلت سے معنی مطلق موت کا لیا جاوے تو آیت رفع مخصص ہوگی عموم اس آیت اور اس کے نظائر کی۔

اقول ای حضرت آیت بل رفعہ اللہ الیہ کا تو ہمارے واسطے دلیل یقینی ہونا ثابت ہوگیا فاین المفر اور آیات الم نخلقکم من ماء مھین یا خلق من ماء دافق وغیرہ جو مخصوص البعض ہیں تو ان کا مخصص قطعی بھی قرآن کریم میں موجود ہے یعنی خلقہ من تراب مگر ما نحن فیہ میں کون سا مخصص موجود ہے کیا قرآن مجید کی

کوئی آیت ایسی بھی آپ کے نزدیک نازل ہوئی ہے کہ رفعہ اللہ بجسدہ العنصری حیا الی السماء ثم ینزل بجسدہ العنصری علی الارض ھکذا۔

اور اعجب العجاب یہ ہے کہ آپ اپنے اس جواب کی نسبت فرماتے ہیں کہ (جواب تحقیقی یہی ہے) ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

تنبیہ

آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ کے متعلق ایک سوال ہے جس کا جواب دینا ہم اس مقام پر ضروری سمجھتے ہیں وھو ہذا۔

سوال

معیار صدق و کذب نبی کا بموجب آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین کے عدم مقتول ہونا درصورت صدق اور مقتول ہونا درصورت کذب و افترا قرار دیا گیا ہے۔ اور آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صادق کا مقتول و شہید ہو جانا کفار کے ہاتھ سے ممکن ہے بلکہ دوسری آیات سے انبیاء علیہم السلام کی نسبت وقوع قتل اور تحقق قتل کا بھی ثابت ہوتا ہے چہ جائے امکان کی کما قال اللہ تعالے وقتلھم الانبیاء بغیر حق۔ و یقتلون الانبیاء بغیر

بیان سزائے مفتری علی اللہ کا خواہ قتل ہو یا غیر قتل سے

حق - پس اس معیار اور ان آیات میں وجہ توفیق و تطبیق کیا ہو سکتی ہے

الجواب

آیت اول میں جو افان مات او قتل واقع ہے اُس سے مراد وہ موت اور قتل نہیں ہے جو موجب ناکامی اور نامرادی ہو اور یہ مراد خود سیاق و سباق آیت سے واضح ہوتی ہے چنانچہ فرمایا اللہ نے ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضروا اللہ شیئاً یعنی جس دین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی جانب سے لائے ہیں اگر بفرض تسلیم اس واقعہ احد کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات بھی پاجاویں حتی کہ قتل بھی ہو جاویں تب بھی دین اسلام کو کوئی باطل نہ کر سکے گا اور ہرگز ہرگز کچھ ضرر نہ پہونچا سکے گا بلکہ اللہ تعالے نعمت اسلام کی شاکرین کو دنیا اور آخرت میں نصرت اور غلبہ اور ثواب اور رضوان کے ساتھ جزا دیوے گا کما قال تعالی و سیجزی اللہ الشاکرین ماحصل آیت کا یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور نیز قتل یعنی شہادت تو فرضا ہرگز ہرگز ناکامیابی اور نامرادی کے ساتھ نہ ہوگی اور کیوں کر ہو سکتی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی - ان شانئک ہو الابتر - الا ان حزب اللہ ہم الغالبون - و العاقبۃ للمتقین - انا لننصر رسلنا و الذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الاشہاد - سیہزم الجمع و یولون الدبر - و قال الذین کفروا لرسلہم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحی الیہم ربہم لنہلکن الظلمین و لنسکننکم

الارض من بعدھم۔ ثم صدقناھم الوعد فانجیناھم و من یشاء و اھلکنا المسرفین۔ و الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ و اللہ یعصمک من الناس و غیرہ و غیرہ۔ یہ سب آیات بطور عبارۃ النص کے دلالت کرتی ہیں کہ جملہ رسول اور انبیا اور مامور من اللہ اور مومنین کاملین و صادقین ہی بالآخر غالب اور کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان کے مخالف قتل یا ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہیں ہاں جو موت اور قتل اور ناکامی کے ساتھ ہو وہ بالضرور منافی نبوت صادقہ کے ہے نہ نفس قتل فی سبیل اللہ کہ اس سے تو وہ درجہ شہادت کا حاصل ہوتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ پس اگر تسلیم کیا جاوے کہ بعض انبیا مقتول و شہید ہوئے ہیں تو اس تسلیم سے ناکامی ان کی ثابت نہیں ہوتی یہ مامور من اللہ دنیا میں جب آتے ہیں جب ان کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور دنیا سے جب جاتے ہیں جب پورے کامیاب ہو چکتے ہیں اور جن جن اصلاحوں کے لئے وہ مبعوث ہوتے ہیں وہ سب اغراض اصلاح کی ان کی حیات میں پوری ہو جاتی ہیں اور بذریعہ ان کے نائبوں کے وقتاً فوقتاً تکمیل و تجدید ہوتی رہتی ہے کما قال اللہ تعالےٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون سوال میں صرف اس قدر غلطی کی ہے کہ سائل نے قتل فی سبیل اللہ کو جو کامیابی کے ساتھ ہو اُسکو بھی منافی رسالت اور نبوت کے سمجھا ہے۔ ہاں دوسری طرف یہ امر بالضرور ثابت شدہ صداقت ہے کہ مفتری علی اللہ جو مدعی مامور من اللہ ہونیکا ہو وہ بالضرور ہلاک اور تباہ کیا جاتا ہے خواہ کسی سبب سے ہو

قتل سے یا غیر قتل سے فرمایا اللہ تعالے نے و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۔ لسان العرب میں لکھا ہے کہ وتین اُس رگ قلب کو کہتے ہیں کہ جب وہ منقطع ہو جاتی ہے تو انسان مرجاتا ہے اور اگر وتین اُن رگوں کو بھی تسلیم کرلیں جو قلب سے منوط ہیں جس کو نیاط قلب کہتے ہیں اُن کے قطع سے بھی تحرک لسان بند ہو جاتا ہے اور جب کہ حرکت زبان کی ہی بند ہوگئی اگرچہ قتل نہ ہو تو پھر ایسے شخص کو کیا کامیابی حاصل ہوسکتی ہے کیوں کہ کار خاتم نبوت کا ۔ اور مدار تو فصاحت اور بلاغت ہی پر ہے اور بیان معارف الٰہیہ اور حقائق قرآنیہ ہی پر موقوف ہے پس بموجب بیان مذکورہ کے معیار صدق وکذب مامور من اللہ کا یہ ہوا کہ مفتری علی اللہ جو اللہ تعالے پر تقول کرے وہ یا قتل ہو جاوے گا یا ایسا تباہ اور ہلاک ہو گا جو اُس کو کسی طرح کی کامیابی ہرگز ہرگز حاصل نہ ہوگی اور جو مامور من اللہ صادق ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے مؤید ہوتا چلا جاوے گا اگر بالفرض بعد تکمیل ضروریات بعثت کے وہ مرجاوے یا قتل فی سبیل اللہ بھی ہو جاوے تب بھی کامیاب ہو گا اور بذریعہ اُس کے نائبوں کے وقتاً فوقتاً اُس کا مذہب جو اللہ تعالی کی طرف سے لایا ہے ترقی کرتا چلا جاوے گا دیکھو خلفاء ثلثہ باوجود شہید ہو جانے کے کیسے کامیاب وارین ہوے کہ تمام اقطار دنیا میں دین اسلام کو شائع کرگئے اور نیز بنیاد خلافت اور سلطنت کی اہل اسلام کے لئے قیامت تک کو قائم کر گئے اور یہ خیال کرنا کہ وہ مامور من اللہ نہ تھے غلط ہے اُن کی حق میں اللہ تعالے فرمایا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و

عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذلک فاولئک هم الفسقون۔ پھر باوجو ان صفات مندرجہ آیت کے یہ خلفاء نبی کیونکر مامور من اللہ نہ ہوں گے خلاصہ سب کلام کا یہ ہوا کہ مامور من اللہ کامیابی کے ساتھ درجہ شہادت بھی حاصل کر سکتا ہے اور مفتری علی اللہ جو مدعی نبوت یا رسالت کا ہو وہ قتل یا غیر قتل سے ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے پس توفیق و تطبیق بین الآیات بخوبی حاصل ہوگئی اور کوئی اعتراض تعارض کا باقی نہ رہا اور جو معنی آیات کے ہم نے لکھے ہیں وہی معنی محققین مفسرین نے بھی تحریر فرمائے ہیں چنانچہ تفسیر رحمانی میں لکھا ہے و لو تقول ای افتری علینا بقوۃ فصاحتہ و بلاغتہ بعض الاقاویل مع ظهور ان لا یتاتی الاعجاز للفصحاء و البلغاء فی جمیع اقاویلهم لاخذنا منہ قوۃ الفصاحۃ و البلاغۃ بالیمین ای بقوتنا ثم لقطعنا منہ الوتین ای نیاط قلبہ الذی بہ یحترك لسانہ فنجعل کلامہ ضحکۃ للناظرین و هزأۃ للساخرین کترهات مسلیمہ و ابی العلاء المعری و غیرهما فما منکم من احد عنہ ای عن سلب بلاغتہ و فصاحتہ حاجزین ای مانعین فانکم و ان اعنتموه حینئذ لم یتات منہ کلام بلیغ فضلا عن المعجز و ذلك لانہ یفضی الی تلبیس لا یمکن دفعہ و هو مناف للحکمۃ و کیف یکون افتراء

و انه لتذکرة للمتقین فانهم بتصفیتهم للبواطن یتذکرون بها علوما تفید هم فی الدارین من غیر انتهاء لها و لا شئ من المفتری کذلك اور اسی تفسیر رحمانی میں لکھا ہے ثم اشار الی ان قتل محمد صلی اللہ علیہ و سلم و موته لیس من اسباب الضعف بل هو کالفرح فقال وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ و الرسل منهم من مات و منهم من قتل فلا منافاة بین الرسالة والقتل و الموت اذ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ بل الضعف عن الجهاد حینئذ مشعر بالردة آ تؤمنون به فی حال حیوته. فَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ ای ارتددتم کانکم انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا بابطال دینه فانه سیظهره علی یدی من ینکره وَسَیَجْزِی اللّٰهُ بالنصر و الغلبة فی الدنیا والثواب و الرضوان فی الاخرة الشّٰکِرِیْنَ نعمة الاسلام بالجهاد فیه۔

اور یہ بات جدی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے درجہ شہادت کا دینا مقتضای حکمت الٰہیہ کا نہ تھا اور خاص آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا گیا کہ و اللہ یعصمك من الناس کیونکہ مانحن فیہ میں گفتگو صرف منافاة میں ہے جو ما بین نبوة صادقہ و درجہ شہادت کے ہو وہ کسی نص کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہو و هو المطلوب اور اگر کہا جاوے کہ آیت افان مات او قتل میں حرف ان جو آیا ہے وہ بطور فرض محال کے ہے جیسا کہ قل

ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین میں ہے تو یہ شبہ بادنیٰ تامل زائل ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر حرف اِنْ اس جگہ پر بطور فرض محال کے ہوتا تو چاہیے تھا کہ موت نبی کی بھی ممتنع اور محال ہوتی و ھو خلاف بس جو حال مات معطوف علیہ کا ہے وہی حال قتل معطوف کا ماننا پڑے گا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جاء نی زید و عمرو میں زید کی مجیئت تو جائز مانی جاوے اور عمرو کی مجیئت محال کہی جاوے علاوہ یہ کہ اس مقام میں اللہ تعالیٰ انقلاب اور ارتداد کی ممانعت شدید فرماتا ہے اور جب کہ نفس قتل کو وجوداً اور عدماً معیار صدق اور کذب کا ضروری قرار دیا جاوے تو پھر انقلاب اور ارتداد کی ممانعت کے کیا معنے جو انقلبتم علی اعقابکم میں بڑے شد و مد کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے کیوں کہ بناء علیٰ ہذا المعیار درصورت قتل بالضرور ہم کو اس نبی سے انقلاب اور ارتداد واجب ہو جاوے گا کیوں کہ حسب حکم معیار قرار دادہ کے وہ کاذب ثابت ہوا پھر ممانعت انقلاب کے کیا معنی اور پھر اس پر یہ بھی فرمانا کہ و من ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضروا اللہ شیئاً۔ ھذا ما العنی فی مادعی و اللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

قولہ کرۂ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جاوے الی آخرہ۔

اقول مؤلف اکثر مقاموں پہ اپنے خیالات فاسدہ کو مصطلحات علوم کا لباس پہنا کر اُن کے فساد کو دور کرنا چاہتا ہے چنانچہ

اس مقام پر جعل تکوینی اور مجعول و مجعول الیہ اور عارض غیر لازم کی
بحث شروع کر دی اگر خوف طول کلام نہ ہوتا تو ان سب الفاظ مصطلحات
میں مؤلف نے جو غلطیاں کی ہیں ہم اُن کو بیان کرتے مگر جب کہ ان
الفاظ مصطلحات سے یہاں پر کوئی تعلق ہی نہیں تو پھر ان میں بحث
کرنا بھی لغو اور فضول ہے یہاں پر صرف یہ عرض کیا جاتا ہے کہ فیہا
تحیون و فیہا تموتون میں جعل تکوینی وغیرہ کہاں موجود ہیں
یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تقدیم ظرف سے حیات اور موت انسانی کو مختص
فی الارض فرمایا ہے اگر حضرت عیسیٰ اس اختصاص سے مستثنیٰ ہیں تو
اُن کا استثنا دلیل نقلی قطعی سے بیان کیا جاوے اور پھر علاوہ اس پر
لطف یہ ہے کہ مقیس علیہ انکا صعود ابلیس بعد الہبوط تحریر کیا گیا ہے
ان ھذا لشئ عجاب ای حضرت ثبت العرش ثم انقش اول
آپ حضرت آدم کا آسمان پر پیدا ہونا ثابت فرمائیے بعد اُس کو شیطان
کا صعود آسمان پر واسطے ڈالنے وسواس کے ثابت کیجئے تب اس کو
مقیس علیہ گردانیئے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے انی جاعل فی
الارض خلیفۃ و غیر ذلک من الایات پھر آپ کس طرح
پر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم آسمان پر پیدا ہوئے تھے اور سلمنا کہ جعلنا
اللیل لباسا و جعلنا النہار معاشا میں مجعول الیہ عارض غیر
لازم ہے لیکن فیہا تحیون و فیہا تموتون یا ولکم
فی الارض مستقر و متاع میں بطور اختصاص کے جو اللہ تعالیٰ
اپنے پاک کلام میں جملہ بنی آدم کے لئے جو خبر دیتا ہے اُس میں کیونکر
سوا رسرق کے کذب متصور ہو سکتا ہے و تعالی اللہ عن ذلک

علواً کبیراً۔

قولہ بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اُتریں گے۔

اقول جب کہ وفات عیسی بن مریم بدلائل قطعیہ نقلیہ کے ثابت ہوچکی تو بموجب آپ کے اقرار کے مسیح موعود در رنگ احاد امت اپنے وقت پر اُتر آیا اب انتظار کس کا ہے۔

قولہ مسیح ابن مریم کی بلکہ کل انبیا کی نبوت اور رسالت چونکہ محدودہ بعد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔

اقول انبیاءؑ کا مرتبہ اور رسالت اور نبوت سے معزول ہونا محض باطل ہے کما مرّ سابقاً۔

قولہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جاوے تو آخر کار نظیر ہی ہے کا علت مثبتہ تو نہ ٹھیرے گا۔

اقول جب کہ آپ نے قصہ عود ایلیا کو نظیر تسلیم کرلیا اور ہم نے نزول بروزی مسیح کا درصورت حضرت اقدس کے دلائل قاطعہ سے ثابت کردیا تو پھر علت مثبتہ کے موجود ہونے میں اب کیا کلام رہا مگر کلام تو اس میں ہے کہ جو خیالات درباره صعود و نزول مسیح بن مریم کے آپ کے اذہان میں ہیں اُن کی نظیر بھی کہیں دنیا میں پائی گئی ہے کلا و حاشا۔

قولہ دیکھو آدم اور حوا اور عیسی علیہم السلام اس حکم سے خارج ہیں۔

اقول آدم اور حوا اور عیسی علیہم السلام کا بغیر طریق معہود کے پیدا ہونا ظواہر نصوص سے ثابت ہے بخلاف صعود عیسی

علیہ السلام کے جو الی السما بجسدہ العنصری ہو اور نزول کنایہ وغیرہ
کے جس کو نصوص قطعیہ رد فرما رہی ہیں کما مر بیانہ۔

قولہ کیا ضرورت ہے کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح ابن
مریم من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو الخ

اقول اگر ضرورت نہیں ہے تو ممتنع بھی تو نہیں بلکہ
یہ نزول بروزی واقع ہو گیا جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔

قولہ پھر سہ بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارہ باب میں
موجود ہے ۔ الخ

اقول اس جگہ پر مؤلف صاحب نے قوم یہود کو جو مکذبین نبوۃ
حضرت عیسی بن مریم کے ہیں معذور قرار دے دیا اور سابق تو حضرت
عیسی کو عہدہ نبوت سے ہی معزول کر دیا تھا لیکن یہاں پر سرے سے
حضرت عیسی کی نبوت کے قائل نہ رہے کیوں کہ یہود تو مقابلہ حضرت
عیسی کے بموجب حکم توراۃ یہی حجت پیش کرتے تھے کہ جب تک ایلیا
آسمان سے نازل نہ ہوگا مسیح مدعی نبوت کا صادق نہیں ہو سکتا
اور مؤلف نے حضرت عیسی کی حجت کو ساقط عن الاعتبار کر دیا کہ ایلیا
کا نزول بروزی نہیں مانا جیسا کہ یہود نے نہیں مانا تھا پس حضرت
عیسی کی نبوت مؤلف کے نزدیک ثابت نہ ہوئی **وھو خلاف
تعلیم الاسلام** اور اگر مؤلف کہے کہ ہم نے حضرت عیسی کی نبوۃ
قرآن مجید کی رو سے تسلیم کی ہے نہ توراۃ اور انجیل کی رو سے تو پھر یہ
گذارش ہے کہ کیا تا نزول قرآن مجید نبوت حضرت عیسی کی ثابت نہ تھی
اسی صورت یہود کا کیا قصور ہے وہ تو بموجب تقریر مؤلف کے مکذب

حضرت عیسیٰ میں معذور تھے کہ جو ایک عظیم الشان نشان بموجب توراۃ کے واسطے ثبوت نبوت حضرت عیسیٰ کے قرار دیا گیا تھا وہ تو موجود ہے نہ تھا پھر وہ نبی کیونکر مانے جاتے اور قصہ عود ایلیا کی نظیر جو ہم پیش کرتے ہیں وہ صرف اس لئے ہے کہ عیسائیوں پر بھی حجت قائم ہو اور اندرونی مخالفوں پر بدیں نہج حجت پوری ہو کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ورنہ اہل اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادت سیاق وسباق و تفسیر ابن عباس افقہ الناس کے اور احادیث اصح الصحاح سے معلوم ہو چکی ہو اور خصوصا وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو اور خصوص در خصوص جب کہ علاوہ کتاب اللہ قرآن مجید اور کتاب الرسول اور اقوال آئمہ امت کے توریت اور انجیل بھی اُسی کی مصداق ہوں تو پھر کیونکر اُن کو تسلیم نہ کیا جاوے۔

اور قصہ عود ایلیا میں تحریف و تبدیل کرنے کی نہ یہود کو ضرورت تھی اور نہ نصاریٰ کو یہود کو تو اس قصہ کے وضع کرنے کی اس واسطے ضرورت نہ تھی کہ مخالف اُن کے مذہب کے ہی اور نصاریٰ اس قصہ کو کیونکر وضع کر سکتے تھے کہ جس سے حضرت عیسیٰ کا دعویٰ حیز التباس و اشتباہ میں واقع ہوتا ہے تبدیل و تحریف تو آدمی اُسی مقام میں کرتا ہے جہاں پر کہ مفید مدعا ہوتی ہے نہ ایسی جگہ پر جو مضر مدعا ہو۔

قولہ رہا نبوت عیسیٰ علیہ السلام کی جو واقعی اور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔

اقول ہاں ای مؤلف صاحب اثبات نبوت کوئی امر بدیہی تو نہیں

ہے جو مشکل نہ ہو نبوت کے اثبات میں قوای علمیہ وعقلیہ کا استعمال نہایت ضروری ہے اور بغیر استعمال قوای علمیہ وعقلیہ کے تو اثبات نبوت مشکل نہیں تو اور کیا ہے اور ارمیا کی وحی میں جو لکھا ہے کہ یواقیم بن یوشیا کی اولاد میں سے کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا اگر یہود جملہ امور اور حالات صادقہ عیسوی پر نظر ڈالتے تو اس فقرہ کے بیدھے اور صاف تاویل کر سکتے تھے کہ مسیح کو ظاہری سلطنت نہیں ملنے کی ۔

قولہ زندہ اٹھنا مسیح کا قبر سے اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے ۔ الخ

اقول ان اختلافات کا رفع دفع بھی بعد نظر اور غور کے ہو سکتا ہے کیوں کہ بعد موت حقیقی کے دنیا میں پھر زندہ ہو کر نہ آنا ایک ایسی صداقت ہے جو کتاب ایوب سے ثابت ہے جیسا کہ آپ نے نقل کیا اور قول عیسائیوں کا دفعۃً دو بارہ زندہ ہونے مسیح کے تین دن کے بعد اور پھر آسمان پر چڑھ جانا اس کا بجسدہ العنصری ایک ایسا قول ہے جس کی کوئی سند اور دلیل موجود نہیں پس وہ ساقط عن الاعتبار رہے گا ۔

قولہ اللہ جل شانہ نے اس امت مرحومہ کو بطفیل حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے اختلافات سے جو یہود و نصاری میں چلے آتے تھے نجات بخشی ۔ الخ ۔

اقول اس میں کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد ۔

قال اللہ تعالی ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون و انہ لھدی و رحمۃ للمؤمنین

مگر افسوس صد افسوس کہ وہی روایات مختلفہ اسرائیلیات کی تفاسیر اور کتب ضعاف احادیث میں پھر داخل ہو گئیں اور ان کے شمول اور دخول سے یہ فتنہ برپا ہوا کہ بعض بلکہ اکثر اہل اسلام کے خیالات نے بھی پلٹا کھایا اور منہج اعوج میں داخل ہو کر لیسوا منی ولست منھم کے مصداق ہو گئے۔ اب یہ حال ہے کہ نصوص قرآنیہ واضحہ رد کرنے ان خیالات فاسدہ کے پیش کی جاتی ہیں۔ احادیث اصح الصحاح دکھائی جاتی ہیں مگر کوئی شنوائی نہیں کرتا و لکن شبہ لہم کی تفسیر وہ کی جاتی ہے جس کو علم لغت و نحو مساعد ہے اور سیاق سیاق نظم قرآنی بھی اس کو مؤید ہے بلکہ ان خیالات فاسدہ کا تار و پود اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے مگر کون سنتا ہے تعادل اور ترجیح ادلہ شرعیہ کے قواعد جو علمای محققین نے اصول کی کتابوں میں درج فرمائی ہیں وہ سب ہی بالائے طاق میں رکھو جاتے ہیں اور رطب و یابس روایات اور احادیث ضعاف و موضوعات کو صحاح بلکہ اصح الصحاح بلکہ قرآن مجید پر مقدم کیا جاتا ہے ایک طوفان بے تمیزی کا برپا ہو رہا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون

قولہ چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ قصہ عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر اور دوسرا نزول اس کا بمعنی ظہور مثیل اس کے یعنی یحییٰ علیہ السلام کے الخ۔

اقول اس جگہ پر مؤلف صاحب نے اپنے زعم فاسد کی بموجب حضرت ایلیا کا صعود آسمان پر بجسدہ العنصری کتاب سلاطین وغیرہ سے ثابت کیا ہے اور بڑے خوش ہوئے ہیں کہ صعود ایلیا کا بجسدہ العنصری

واسطے صعود عیسی بن مریم کے ایک نظیر پیدا ہوگیا ایہا الناظرون مصرعہ
بریں عقل و دانش بباید گریست پا ای مؤلف صاحب جب کہ ورس ۹ میں
ذکر روح کا بھی موجود ہے تو بقرینہ ذکر روح کے مراد چادر سے اگر بدن
ایلیا نہیں ہے تو چادر کے پانی پر مارنے کے کیا معنے ہوں گے اور جسم
کے پانی پر مارنے کے تو صاف یہی معنے ہیں کہ اپنے جسم کو پانی میں
ڈال دیا اور چلنے لگے تو پانی نے راستہ دے دیا اور ادھر ادھر ہوگیا
اور الیسع اور ایلیا پار ہوئے۔ دیکھو ضرب کے معنے کہ الضرب زدن
و پدید کردن مثل د رفتن بر روئے زمین ہیں اور یہی مقام تو مزلۃ الاقدام
یہود کے لئے ہو گئے ہیں کہ محاورات کا ترجمہ لفظی کیا گیا اور پھر اس
کو ظاہر پر محمول کیا گیا ہے قرآن مجید نے ان سب متشابہات کا فیصلہ
کر دیا ہے کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا
و یسئلک اھل الکتب ان تنزل علیھم کتابا من السماء
فقد سالوا موسی اکبر من ذلک۔ وغیر ذلک من
الایات جس میں صعود و نزول بجسدہ العنصری کی نفی بڑی شد و مد
سے فرمائی گئی ہے جب کہ قرآن مجید نے مسئلہ صعود و نزول کذائیہ
کو بڑے شد و مد سے رد کیا ہے تو ظاہر الفاظ کتب مقدسہ سے جو تراجم
در تراجم ہیں کیونکر تمسک ہوسکتا ہے اور یہاں پر تو لفظ روح کا بھی
موجود ہے جو قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد چادر اور کپڑوں سے
بدن و جسم ایلیا کا ہے لا غیر۔ مگر مزعوم مؤلف پر لازم آتا ہے
کہ جب کہ حضرت ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ جائے گئے تھے
تو پھر نزول بھی اُن کا زمانہ مسیح بن مریم میں بجسدہ العنصری ہی ہوتا

لا غیر لیکن جسد عنصری کے ساتھ تو نزول اُن کا نہیں ہوا تو پھر اس سے
یہی صریح معلوم ہوا کہ صعود بھی اُن کا بجسدہ العنصری نہیں ہوا صفا
بلکہ یہود نے اپنے خیالات کے بموجب کتاب سلاطین کے ورسوں کا
ترجمہ کر ڈالا لیکن الحمد للہ کہ ترجموں میں بھی ایسے قرائن پائے گئے
جن سے اصل مطلب برآمد ہو گیا۔

اب ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب
نے قصہ ایلیا کو جو ایک دلیل اپنے مدعا کے منجملہ صدہا دلائل کے یعنی
نزول مسیح بن مریم یعنی ظہور مثیل بیان فرمایا ہے پہلا ٹکڑا اُس کا یہی مثبت
مدعا ہے اور دوسرا ٹکڑا بھی نظیر کامل ہے۔ اور مؤلف جو اس بات پر
زور دیتا ہے کہ اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہو
تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کے پیدا کریں و الا اتحاد فی الحکم بھی
ضروری نہیں۔ یہ مؤلف کی جہالت ہے کارخانہ نبوت سے ہم یہاں پر
صرف عبارت فتوحات مکیہ کی واسطے اطلاع ناظرین کے تحریر کرتے ہیں
کیونکہ مؤلف فتوحات کا بڑا معتقد ہے۔ الجزء الثانی من الفتوحات
المکیۃ الباب الثالث و السبعون صفحہ نمبر ۳ سطر نمبر
۱۷ ان هذا الباب یتضمن المسائل التی لا یعلمها الا
الاکابر من عباد الله الذین هم فی زمانهم بمنزلۃ الانبیاء
فی زمان النبوۃ العامۃ - فان النبوۃ التی انقطعت
بوجود رسول الله صلی الله علیه و سلم انما هی نبوۃ التشریع
لا مقامها فلا شرع یکون ناسخا لشرعه صلی الله علیه
و سلم و لا یزید فی شرعه حکما آخر و هذا معنی قوله

صلی اللہ علیہ و سلم ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی و لا رسول بعدی الی احد من خلق اللہ بشرع یدعوہم الیہ فہذا ہو الذی انقطع و سد بابہ لا مقام النبوۃ فانہ لا خلاف ان عیسے علیہ الصلوۃ و السلام نبی و رسول و انہ لا خلاف انہ * ینزل فی اخر الزمان حکما مقسطا عدلا لشرعنا لا بشرع اخر و لا لشرعہ الذی یتعبد اللہ بہ بنی اسرائیل من حیث ما نزل ہو بہ بل ما ظہر من ذلک ہو ما قررہ شرع محمد صلی اللہ علیہ و سلم و نبوۃ عیسی ثابتۃ لہ محققۃ فہذا نبی و رسول قد ظہر بعدہ صلی اللہ علیہ و سلم و ہو الصادق فی قولہ لا نبی بعدہ فعلمنا قطعا انہ یرید نبوۃ التشریع خاصۃ و ہی المعبر عنہا عند اہل النظر بالاختصاص و ہو المراد بقولہم ان النبوۃ غیر مکتسبۃ ۔ و اما القائلون باکتساب النبوۃ فانہم یریدون بذلک حصول المرتبۃ عند اللہ المختصۃ من غیر تشریع لا فی حق انفسہم و لا فی حق غیرہم فمن لم یعرف النبوۃ سوی عین التشریع و نصب الاحکام قال بالاختصاص و عدم الکسب فاذا و تقدم علی کلام احد من اہل اللہ اصحاب الکشف یشیر بکلامہ الی

* ای ینزل علی نہج البروز لانہ قد تعین ہذا المراد بالدلائل القاطعۃ من الکتاب و السنۃ ۔ منہ

الاکتساب کابی حامد الغزالی و غیرہ فلیس مرادھم سوی ما ذکرنا و قد بیننا ھذا فی فصل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی اخر باب الصلوۃ من ھذ الکتب و ھؤلاء ھم المقربون الذین قال اللہ فیھم عینا یشرب بھا المقربون و بہ وصف اللہ نبیہ عیسی علیہ السلام فقال وجیھا فی الدنیا و الاخرۃ و من المقربین و بہ وصف الملئکۃ فقال و لا الملئکۃ المقربون و معلوم قطعا ان جبرائیل کان ینزل بالوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لم یطلق علیہ فی الشرع اسم نبی مع انہ بھذہ المثابۃ فالنبوۃ مقام عند اللہ ینالہ البشر و ھو مختص بالاکابر من البشر یعطی للنبی المشرع و یعطی للتابع لھذ النبی المشرع الجاری علی سنتہ قال اللہ تعالی و وھبنا لہ اخاہ ھارون نبیا انتہی ما قال فی ھذا الباب و ھکذا قال فی ابواب اخر۔

قولہ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے ص۱۰۰ سے ص۱۳۶ تک سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں۔ آہ۔

اقول مؤلف نے صفحہ ۹۲ سے صفحہ ۹۸ تک تفسیر مندرجہ ازالہ کا خلاصہ لکھ کر یہ نکتہ چینی کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس تفسیر کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نیز صحابہ سے ماثور منقول ہے اس کو تو سراسر غلط قرار دیا ہے اور اپنی تفسیر کو جو تحریف کتاب اور تغیر کاتب الزول کے ہے اس کو معارف قرآنیہ اور حقائق عرفانیہ فرمایا ہے

ہم اس مقام میں زیادہ طول کلام کرنا نہیں چاہتے کیوں کہ حضرت اقدس نے جو کچھ ان سورتوں کے متعلق تفسیر فرمائی ہے وہ ایسی عجائب و غرائب بطون قرآن مجید سے ہے جو ہر ایک عارف کے لئے غذاے روحانی اور موجب ترقی معرفت ایمانی ہے لہٰذا ہم اس جگہ پر بموجب اقرار مؤلف کے اُس کی نکتہ چینی کا جواب دیتے ہیں بفرض تسلیم کرنے اون حدیثوں کی جو مؤلف نے نقل کی ہیں ہم کہتے ہیں کہ مؤلف کو اس بات کا اقرار ہے کہ جو تفسیر سورۃ الزلزال کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے منقول ہے وہ متعلق خاص بروز قیامت کے ہے چنانچہ مؤلف صفحہ ۹۵ سطر ۶ میں اقرار کرتا ہے یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دے گی۔ ایضاً صفحہ ۹۶ سطر ۱ میں یہ اقرار ہے یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹیں گے تاکہ جزا اپنے اعمال کی جو دنیا میں انھوں نے کئے تھے دکھائے جاویں وغیرہ وغیرہ من الا قرارات۔ اب دیکھو کہ حضرت اقدس نے ہرگز اُس تفسیر کو جو متعلق اور مختص بروز قیامت ہے غلط نہیں فرمایا بلکہ تخطیہ اُن علما کا کیا ہے جنھوں نے اس تفسیر ماثور کو قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق رکھا ہے چنانچہ مؤلف خود صفحہ ۹۴ سطر اول میں ان الہ سے لکھتا ہے۔ ہمارے علما نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا کہ تمام زمین اُس سے زیر و زبر ہو جاوے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتاوے گی یہ سراسر غلط تفسیر ہے انتہی۔ ایہا الناظرون اس تفسیر

کے غلط ہونے میں کوئی اہل عقل کلام کر سکتا ہے جب کہ زمین پر ایسا زلزلہ پیدا ہووے کہ بالکل تہ و بالا ہو جاوے پھر انسان کہاں رہے گا جو وہ زمین کو مخاطب کرے ۔ اب استفسار یہ ہے کہ حضرت اقدس نے اس کلام میں قول علما کا تخطیہ کیا ہے یا اُس تفسیر ماثور کا جو متعلق بروز قیامت ہے بینوا توجروا۔ آگے رہی تفسیر حضرت مرزا صاحب کی جو عین معارف قرآنی اور حقائق عرفانی ہیں اُس کا ثبوت بھی ہم اقرارات مؤلف سے بیان کرتے ہیں

اقرار مؤلف وجوہ الفہم لا تنحصر فما فہموہ وعلم اللہ لا یتقید بما علموہ صہ ۹۷ سطر ۲۳ ۔ ایضًا یکون الضابط فی صحتہ ان لا یرفع ظاہر المعانی المنفہمۃ عن الالفاظ بالقوانین العربیۃ و ان لا یخالف القواعد الشرعیۃ و لا یبائن اعجاز القرآن الی ان قال و الا فہو بمعزل عن القبول۔ اب مؤلف صاحب فرماویں کہ حضرت اقدس کی تفسیر کون سے قوانین شرعیہ اور قواعد عربیہ کے مخالف ہے بلکہ اس تفسیر عرفانی سے تو اعجاز قرآن مجید ثابت ہوتا ہے کہ طرح طرح کے معانی اور اسرار الفاظ متخدہ سے پیدا ہونے چلے جاتے ہیں

شعر

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد ٭ برنگ اصحاب صورت را ببوار باب معنی را

شعر

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ٭ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

خلاصہ یہ کہ تفسیر ماثور کو جو متعلق بروز قیامت ہے اس عالم سے متعلق رکھنا سراسر غلط ہے۔ اور مؤلف یہ جو نکتہ چینی کرتا ہے کہ زمانہ

بعثت انبیا کو لیلۃ القدر قرار دینا مرزا صاحب کے خانہ زاد اسرار سے ہی یہ نکتہ چینی بھی انھیں اقرارات سے رد ہو گئی اگر زیادہ تحقیق اس کی دیکھنی منظور ہو تو مطالعہ کرو تحذیر المؤمنین وغیرہ کو۔

قولہ احادیث نزول و خروج دجال مکاشفات تفصیلیہ میں سے ہیں۔ الخ۔

اقول اس جگہ مؤلف نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے اول مکاشفات تفصیلیہ دوم مکاشفات اجمالیہ۔ مکاشفات تفصیلیہ کی نسبت مؤلف کہتا ہے کہ وہ تعبیر طلب نہیں ہوتے اور ان کے وقوع میں سرمو تفاوت نہیں ہوتا جس طرح فرمایا ہے اسی طرح ظہور میں آتے ہیں اور اس کی تائید میں قریب ۲۲ پیشین گوئی کے لکھی ہیں جس میں مؤلف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ سب اپنے اپنے ظہور پر وقوع میں آئیں ہیں۔

اور مکاشفات اجمالیہ کی نسبت لکھتا ہے کہ البتہ وہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ پیشین گوئی ابن مریم مسیح موعود کو اور نیز پیشین گوئی دجال کو مکاشفات تفصیلیہ میں داخل رکھا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ یہ دونوں پیشین گوئیاں اپنے اپنے ظواہر پر وقوع میں آویں گی چونکہ ہم اس کتاب میں اور نیز اپنے اکثر رسائل میں دلائل یقینیہ سے مشرح طور پر یہ ہر دو پیشین گوئیاں اور ان کے مصادیق مفصلا بیان کر آئے ہیں لہٰذا اس مقام پر طول دینا نہیں چاہتے اور نہ ان پیشین گوئیوں میں بحث مکرر نا چاہتے ہیں جو مؤلف نے اس جگہ پر لکھی ہیں اس جگہ پر صرف باقرارات مؤلف ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ ہر دو پیشین گوئیاں مکاشفات

اجمالیہ سے ہیں نہ مکاشفات تفصیلیہ سے پس بالضرور حسب اقرار مؤلف کے تعبیر طلب ہونا اُن کا ضروری ہوا پیشین گوئی دجال کی بنسبت مؤلف کے وہ اقرارات جن سے اُس کا اجمالی ہونا ثابت ہوتا ہے یہ ہیں۔

اقرار اول یعنی وہ (دجال) خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اُس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو بلکہ یہ چیزیں خیال ناظرین میں دکھلائی دیں گی اس میں امتحان اور ابتلا ہوگا مومن اپنے ایمان پر ثابت رہے گا اور کافر لغزش کھائے گا۔ اس اقرار سے ثابت ہے کہ پیشین گوئی دجال کی تعبیر طلب ہے دیکھو صفحہ ۱۰۵ سطر ۲۱۔ پس ثابت ہوا کہ پیشین گوئی دجال کی مکاشفات اجمالیہ سے ہے۔

اقرار دوم ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدری کو مکہ معظمہ زاد ہا اللہ شرفا کے راستہ میں انھیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا صفحہ ۱۱۰ سطر ۱۔ ای مؤلف صاحب اس سے بڑھ کر اور کیا اجمال ہوگا کہ ابوسعید خدری جو ابن صیاد کو دجال سمجھہ رہے تھے خود دجال نے ہی اُن کو دلائل سے مغلوب کر دیا۔

اقرار سوم اور ایسا ہی جابر بن عبد اللہ کو جو محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفا ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو تو جابر بن عبد اللہ نے بجواب اس کے کہا میں نے سنا ہے عمر کو حلف اُٹھاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ نے حلف سے اُسے روکا نہیں بخاری و مسلم۔ اس سے معلوم ہوا کہ دجال کی نسبت جو مکاشفہ نبوی تھا وہ ایسا مجمل تھا کہ باوجود حلف کرنے کے بھی پھر اس خیال سی رجوع کیا

اگر یہ مکاشفہ تفصیلی ایسا ہوتا جو تعبیر طلب نہیں ہوتا ہے تو پھر ایسے اختلافات اس کے دجال ہونے اور نہ ہونے میں درمیان صحابہ کرام کے کیونکر ہو سکتے تھے۔ الحاصل مؤلف نے احادیث خروج دجال میں بہت کثرت سے ایسے اقرار کئے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکاشفہ درباره دجال مکاشفہ اجمالی تھا اور بالضرور تعبیر طلب تھا جو بالآخر حسب ادلہ شرعیہ کے پادریان نصاری کا دجال اکبر ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچا کما بیناہ سابقا و فی رسائلنا الاخریٰ۔

آگے رہا مکاشفہ ابن مریم مسیح موعود کا سو اس کی نسبت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجمل تصور فرما کر اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا کہ و امامکم منکم اگر عیسی بن مریم موعود واجب البیان نہ ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ امامکم منکم سے اس کا بیان فرماتے باقی دیگر اوصاف جو مسیح موعود کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمائے ہیں مؤلف خود مقر ہے کہ بعض ان کے مؤل اور تعبیر طلب ہیں پس یہ پیشین گوئی بھی حسب اقرار مؤلف کے تعبیر طلب ہوئی خصوصاً جب کہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ اصل عیسی بن مریم نبی اسرائیلی کی وفات دلائل قطعیہ عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہوچکی اور مسیح بن مریم موعود اس امت کا بروزی طور پر عیسی بن مریم نبی اسرائیلی ہوگا تو اس صورت میں بھی یہ مکاشفہ نسبت مسیح بن مریم کے تعبیر طلب رہا و ہو المطلوب۔

قولہ اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقا علی الخطا نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ الخ

اقول آنحضرت صلعم چونکہ خاتم النبیین ہیں لہذا تعلیم روحانی آنحضرت صلعم کی

قیامت تک جاری ہے جو مجددین کو تا بہ قیامت جاری رہے گی خصوصاً مسیح موعود کے لئے جو مصداق لو کان العلم بالثریا لنالہ رجل من فارس کا مصداق ہے دیکھو آیت سورہ جمعہ کی اس پر دلیل صریح ہو ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۔ و اخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم۔ و فی ھذا المعنیٰ قال المسیح الموعود علیہ السلام شعر
دگر استاد را نامے ندانم　　　که خواندم در دبستان محمد

قولہ گو کہ بعض فقرات ماسوای اسما کے جو در رنگ استعارہ ہے اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں الخ

اقول ماکحن فیہ میں تو خود آنحضرت صلعم نے اسم عیسیٰ بن مریم کو واجب البیان تصور فرما کر اُس کا بیان یوں فرمایا کہ و امامکم منکم الغرض یہ احادیث متفق علیہا دلالت صریحہ کرتی ہیں کہ مراد عیسیٰ بن مریم سے مثیل مسیح یا بروزی عیسیٰ بن مریم ہے لاغیر اور جس قدر تعذرات عیسیٰ بن مریم کے حقیقی معنے لینے میں لازم آتے ہیں اور جس قدر مفاسد اُس کے معنی حقیقی لینے میں پیدا ہوتے ہیں ہم اُس کا بیان اس رسالہ میں کر آئے ہیں فلا نعیدھا مرۃ اخری

قولہ نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اُنچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے ۔

اقول ای مؤلف صاحب کہیں قرآن مجید میں یا احادیث اصح الصحاح

ہیں موجود ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کی سطح زمین سے ستر ہزار فٹ
کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی آپ ہم سے کیوں ایسی روایات
موضوعہ کے مضمون کو تسلیم کروانا چاہتے ہیں جو تجارب حال کی رد
سے بالکل ممتنع ہیں۔ انھیں روایات نے تو اسلام پر ایک بڑا حملہ
کر رکھا ہے اور یہ مسیح موعود تو ایسی ہی غلطیاں دور کرنے کے واسطے
مبعوث ہوا ہے۔

قولہ مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ معین مراد
باعداد جفری ٹھیراتے ہیں یا بوضع لغت عربی ۔ الخ۔

اقول ای مؤلف صاحب کیا آپ کو قرآن مجید کی نسبت یہ حدیث
یاد نہیں رہی عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ
منہا ظہر و بطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ
شروح مشکوٰۃ میں لکھا ہے فمطلع الظاہر تعلم العربیۃ والتمرن
فیہا و تتبع ما یتوقف معرفۃ الظاہر و النقل ومطلع
الباطن تصفیۃ النفس بالریاضۃ قال فی المعالم الظہر لفظ
القرآن والبطن تاویلہ والمطلع الفہم وقد یفتح اللہ تعالی
علی المتدبرین من التاویل و المعانی ما لا یفتحہ علی غیرہ
انتہی کذا فی الطیبی ۔ ایضاً تفسیر تبصیر الرحمن میں لکھا ہے
و قال الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء تحریم التکلم
بغیر المسموع باطل اذ لا یصادف السماع من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الا فی بعض الآیات و الصحابۃ

رضی اللہ عنہم و من بعدہم اختلفوا اختلافا کثیرا لا یمکن فیہ الجمع و یمتنع سماع الجمیع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الاخبار و الاثار تدل علی اتساع معانیہ قال علیہ السلام لابن عباس اللھم فقہہ فی الدین و علمہ التاویل فلو کان مسموعا فلا وجہ للتخصیص۔ و قال عزوجل لعلمہ الذین یستنبطونہ و قال ابو الدرداء لا یفقہ الرجل حتی یجعل للقران وجوھا و قال علی رض لو شئت لاوقرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتب و قال ابن مسعود من اراد علم الاولین و الاخرین فلیثور القران و قال بعض العلما لکل ایۃ ستون الف فہم و ما بقی من فہمہا اکثر و قال اخر القران یحوی سبعۃ و سبعین الف علم و ماتی علم اذ لکل کلمۃ ظہر و بطن وحد و مطلع و فی القران اشارۃ الی مجامع العلوم و کل ما اشکل علی النظار ففی القران رموز الیہ انتہی موضع الحاجۃ۔

ای مؤلف صاحب کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اکابر صوفیا نے صدہا پیشین گوئیاں قرآن مجید سے بطور حساب جمل کے استخراج کیں ہیں اور وہ واقع بھی ہوگئیں اور ہو رہی ہیں آپ اپنے فہم پر رو دیں کہ آپ کو علوم قرآن مجید سے بحکم آیت لا یمسہ الا المطہرون کچھ مس نہیں ہے ورنہ قرآن مجید تو وہ کتاب ہے کہ علم حساب جمل تو در کنار اُس میں تو تمام علوم اولین و آخرین کے موجود ہیں۔ شعر

جمیع العلم فی القران لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

صراح میں لکھا ہے حساب الجمّل بالضم و التشدید نوعی از حساب جمل۔
اب ہم کہتے ہیں کہ حضرت اقدس عم نے کہاں فرمایا ہے کہ جو معنی ظاہری آیت کے الفاظ سے متبادر ہوتے ہیں وہ تو غلط ہیں اور صرف وہی معنے ہیں جو بطور بطن قرآن مجید کے لکھے گئے ہیں بلکہ ازالہ میں تو یہ لکھا ہے کہ آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے افسوس ہے مؤلف صاحب پر کہ ایسے لطائف قرآنیہ پر یہہ نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں کہ اقیموا الصلوٰۃ من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی ۔ ای مؤلف صاحب حضرت اقدس نے کہاں فرمایا ہے کہ تمام آیات احکام قرآن مجید کی دلالت باعداد جمل کرتی ہیں۔ غدر ۱۸۵۷ء کی پیشین گوئی اگر اشارۃً قرآن مجید سے حضرت اقدس نے تحریر فرمائی تو اس تفسیر سے کون سا حکم شرعی محرف ہو گیا ہاں قرآن مجید کی عظمت اعجاز اس سے معلوم ہوئی اور یہ جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایسا ہی نفرز تاریخ ہجری کا منصوص نہیں ۔ ای مؤلف صاحب اگر آپ کے نزدیک خلافت نبوت حضرت عمرؓ کی منصوص نہیں تو خیر تمام سنہائے عمریہ کو آپ نے خیرباد کہدیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شعر

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

اور افسوس ہے کہ آپ نے حدیث علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین من بعدی کو بھی بالائے طاق رکھدیا اور ایسی سنت کو جو زمانہ خلافت نبوت سے اُس پر تمام اہل اسلام کا آج تک تعامل چلا آیا ہے متروک کردیا ایحضرت ہم تو

ہر رکعت نماز میں پانچوں وقت یہ دعا پڑھا کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصلحین وحسن اولئک رفیقا۔

قولہ بطونی طور پر اگر مراد مارسے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اُٹھایا جانا اُس کا آسمان کی طرف سنہ ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت نہ ہوگا کہ تمیز اعداد کے بالخصوص سال ہی لیویں گے۔ الخ

اقول ایہا الناظرین ذرہ متوجہ ہوکر ان نکتہ چینیوں مؤلف صاحب پر نظر کی جاوے کہ کس قدر لغو اور فضول ہیں تمیز اعداد کی بقرائن لفظیہ وحالیہ ایسے مقاموں پر بھی اکثر محذوف ہوا کرتی ہے جو قطعی طور پر احکام شرعیہ قرار دیے گئے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ و الذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا ایضا قال تعالیٰ و ان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ ایضا ولبثوا فی کھفھم ثلث مأۃ سنین وازدادوا تسعا۔ وغیر ذلک من الایات۔ پھر یہاں پر بھی اگر بقرائن حالیہ اعداد ۱۲۷۴ سے مراد سنہ ہوں تو کون سا محذور نحوی یا لغوی لازم آتا ہے کیونکہ غدر سنہ کا وقوع جس سے اسلام اور اہل اسلام پر انواع انواع کے صدمات واقع ہوئے سنہ ۱۲۷۴ھ میں ہی واقع ہوا ہے نہ ۱۲۷۴ دنوں میں اور نہ مہینوں میں اور نہ ہفتوں میں اور پھر یہ گذارش ہے کہ حضرت اقدس نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ دلالت آیت معلوم کی اوپر غدر سنہ کے دلالت بینہ ہے صرف

اس آیت کو ایک اشارہ قرار دیا ہے نہ دلالت صریحہ اور وہ بھی صرف ایک پیشین گوئی میں ہے نہ احکام شرعیہ میں اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ لفظ دو رون سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بالفعل متحقق کرنے والے ہیں یہ آپ کی بڑی خوش فہمی قرآن مجید کی ہے ای حضرت قرآن کریم میں یہ تو عادت اللہ ہے کہ اللہ تعالے جابجا اپنی صفات ای حکمت کے لئے بیان فرماتا ہے کہ مقتضا ان صفات کا ہم بالضرور واقع کرنے والے ہیں اول قرآن سے لے کر آخر تک جس جگہ پر اللہ تعالے نے اپنی صفات بیان فرمائی ہیں ان کے ذکر کرنے سے بھی مقصود ہوتا ہے لا غیر ورنہ ذکر ان صفات کا محض لغو ہو جاوے گا و تعالے شانہ عن ذلك علوًا كبيرًا۔

قولہ مرزا صاحب کو الہامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح کی طرح قرآن سے ثابت ہوگیا الخ

اقول بریں فہم و دانش بباید گریست ❊ کس نے کہا ہے کہ قرآن مجید مجلد کا غذوں میں لکھا ہوا آسمان پر اُٹھایا جاوے گا آپ کا خود اقرار ہے کہ لوگوں کے سینوں میں سے قرآن اُٹھایا جاوے گا دیکھو صفحہ ۱۰۵ سطر ۱۲ رواہ ابو الشیخ عن ابی ہریرہ۔

قولہ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا تو وہ شخص سلمان فارسی ہیں الخ۔

اقول پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ مصداق حدیث لو کان الایمان معلقا بالثریا کا خود حضرت سلمان نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ حدیث

متفق علیہ تفسیر میں آیت واخرین منھم لما یلحقوا بہم کے فرمائی گئی ہے پس حضرت سلمان صحابی کیونکر مصداق لما یلحقوا بہم کے ہو سکتے ہیں وہ تو لحقوا بھم میں داخل ہو چکے ہیں و ان شئت تفصیل ھذا فارجع الے رسا ئلنا۔

قولہ حالانکہ حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۴۴ پر یہ حدیث منقول ہے الخ

اقول اگر اس حدیث کو ہم تسلیم بھی کر لیویں تو ہمارے مدعا کو کیا مضر ہے کیونکہ جب کہ سورہ جمعہ اور دیگر آیات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ میں آخر زمانہ میں ایک سلسلہ واخرین منھم کا بھی قائم ہونے والا ہے جس کی نسبت آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجل من ھؤلاء او کما قال تو اس میں کیا محظور شرعی لازم آتا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت اس واسطے ہو کہ علم قرآن جو دنیا سے اٹھ گیا ہوگا اس کے اتارنے کے لئے مسیح موعود مبعوث ہوگا اور بعد زمانہ مسیح کے بھی دوبارہ علم قرآن حسب ارشاد فطال علیہم الامد فقست قلوبھم کے پھر لوگوں کے سینوں سے اٹھ جاوے گا جس کے بعد قیامت واقع ہوگی پس حدیث متفق علیہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ حضرت اقدس عم اس صدی چہاردہم کے مجدد اور مہدی اور مسیح موعود ہیں خصوصا جب کہ آپ کے افترارات سابقہ پر بھی لحاظ کیا جاوے وھو ہذا کیوں کہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آگیا اور بسبب فقدان تقوی کے نہ تو اشراق لوذی باقی رہے اور نہ انشراح صدری رہاہے اور نہ یافت علمی صفحہ ۲ سطرہ

قولہ دوسرے دجال کا ایک شخص معین ہونا نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ الخ

اقول اولاً صـ۲۲ سـ۱۹ میں آپ دجال کے لئے جماعت کا ہونا تسلیم کرچکے ہیں۔ ثانیاً پھر دیکھو لسان العرب میں لکھا ہے وقیل لانہ یغطی الارض بکثرت جموعہ۔ ایضاً قال فیہ والدجال والدجالۃ الرفقۃ العظیمۃ ورفقۃ دجالۃ عظیمۃ یغطی الارض بکثرۃ اھلھا وقیل ھی الرفقۃ تحمل المتاع للتجارۃ وانشد ؛ دجالۃ من اعظم الرفاق۔ ثالثاً جب کہ خود صحابہ کرام میں دربارہ دجال کے اختلاف واقع ہوا تو اب کیونکر ہوسکتا ہے کہ اقوال صحابی کے حجت ہوسکیں خصوصاً جب کہ یہ بھی لحاظ کیا جاوے کہ اپنے اجتہاد سے انھوں نے رجوع بھی کیا ہو۔ رابعاً یہ کہ صحابہ کلھم بھی مکلف ہیں قرآن و حدیث کے عمل کرنے پر پس ان کا قول کیونکر حجت شرعی ہوسکتا ہے وہ تو کوئی کتاب یا شریعت جدیدہ نہیں لائے۔

قولہ صـ۲۱ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ ای عمر دجال کو تو دلائل اور بینات سے ساکت کرنا چاہئے نہ یہ کہ اُس کو جان سے مارا جاوے۔

اقول جب کہ لفظ قتل کا بیان آنحضرت صلعم نے بموجب خود آپ کے اقرارات کے فرمادیا کہ حجت اور برہان سے اُس کا قتل ہوگا دیکھو صـ۲۹ وغیرہ کو فان یخرج وانا بین ظھرا بینکم فانا حجیجہ کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ وغیر ذلک من الاحادیث التی ذکرھا المؤلف فی ھذا الکتاب۔ اس حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دلائل اور حجج سے دجال مقتول

مغلوب اور قتل کیا جاوے گا نہ سیف و سنان سے۔

قولہ ص۱۰۹ تو عمر رض اُس پہلے عقیدہ سے باز آ گئے۔ **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر جیسے صحابی کا فہم اور قول بھی حجت شرعی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت عمر بموجب آپ کے اقرار کے وہ شخص ہیں جنکی نسبت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر جس شئے کی نسبت کہتے کہ میں اُسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمر کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ پس اگر اسی طرح پر کسی صحابی یا تابعی کا قول درباره حیات عیسی بن مریم وغیرہ کے کسی روایت میں آیا ہو تو وہ روایت یا قول بمقابلہ نصوص قطعیہ کتاب و سنت صحیحہ کے کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے۔

قولہ ص۱۰۹ اور بحکم انما صاحبہ عیسی بن مریم مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اُس کے لئے ان امور کو جائز رکھنا جو عیسی بن مریم کے لئے ناجائز قرار دیئے گئے تھے الخ

اقول بریں فہم و دانش بباید گریست ٭ کون کہتا ہے کہ ابن صیاد اب تک زندہ ہے ابن صیاد کی موت تو ازالہ میں بحوالہ روایات صحیحہ لکھی ہوئی ہے دیکھو صفحہ ۲۴۸ وغیرہ جلد اول ازالہ کو۔

قولہ ص۱۱۰ اور آپ کا عمر کو روکنا حلف سے اس لئے ہوا کہ اُنھوں نے اپنے غالب ظن کے مطابق حلف اُٹھائی تھی۔

اقول پھر اگر ہم ادلہ شرعیہ عقلیہ و نقلیہ سے پادریان نصاری کا دجال ہونا ثابت کرتے ہیں اور الہامات بھی اُس کے مؤید ہیں تو ہم کو اس قول سے کیوں روکا جاتا ہے باوجودیکہ ہم نے اپنے رسائل میں جملہ علامات دجالیہ

مندرجہ احادیث کو اس قوم میں ہونا ثابت کردیا ہے خواہ بصراحت وو ضاحت
خواہ مجاز و استعارہ کے طور پر ہو اور ابن صیاد میں تو جملہ علامات دجال
موجود بھی ہرگز نہیں تھیں مثلاً اُس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی
نہر کا ہونا وغیرہ وغیرہ کہاں تھا۔ اور اس قوم میں تو جملہ علامات پائی گئیں۔
کما مر بیانہ **قولہ** ص ۱۱۰ لہذا آپ صلعم اور صحابہ کرام بھی اس کے بارے
میں متردد رہے۔

اقول ہم پر یہ بڑا اعتراض تھا کہ یہ لوگ نسبت آنحضرت صلعم کے
لا علم رہنا حقیقت دجال سے اعتقاد کرتے ہیں مگر یہاں پر خود مؤلف
نے اقرار کرلیا کہ آنحضرت م اور صحابہ دجال کے بارہ میں متردد رہے
تھے * مگر ہمارے قول میں اور مخالفین کے قول میں یہ بڑا تفاوت
ہے کہ قول مخالفین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت م کو اب تک
علم دجال نہیں دیا گیا اور ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود ع کو آنحضرت م
نے بذریعہ تعلیم روحانی کے بواسطے کشف اور الہامات کے حقیقت
دجال کو تعلیم فرمادیا اور آنحضرت م کو جو تردد تھا وہ بھی رفع ہوگیا اور
مسیح موعود اور اس کی جماعت کے لئے تعلیم روحانی آنحضرت م کا ہونا ہم
ثابت کرچکے ہیں دیکھو وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کی تفاسیر کو جو ہم نے اپنے رسائل میں لکھی ہیں۔

قولہ ص ۱۱۱ نہ یہ کہ فی الواقع دجال موصوف بصفات مذکورہ ہوتا کہ شریک
حق جل شانہ کا سمجھا جاوے۔

اقول الحمد للہ وفنعم الوفاق کہ آپ نے اقرار کرلیا کہ احادیث میں
جو صفات دجالیہ مذکور ہوئی ہیں وہ محمول علی الظاہر نہیں ہیں بلکہ ماول

* شکر ہے۔ ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ نعمانی واحمدی

و تعجب طلب ہیں اگرچہ کتاب کے آخر میں آپ نے یہ اقرار کیا اگر آپ
اسی اقرار پر ثابت رہیں تو کیا اچھا ہو کیونکہ مثل مشہور ہے جو شخص
کہ صبح کا بھولا ہوا شام کو بھی اپنے گھر پہونچ جاوے تو اُس کو بھولا
ہوا نہیں کہتے ہیں اب آپ کو ثابت ہوا ہوگا کہ وہ خواب جس کی تعبیر
حضرت مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت
میں استفسار فرمائی تھی ٹھیک ٹھیک تھی وہ خواب یہ ہے (میں
دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں
ہزاروں مخالف اُس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف
چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اُس سے مارے جاتے ہیں) انتہی۔ جیسا کہ آپ
نے اس جگہ پر نقل کیا ہے۔ اس خواب کی تعبیر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت
اقدس کے داہنے ہاتھ میں قرآن مجید ہے جس سے تمام مخالف اندرونی
اور بیرونی کو شکست دیجاتی ہے اور بائیں ہاتھ میں سنت صحیحہ ہے
جو بذریعہ تعلیم روحانی آنحضرت صؐ کے تمام مخالفین اندرونی اُس سے
زیر کئے جاتے ہیں اور آپ کا یہ تعجب بھی رفع ہوگیا ہوگا کہ حدیث
لا مهدی الا عیسے جس کی تصحیح نقادان حدیث نے کی ہے کما
بیناہ سابقاً کیونکر مؤید ہے اُن آیات اور احادیث صحیحہ کی جن سے حضرت
اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت ہوتا ہے علاوہ تصحیح حدیث مذکور کے
مضمون حدیث کا ایسا صحیح اور نفس الامری ہے کہ نصوص کتاب وسنت
سے ثابت ہے اور اُس کے خلاف کو جو مشعر ہے واسطے دو شخص ہونے
مہدی اور مسیح کے وہ نصوص رد کر رہی ہیں۔ اور پھر علاوہ برعلاوہ یہ
کہ جب اکثر روایات مہدی اور مسیح پر نظر کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے

کہ جو احوال و صفات مہدی کے لیئے وارد ہیں وہی صفات بعینہا مسیح کے لئے دوسری روایات میں مذکور ہیں اس سے بھی اہل انصاف کو پتہ لگتا جاتا ہے کہ مہدی و مسیح دو نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں اور صاحب اقتباس الانوار کا جو قول ہم پیش کرتے ہیں وہ صرف واسطے افحام مخالفین کے ہے نہ اس لیئے کہ اُس کا قول ہمارے لئے حجت ہو تاکہ اُس کے جملہ اقوال ہم کو تصدیق کرنے ضروری ہوں خذ ما صفا ودع ما کدر قضیہ مسلمہ ہے۔

قولہ صـ۱۱۲ لا مہدی الا عیسے کو اگر صحیح بھی مانا جاوے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں - الخ۔

اقول جب کہ ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ اما مکم منکم وغیرہ کے ہم ثابت کر آئے ہیں تو پھر حدیث لا المہدی الا عیسی بن مریم بالضرور ہمارے مدعا کے لیئے مفید بلکہ افید ہوئی اور بیت قصیدہ نعمت اللہ ولی کی اتحاد ہی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اُس میں لفظ عیسیٰ دوراں کا موجود ہے اس لفظ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نعمت اللہ ولی بھی مسیح موعود کو بروزی طور پر عیسیٰ بن مریم تسلیم کرتے تھے کیا مؤلف کو محاورہ حاتم دوران و نوشیروان زمان کی سمجھ لینے کی بھی استعداد نہیں کہ یہ محاورہ باواز بلند پکار کر کہہ رہا ہے کہ حاتم اور نوشیروان سے مراد اس قول میں وہی حاتم اور نوشیروان نہیں ہیں جو بزمان ماضی گذرے ہیں بلکہ مراد اُس سے یہ ہے کہ سخاوت اور عدل میں کوئی ممدوح مثل حاتم اور مثل نوشیروان کے ہے و بس۔

پس ثابت ہوا کہ احادیث نزول مسیح اور ظہور دجال اور مہدی متواتر المعنی ہیں اور توفیق و تطبیق ان احادیث میں بغیر تسلیم کرنے اُس مسلک کے جو ہم نے اختیار کیا ہے نہیں ہو سکتی لہٰذا جملہ مسلمانوں کو ان حدیثوں کا ماننا جب ہی ممکن ہے کہ اُس توفیق و تطبیق کے ساتھ اُن کو تصدیق و تسلیم کیا جاوے ورنہ جس طرح پر کہ فرقہ معتزلہ و خوارج و جہمیہ نے ان احادیث متعارضہ کو رد کر دیا ہے مخالفین کو بھی اس تعارض کا دفع کرنا ممکن نہ ہو گا اور پھر ان احادیث متعارضہ کو ترک کرنا پڑے گا فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین۔

قولہ اور دلیل اُن کی مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسی علی نبینا و علیہ السلام کی ہے۔ (۲۳) تب اگر کوئی تمھیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔ الخ

اقول درس ۲۶ میں آپ کو مسلم ہے (۲۶ کیوں کہ جیسے بجلی پورب سے کوندھتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہو گا) دیکھو اس درس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود ممالک مشرقیہ سے ظاہر ہو گا جیساکہ واقع ہوا اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے وقت میں سامان تار برقی وغیرہ بھی ظاہر ہوں گے جس کے ذریعہ اُس کی تبلیغ حق اور دعوت الی الاسلام شرقاً غرباً شائع ہو جاوے گی اور دیکھو یسعیاہ باب ۴۱ درس ۲ کو (کس نے اس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا اور اپنے پاؤں کے پاس بُلایا اور امتوں کو اُس کے آگے دھر دیا اور اُسے بادشاہوں پر مسلط کیا۔ (۴) میں خداوند پہلا ہوں اور پچھلوں کے ساتھ۔ اس درس میں جو فرمایا گیا کہ میں

پچھلوں کے ساتھ ہوں - یہ اشارہ ہے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مضمون کی طرف اور جب کہ آپ نے ہم کو اناجیل کی طرف توجہ دلائی ہے تو ہم بھی آپ کو اناجیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں متی باب ۲۴ - آیت ۱۴ - بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں پر گواہی ہو تب آخر ہوگا آیت ۲۹ (ان دنوں کی مصیبت کے بعد تُرت سورج اندھیرا ہو جاوے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گر جاویں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جاویں گی آیت ۳۰ (تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا - دیکھو یہ اشارہ ہے طرف پیشین گوئی سورج گرہن اور چاند گرہن کے جو ۱۳۱۱ھ ہجری میں ملک ایشیا میں واقع ہوا اور ۱۳۱۲ھ میں امریکہ وغیرہ میں ظہور پذیر ہوا یہ نشان مسیح موعود کا ایک عظیم الشان نشان ہے جس کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض اسی واسطے اناجیل میں مسیح موعود کا یہ نشان گروانا گیا ہے جس کسی کو مفصلا کیفیت اجتماع خسوف وکسوف کی جو ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں واسطے تصدیق اس مسیح موعود کے واقع ہوا ہے دیکھنی منظور ہو وہ دیکھے رسالہ القول المعروف کو اور حکمت واقع ہونے اس نشان تصدیق آسمانی کے ۱۳۱۱ھ میں یہ ہے کہ بعد وقوع پیشین گوئی آتھم کے جو کسی قدر غور طلب تھے انتہا درجہ کی تکذیب زمینیوں کی طرف سے جب واقع ہوئی تو مصلحت الٰہی مقتضی ہوئی کہ بمقابلہ اس تکذیب زمینیوں کے ایک آسمانی نشان تصدیق کے لئے ظاہر کیا جاوے

جیسا کہ واقع ہوا۔ بعض ناواقف کہتے ہیں کہ فی الحقیقت یہ کسوف وخسوف بالضرور مہدی موعود کا نشان تو ہے اور مہدی موعود پیدا بھی ہو گئے ہیں مگر ابھی ظاہر نہیں ہوئے یہ سخت نادانی کا مقولہ ہے ہم اپنے رسائل میں ثابت کر آئے ہیں کہ کسی کے پیدا ہونے یا مرنے پر کسوف وخسوف کا نشان ہرگز ظاہر نہیں ہوتا ان الشمس و القمر ایتان من ایات اللہ لا تنکسفان لموت احد ولا لحیوتہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اب ناظرین کو واضح ہو چکا ہو گا کہ کتاب و سنت صحیح اور کتب مقدسہ بیبل اس مسیح موعود کے آنے کی خبر دے رہے ہیں نہ اس عیسی بن مریم کی جو بنی اسرائیلی تھا اور اس کے زمانہ نزول کی علامات و اشراط سب موجود اور مشاہد ہیں۔ **شعر**

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

قولہ صـ۱۱۱ میں کہتا ہوں کہ انبیا علیہم السلام کو دھوکا لگ جاتا ہے العیاذ باللہ مگر آپ کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے۔ الخ

اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ مؤلف صاحب نے اس جگہ ازالۃ الاوہام کا حوالہ دیکر چند عبارتیں نقل کی ہیں جن میں بڑی تحریف کی ہے اور ہم نے اس وقت تک جو حوالے مؤلف صاحب نے کتب حضرت اقدس سے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں ان کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی تھی اور مؤلف صاحب کو امین سمجھ کر تصحیح نقل بھی نہیں کی گئی تھی بغیر مراجعت کئے طرف کتب محولہ کے یہاں تک جوابات دئے گئے ہیں لیکن اس وقت

ہمارے پاس ازالہ موجود تھا ان عبارات محولہ کو ہم نے جب اُس میں دیکھا تو وہ اعتماد ہمارا جاتا رہا ؎ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم ؎ اس جگہ پر ہم وہ سب عبارات محولہ نقل کرتے ہیں تاکہ مؤلف صاحب کی نکتہ چینیوں کا جواب اُسی عبارت سے پیدا ہو جاوے صفحہ ۶۲۸ میں ازالہ اوہام کی یہ عبارت لکھی ہے (یہ دخل کبھی انبیا اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطٰن فی امنیتہ الخ اب ناظرین غور فرماویں کہ اس عبارت میں کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے مگر مؤلف صاحب نے کتر بیونت کر کر تھوڑی سی عبارت نقل کر دی ہے جس سے کسی قدر عوام کو وحشت پیدا ہو لیکن ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو کچھ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے وہ ترجمہ ہی ہے آیت مذکورہ کا لاغیر۔ دوسری عبارت اس طرح پر ہے مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے ان کی کسی قدر تفصیل کرتے ہیں اور چونکہ وہ انسان ہیں اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجایش نہیں ہوتی کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے اور وہ نبیوں کو عملی طور پر بھی سکھلائے جاتے ہیں چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت اور دوزخ بھی دکھلایا گیا اور آیات متواترہ محکمہ بینہ سے جنت اور نار کی حقیقت بھی ظاہر کی گئی ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ اُس کی تفسیر

میں غلطی کر سکتے آخر عبارت تک ناظرین بغور ملاحظہ فرماویں تاکہ واضح ہو جاوے کہ یہ وہی مضمون ہے جس کا مؤلف اقرار کر چکا ہے پس ثابت ہوا کہ اعتراض مؤلف ہباءً منثورا ہو گیا۔ تیسری عبارت ص۹۶ میں یوں لکھی ہے (اسی طرح انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا) اب مؤلف صاحب فرماویں کہ حضرت مرزا صاحب نے بحوالہ انجیل اس عبارت کو لکھا ہے یا بحوالہ قرآن مجید کے۔ اور آپ تو خود اقرار کر چکے ہیں کہ اناجیل سے تو نبوت حضرت عیسی کی بھی ثابت نہیں ہو سکتی اور چونکہ مخاطب مرزا صاحب کے عیسائی اور نصاری بھی ہیں تو کیا محذور شرعی ہے کہ اتماما للحجتہ ان پر کوئی الزام قائم کیا جاوے

قولہ میں کہتا ہوں خدا تعالے کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ و رسولہ کا۔ آہ

اقول مجدد اور محدث بھی تو مرسل ہی ہوتا ہے دیکھو انا الیکم لمرسلون ایضا وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي اس آیت میں بروایت صحیح بخاری کے ولا محدث بھی وارد ہے چونکہ محدث بھی تحت ارسلنا کے داخل ہے تو وہ بھی رسول ہوا۔ اور حدیث ان الله يبعث على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها بھی مسلم فریقین ہے مبعوث اور مرسل متحد المعنی ہیں اور زبان عرب میں اس قدر وسعت ہے کہ قاصد کو بھی رسول ہی کہتے ہیں پھر فرمایئے اگر کسی مجدد اور مامور من اللہ کو ایک بندہ بھیجا ہوا اللہ تعالے کا تسلیم کیا جاوے تو کیا محذور شرعی ہے ہاں یہ ہمارا ایمان ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی رسول

اور نبی مشرع ہو کر نہیں آئے گا

شعر

من نیستم رسول و نیا وردہ ام کتاب ہاں ملہم استم و زخداوند منذرم

قولہ صفحہ ۱۱۱ میں کہتا ہوں ناظرین کو ما قبل سے واضح ہو گیا ہے کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئی اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا۔

اقول ہم اس رسالہ میں اور نیز اپنے رسائل میں بدلائل یقینیہ بلکہ باقرار مؤلف ثابت کر چکے ہیں کہ یہ صدی چہاردہم ہی اس مسیح موعود کے نزول کا زمانہ ہے دیکھو اقرارات مؤلف صاحب مندرجہ شمس الہدایہ کو یہ تو سب جانتے ہیں کہ یہ آخر زمانہ وہی ہے جس کی نسبت مخبر صادق صلعم نے پیشینگوئی فرمائی ہے عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا رسمہ ولا یبقی من القران الا اسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ و فیھم تعود رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ اب دیکھو کہ اس حدیث میں زمانہ مسیح موعود کے آنے کا پتہ بلفظ یوشك ارشاد فرمایا والعاقل تکفیہ الاشارہ کیونکہ مسیح موعود کے زمانہ کو بھی اسی کلمہ کے ساتھ بلفظ لیوشکن فرمایا گیا تھا کہ دونوں زمانوں کے اتحاد پر دلیل ہو۔ اور نیز اس حدیث میں فرمایا گیا کہ علم قرآن باقی نہ رہیگا اور حدیث نزول مسیح میں فرمایا گیا کہ امامکم منکم ای امکم بکتاب ربکم وسنت نبیکم اور ان دونوں جملوں میں مناسبت یہ ہے کہ جب علم قرآن مجید گم ہو جاوے تب امام قرآن کا مبعوث ہونا بھی حسب عادت الٰہی کے ضروریات سے ہے

کما قال تعالےٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ پس یہ کیونکر
ہو سکتا ہے کہ باوجود باقی نہ رہنے علم قرآن کے کوئی اُس کا عارف اور امام
پیدا نہ ہو اور نیز یہ جو فرمایا گیا کہ مساجدھم خراب من الھدیٰ یہ جملہ مشعر ہے
اس امر کی طرف کہ وہی مسیح موعود مہدی بھی ہوگا کیونکہ جب دنیا میں ہدایت نہ رہی
حتیٰ کہ مساجدہم خراب من الہدیٰ کی مصداق ہوگئیں تو کسی مہدی کا ہونا بھی ضروریات
سے ہوا ۔ اور پھر فرمایا گیا کہ اُس زمانہ کے علما بدترین خلائق ہوں گے اس سے
یہ مفہوم ہوا کہ یہ امام کتاب وسنت کا ان علمار ظاہری سے علحدہ ہوگا کیونکہ
جس علم قرآن اور ہدایت معارف اور فقہ سنت کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ اپنے
ایک مامور کے دنیا میں نازل فرمایا وہ علما بالضرور اُسکی تکذیب کرینگے بلکہ
فتوائے تکفیر طیار کریں گے اسی واسطے وہ بدترین خلائق ہوں گے جیساکہ
علمار یہود کی نسبت فرمایا گیا ہے اولٰئک ھم شر البریہ اور پھر فرمایا گیا
تھا کہ وہ فتنہ تکفیر وغیرہ انھیں سے اُٹھے گا اور وبال اُس فتنہ کا بھی انھیں
پر پڑے گا یعنی وہ تکفیر لوٹ کر انھیں پر آوے گی چنانچہ یہ پیشین گوئی
مخبر صادق صلعم کی بخوبترین وجہ واقع ہوچکی کہ جس شخص نے فتوی تکفیر اس مسیح
موعود کے لئے طیار کیا تھا اُسی کی تکفیر علما کی طرف سے بموجب الہام حضرت
اقدس کے واقع ہوچکی اور ذریعہ وقوع اس پیشین گوئی مخبر صادق صلعم کا میرے
محب مکرم اخونا الاکرم حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
کو اُس قادر مطلق نے گردانا و الحمد للہ علی صدق ذلک الخبر مع صدق الالہام
المسیح الموعود ۔ اور اگر کوئی کہے کہ علما تو خود بھی تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں اور
دوسروں کو بھی اُس کا درس دے رہے ہیں تو پھر تم کیونکر کہتے ہو کہ علم قرآن
جاتا رہا تو اس کا جواب خود آنحضرت صلعم نے اپنی حدیث میں دیا ہے عن

زیاد بن لبید قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فقال ذاك
او ان ذهاب العلم قلت یارسول اللہ و کیف یذهب العلم ونحن
نقرأ القرآن و نقرأ ابناءنا ابناءهم الی یوم القیمة فقال ثكلتك
امك زیاد ان كنت لاراك من افقه رجال بالمدینة اولیس
هذه الیهود و النصاری یقرؤن التورات و الانجیل لایعلمون
بشئ مما فیهما رواه احمد و ابن ماجة و روی الترمذی عنه
نحوه و كذا الدارمی عن ابی امامة اس حدیث میں مشابہت ان علما
کی یہود اور نصاری کے ساتھ فرمائی گئی جو آخر زمانہ میں ہوں گے یعنی مسیح موعود
کے زمانہ میں یعنی جس طرح پر یہود و نصاری کے علما توریت و انجیل کو پڑھتے ہیں
اور عمل خاک نہیں اسی طرح پر ان علما کا قرآن مجید کا پڑھنا ہوگا۔ اور
حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں بھی اسی حدیث کی شرح موجود ہے قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیاتین علی امتی کما
اتی علے بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل الحدیث رواہ
الترمذی۔ و لنعم ما قیل۔ رباعی

می تواند شد مسیحا ہی تواند شد یہود | امت احمد نہاں دارد دو ضد را در وجود
زمرہ دیگر بجائے انبیا دارد قعود | زمرہ ایشاں ہمہ بدطینتاں اجاے ننگ

ایہا الناظرین اگر قرآن مجید میں صفات یہود کی دیکھی جاویں وہ سب صفات
اب حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے اس امت میں پائی جاتی ہیں لہذا ۱۴
صدی کے مجدد کو مثیل مسیح ہونا حذو النعل بالنعل ضروری ہوا۔ شعر

مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند | چوں مرا نوری پے قوم مسیحی دادہ اند

جیسا کہ یہود بے سود کی طرف سے حضرت عیسی بن مریم کی تکفیر حضرت موسی

سے چودھویں صدی میں واقع ہوئی تھی ویسی ہی تکفیر و تضلیل اس مسیح موعود محمدی کی چودھویں صدی ہجری میں واقع ہوئی۔

پھر زمانہ کی ضرورت خود تقاضا کر رہی ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود کے نزول کا زمانہ یہی ہے اسی واسطے عام علمار ظاہر و باطن جو قبل اس دعوی مسیح موعود کے ہوئے اور گذرے وہ یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ نزول مسیح موعود اسی صدی چہار دہم میں ہونے والا ہے۔ پھر دیکھو حدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اخرجہ ابو داؤد وقد اتفق الحفاظ علی تصحیح ھذا الحدیث منھم الحاکم فی المستدرک والبیھقی فی المدخل وممن نص علی صحتہ من المتاخرین الحافظ ابن حجر۔ واضح ہو کہ اس حدیث میں اسناد بعثت کی اللہ تعالی کی طرف جو کی گئی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے علوم کسبی نہ ہوں گے اور سعی اور تحصیل ثانی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو گا بلکہ وہبی اور لدنی علوم ہوں گے جیسا کہ و علمناہ من لدنا علما فرمایا گیا ہے اور یہاں پر ان اللہ یبعث فرمایا گیا ہے اور تجدید دین متین کی بھی علوم وہبیہ سے ہی ہو سکتی ہے نہ کسبیہ سے ہاں تائید دین کو علوم کسبیہ سے بھی ہو سکتی ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ علوم رسمیہ کے عالم اس کے مخالف ہوں گے کیونکہ علوم رسمیہ کے عالم ان دقائق اور حقائق کو نہیں پہونچ سکتے جو معارف علوم وہبیہ سے حاصل ہوتے ہیں و الناس اعداء لما جہلوا۔ اور دیکھو حدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لو کان الدین عند الثریا لذھب

به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتنا ولہ رواہ مسلم۔ بعض حنفیہ نے مصداق اس حدیث کا حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کو قرار دیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم کو حضرت امام اعظم کے فضائل نفس الامری سے کچھ انکار نہیں ہے لیکن مصداق اس حدیث کے حضرت امام اعظم ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ الفاظ حدیث کے اس سے آبی ہیں مضمون حدیث کا تو یہ ہے کہ اگر علم دین بسیط الارض سے معدوم ہو جاوے حتی کہ مقام ثریا پر جو اعلیٰ ترین مقامات عالیہ کا ہے پہونچ جاوے تب بھی وہ شخص فارسی الاصل منزل ثریا سے اُس کو اخذ کر لے گا مطلب یہ ہے کہ اُس کی نظر کشفی اعلیٰ ترین مقام تک پہونچے گی۔ اب غور کرو کہ زمانہ امام اعظم کا جو زمانہ تابعین کا ہی کیا ایسا زمانہ تھا کہ جس میں علم بسیط الارض سے جاتا رہا ہو بلکہ صدہا اور ہزار ہا علماء رحمانی و فضلاء ربانی بسبب قرب زمانہ رسالت کے اُس وقت میں موجود تھے اور لفظ اٰخرین منھم کا بھی اس مضمون ماسبق پر دلالت کر رہا ہے۔ علاوہ یہ کہ حضرت امام اعظم فارسی الاصل بھی نہیں تھے جو اُن کو ابناء فارس سے کہا جاوے کما ثبت فی محلہ پس یہ دعوی حنفیہ کا نسبت حضرت نعمان بن ثابت کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور بعضوں نے مصداق اس حدیث کا اصحاب صحاح ستہ کو گردانا ہے کیوں کہ انھوں نے مواضع بعیدہ اور منازل شاسعہ سے علم احادیث کو سفر دور دراز کر کر دواوین حدیث میں جمع کیا ہے کیونکہ اُن کے زمانہ میں بھی علماء ربانی ہزار ہا موجود تھے گو تدوین الفاظ حدیث کے کتب حدیث میں نہیں ہوے تھے اور علم سفینہ نہ تھا مگر علم سینہ موجود تھا الحمدللہ بصورت علم دین کا بسیط الارض سے معدوم ہو جانا اور مقام ثریا تک چلا جانا اُس زمانہ پر کب صادق آتا ہے پس ٹھیک مراد اس حدیث کی یہ ہے کہ ایک آخر زمانہ

بسبب بعد زمانہ رسالت کے ایسا آنے والا ہے کہ جس میں علم دین بسیط الارض
پہ باقی نہ رہے گا جیسا کہ پہلے احادیث مذکورہ میں مشرح کر کر مخبر صادق ؐ نے
فرمادیا ہے اور جملہ **اخرین منھم** بھی اسی آخر زمانہ کا مقتضی ہے۔ اب
دیکھو کہ بموجب اقرار مؤلف کے بھی کہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب
ڈوبنے کے آگیا اور بسبب فقدان تقوی کے نہ تو اشراق نوری اور انشراح
صدری ہے اور نہ لیاقت علمی وغیرہ وغیرہ یہی زمانہ ہے اور حال یہ ہے
کہ بسبب نہ رہنے علم دین کے اسلام پہ ہر ہر طرف سے اندرونی اور بیرونی
حملے ایسے ہو رہے ہیں جو کبھی نہیں ہوئے تھے لہذا اس صدی چہاردہم
میں حسب پیشین گوئی مخبر صادق ؐ کے ایک ایسا رجل فارسی الاصل مبعوث
ہوا ہے کہ اس کی نظر کشفی اعلی ترین مقامات تک جو مقام ثریا ہے پہونچی ہے
اور اس تحقیق سے حدیث مذکورہ کو بھی اس حدیث سے فی الجملہ مناسبت ہے جو مسیح
موعود کی شان میں وارد ہے **ونفسہ ینتہی حیث ینتہی طرفہ**
اگرچہ ہر ایک مجدد کے لئے علم لدنی حاصل ہوتا ہے مگر اس مسیح موعود کی رسائی
اعلی ترین مقامات مجددین تک ہے۔

اب جو بنظر انصاف دیکھا جاتا ہے تو بالیقین ثابت ہوتا ہے
کہ وہ آخر زمانہ یہی ہے مخالف اور موافق بھی فریاد کر رہے ہیں کہ اسلام سے
بجز نام کے کچھ باقی نہیں رہا اور قرآن مجید سے بجز رسم اور نقوش کے کچھ
باقی نہیں رہے مساجد ہدایت ربانی سے خراب منکرات سے معمور و آباد۔ رکوع
سجود قومہ جلسہ تدبر قرآن مجید تعدیل ارکان نماز وغیرہ بالکل ندارد ہے
علما کا یہ حال کہ جو شخص ان کے خیالات سے مخالف وہی کافر وغیرہ وغیرہ
یہ تو رہے اندرونی فتنے بیرونی فتنوں کا کوئی شمار نہیں کچھ تھوڑے سے

فتن اس کتاب میں ہم لکھ چکے ہیں فلا نعیدھا مرۃ اخری پھر اس صورت میں کہ دین اسلام بسیط الارض سے معدوم ہو کر ثریا پر چلا گیا ہے تو اس آخر زمانہ پر فتن میں ایسے رجل عظیم الشان کا مبعوث ہونا کیا ضروریات سے نہیں کہ جو علم دین کو ثریا سے لے آوے اگر استفسار ہو کہ پھر وہ کون ہے تو جواب یہ ہے۔

شعر

اگر از فارسی نام ونشاں جوئی کہ آمد آں ۔۔۔ کہ از خیر البشر تذکیرہ او درج صحیحاں شد
ہمیں ہست ایں غلام احمد کہ دیں آورد در دنیا ۔۔۔ اگر باشد ثریا اتصال او بدوراں شد

قولہ صہ ۱۱۵ و ۱۱۶۔ میں کہتا ہوں یہ سات ہزار کی تحدید جو آپ نے لگا دی یہ منافی ہے لا یجلیہا لوقتہا الا ھو کے اور اُن احادیث کی جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی الی قولہ مگر وقت معلوم نہیں۔

اقول جب کہ آپ کو اس حدیث کا اقرار ہے کہ الدنیا سبعۃ الاف سنۃ و انا فی اخرھا الفا اور یہ بھی آپ کا اقرار ہے کہ مراد آنحضرت صلعم کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے آج تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں اندریںصورت یہاں پر جو کچھ آپ نے نکتہ چینی کی ہے وہ سب عنت ریود ہوگئی کیونکہ مخبر صادق صلعم نے جو جو اشراط الساعہ اور علامات کبری قیامت کی احادیث صحاح میں بیان فرمائی ہیں جب تک وہ تمام علامتیں پوری نہ ہو لیویں تب تک قیامت کیونکر آسکتی ہے کیونکہ اس صورت میں تو تمام پیشین گوئیاں مخبر صادق صلعم کی کاذب ہوئی جاتی ہیں وھو باطل اور پھر گذارش ہے کہ سات ہزار برس پر تین سو اٹھارہ برس زائد ہو چکے

تو بموجب آپ کے اقرار کے حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک سات ہزار تین سو اٹھارہ برس تو گذر چکے اندریصورت کیا مؤلف صاحب کو اسقدر عقل اور فہم بھی نہیں ہے کہ سات ہزار برس سے پہلے قیامت کیونکر آسکتی ہے ذرہ اُس کا حساب سمجھ کر بتلا دیجئے اس نکتہ چینی سے مؤلف صاحب کا علم حساب میں بھی طاق ہوتا ثابت ہوا۔ شعر

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یاد رکھو جس قدر اعتراض آپ اس مامور من اللہ پر کریں گے وہ سب آپ ہی پر لوٹ کر آویں گے۔ شعر

حملہ برخود می کنی ای سادہ مرد   ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

اب فرمائے کہ حضرت اقدس نے مدت قیامت کی تحدید بعد گذرنے سات ہزار برس کے آدم علیہ السلام سے کس جگہ فرمائی ہے جو مخالف ہو قل انما العلم عند اللہ کے یا ما المسئول عنہا اعلم من السائل کے ایہا الناظرین دیکھا آپ نے مغالطات مہر شاہی کو کہ اردو خوانوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دھوکے اور کیا کیا مضامین الٹ پلٹ کئے ہوئے سناتے ہیں اللہ حافظ ہو۔

قولہ صـ۱۱۶ اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اقول کما قال العبد الصالح الخ کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اُس کا مشارک فی جمیع الاوصاف والاحکام ہوتے ہیں و دونہ خرط القتاد یہ ہرگز نہیں ہو سکتا الی خاتمۃ انتخاب

اقول ہم کب کہتے ہیں کہ مابعد اور ماقبل لفظ کما کو مشارک فی جمیع الاوصاف ہونا ضروری ہے کیونکہ توفی حضرت عیسیٰ اور توفی آنحضرتؐ میں تو متعدد تفاوت موجود ہیں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس کی ہوئی اور

آنحضرت صلعم کی عمر ۶۳ برس کی آنحضرت ؐ کا مرض الموت دیگر ہے اور حضرت عیسیٰ کا مرض الموت دیگر ہے حضرت عیسیٰ کی موت کشمیر میں ہوئی اور آں حضرت ؐ کی وفات مدینہ شریف میں ہوئی حضرت عیسیٰ کی وفات حالت لاولدی میں ہوئی آنحضرت ؐ نے وقت موت کے اولاد چھوڑی حضرت عیسیٰ کی موت کے وقت کوئی زوجہ نہیں تھی کیونکہ انھوں نے نکاح ہی نہیں کیا تھا آنحضرت ؐ نے متعدد ازواج اپنی توفی کے بعد چھوڑیں غرض کہ صدہا امور ایسے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ مابین توفی آنحضرت اور عیسیٰ کے بڑا تفاوت ہے یہاں تو بحث یہ ہے کہ لفظ توفی کے معنی جو محاورہ توفاہ اللہ میں ہے قبض اللہ روحہ کے ہیں لاغیر ہیں اسکی کیا وجہ کہ جب لفظ توفی آنحضرت ؐ اپنے لئے ارشاد فرماویں تب تو اُس کے یہ معنی ہوں کہ وفات پاکر زمین کے نیچے مدفون ہوئے اور جب حضرت عیسیٰ کے لئے وہی لفظ توفی کا آنحضرت ؐ یا اللہ تعالے ارشاد فرماویں تو اُس کے معنی آسمان پہ زندہ بجسدہ العنصری اٹھا لینے کے ہو جاویں جو نہ قرآن مجید سے ثابت نہ احادیث سے ثابت اور نہ محاورہ صحابہ کرام سے کہیں اُس کا ثبوت اور نہ عرب عربا سے کہیں اُس کا پتہ لگتا ہے اور نہ کتب لغات سے نشان ان معنی کا کہیں پر پایا جاتا ہے کیا مؤلف صاحب کے نزدیک لفظ لما کے مابعد اور ماقبل میں ایسا تفاوت ہونا ضروری ہے کہ ایک جگہ تو مثلاً ماقبل لما کے ایسے معنی لئے جاویں جو تمام مقامات میں وہی معنی آتے ہیں لاغیر اور مابعد لما کے وہ معنی لینے ضرور ہوں جو کسی جگہ اور کسی محاورہ میں وہ معنی مستعمل ہی نہ ہوے ہوں - اور رسالہ ہدیۃ الرسول جب آپ شائع فرماویں گے انشاء اللہ تعالے اُس کا جواب فارسی میں ترکی بہ ترکی دیا جاوے گا اطمینان

فرمایا جاوے۔ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبین مت الکتاب والیہ المرجع والمآب

اطلاع ضروری

چونکہ یہ خاکسار ایکی مرتبہ دارالامان قادیان میں بسبب چند موانع قویہ شرعیہ کے کسیقدر تاخیر سے حاضر ہوا تھا تو مخالفین نے موقع پا کر یہ مشہور کر دیا کہ سید محمد احسن امروہوی حضرت اقدس کو ضعیف الاعتقاد ہو گیا کہ وہ اسسال قادیان میں نہیں آیا اور یہ خبر بد سابق میں بھی مخالفین کی طرف سے اڑائی گئی تھی افسوس ہے مخالفین پر کہ ایسے اکاذیب اور مفتریات کو مشتہر کر کر خوش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ جس شخص نے ۱۹ یا ۲۰ برس سے حضرت مجدد الوقت مہدی معہود و مسیح موعود کی تائید میں دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے بذریعہ اپنے رسائل مصنفہ کے مخالفین پر اتمام حجت کیا ہو اور ابتدا سے اس سلسلہ الٰہیہ کا ایسا معین اور مددگار رہو کہ باعتبار تصنیف اعلام الناس نمبر اول اور دوم اور سوم حصہ کے سابقین اولین میں سے ہو حتی کہ قبل طبع ہونے فتح اسلام حضرت اقدس کے اول حصہ اعلام الناس کو شائع کر چکا ہو تو ایسا محقق کیونکر اس سلسلہ الٰہیہ سے برگشتہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر وقت یہ دعا بھی کرتا رہتا ہے کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

اور واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ خاکسار کے رسائل مصنفہ کا آج بھی مخالفین سے آجتک نہیں ہو سکا بعد نقاضا جواب شیخ محمد حسین بٹالوی میری رسائل کے جواب میں یہ کہتے رہے ہیں کہ بعد از فراغ حضرت مسیح موعود کے تمھاری رسائل کا جواب

دیا جاوے گا لیکن آجتک اُسکو فراغ حاصل نہیں ہوا اور جو فراغ ہوا تو وہ ایسا کہ اس نے اخلد الی الارض کی نوبت پہونچادی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور مولوی محمد بشیر صاحب بعد تقاضا بیسیار کے (جب ان سے بایں الفاظ کہا گیا کہ یا تو آپ میرے حصہ سوم اعلام الناس کی تصدیق کیجئے جو آپ کے رد میں ہے اور یا مع الدلائل تکذیب کیجئے) تو اُس کے جواب میں یہی کہتے رہے کہ ہم کو فرصت نہیں ہوتی ہے جو اس کے جواب کی طرف جسمیں متعدد علوم کی ضرورت ہے متوجہ کی جاوے۔ غرضکہ رسائل عسل مصفی التحفۃ العارف والمواعظ الحسنہ و احسن الکلام وغیرہ کا جواب بھی آجتک کسی سے نہیں ہو سکا ہاں اگر کسی مسئلہ کا جواب شافی و کافی ادلہ شرعیہ قطعیہ سے پیدا ہو تو ہمکو اُس سے رجوع ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ہم کو حضرت اقدس کے دعاوی کے تسلیم و تصدیق کے لئے ادلہ نقلیہ قطعیہ نے ہی مجبور کر دیا ہے کوئی دوسری غرض نفسانی تو نہیں ہے

وکفی باللہ شہیدا

کتبہ السید محمد احسن امروہوی مبیضا من المسودۃ فی تاریخ ۲۳ اگست سنہ ۱۹۰۰ء یوم الخمیس مطابق ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۸ھ

فہرست رسائل مصنفہ خاکسار

اعلام الناس ہر چہار حصہ

ان ہر چہار حصوں میں دعاوی حضرت اقدس کو بدلائل نقلیہ ثابت کیا گیا ہے
اور مخالفین کا رد بڑے زور شور سے موجود ہے۔

فک الشک

انتخاب کتاب تخذیر المومنین کا عجیب و غریب ہے

تحفہ مدراس یعنی القسطاس المستقیم

یہ ایک مناظرہ ہے جو بمقام مدراس ایک مجتہد شیعہ سے درباره حضرت اقدس ہوا ہے

میزان الاعتدال

اسمیں اصول اور قواعد مناظرہ مسائل متنازعہ فیہا کے درج کیے گئے ہیں۔

شاہین

یہ ایک مباحثہ ہے جو بمقام چھاونی بنگلور مولوی محمد امین صاحب سے ہوا تھا

اتمام الحجۃ

اسمیں مولوی غلام دستگیر قصوری سے جو قبل مباحثہ خط و کتابت ہوئی وہ درج ہے اور انکا فرار مباحثہ سے

سوا ر السبیل حصہ دوم

حصہ اول باقی نہیں رہا اور حصہ ۲ میں ۵۰ سوال محمد حسین صاحب بٹالوی سے ایسے کئے گئے ہیں کہ اگر
جواب انکا ہماری مسلک کے موافق دیا جاوے تو ھو المطلوب اور در صورت مخالف ہونے
ہمارے مسلک کے مفاسد شرعیہ مخالف اسلام لازم آتے ہیں۔

مسک العارف

دعوت از مولوی عبداللہ صاحب کشمیری بخدمت مہر شاہ صاحب گولڑوی

الا ای مہر شہ تا کے بجائی این جہان بینی — بروی چشم دل وا کن کہ تا از جہان بینی

بجہ ابلق کمر از بہر تحقیر امام حق — چو آیات خدا از بہر تائیدش عیان بینی

ہمہ مہر درخشانست چرا انکار می باشد — چو نور صدق او روشن بوقت امتحان بینی

چرا این دشمنوں را چو خاشاکے بیفشاندے — کمر بستہ بتائیدش زمین و آسمان بینی

فروغ نور یزدانی ز بام ہو کوئی اور روشن — چو چشمت بند سازی پس کجا نور عیان بینی

مسیح قادیانی از سما ہر ما فرود آمد — اگر رویش بہ بینی حلیہ آن دلستان بینی

بتصدیق مسیح ما ندا از آسمان آمد — برو وی پیش حق تا دم گروہ دشمنان بینی

الا ای صوفی دانا حذر از قہر یزدان کن — ز مہر دستی قوی دست خداوند یگان بینی

اگر در قادیاں آئی ہمہ امن و اماں بینی
حیات جاوداں بینی نجات جاوداں بینی

چو بینی ماہ کنعانی امام قادیانی را
بدستش از پئے دجال ہم تیغ و سناں بینی

ز رویش نور احمد می درخشد چوں مہ کامل
مسیح و مہدی دوراں بصد نور و نشاں بینی

جبین و جبہتش بینی نشانے بر جبین او
کجا احمر کجا اسمر در و فرقے عیاں بینی

ہمیں مہدی ہمیں عیسیٰ کلیم اسمہ ہمیں واحد
مسیح قادیانی بر زمیں از آسماں بینی

رخش بدر الدجی بینی جبینش چوں خور تاباں
سر و گیسوی مشکینش مگر عنبر فشاں بینی

زمیں الوقت می گوید نشاں از آسماں آرد
کمر بستہ دو شاہد بہر تصدیقش عیاں بینی

ز شمس بازغہ شمش ترا چوں انکساف آمد
دراں مجموعہ اغلاط طرز جاہلاں بینی

ز لفظ قل خدا را بیں کہ از جیلت چہ ثابت شد
نہ گاہے ابن مریم را نزول بر آسماں بینی

خدا فرمود قل بہر یہوداں سبب اشتر
نظر کن بر سیاق آں چہ طرز خوش بیاں بینی

تو از نظم کلام اللہ ندانی نہ آگاہ
ازیں از قصہ یہود و صعود آسماں بینی

تدبر در دلائل کن نظر بر شمس بازغ کن
کہ تا از احسن فاضل عیان و بیاں بینی

بخوف حق نظر افگن بشمس بازغہ یکدم
مرا ہمچنیں مقوی ہمچو مشک و زعفراں بینی

چرا در بزم رزم احسن فاضل نمی آئی
کہ در تفسیر بزم او را عجب گوہر فشاں بینی

تعجبہا چرا داری تو از انصاف مطلق
کہ ابن مریم موعود را در قادیاں بینی

فراموشت شد ای دانا ترا آں وعدہ ایزد
کہ بر راس صدی یک مصلحم با عز و شاں بینی